عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت پر تاریخی مقالات کا حسین مجموعہ

مقالاتِ ختمِ نبوت

از

سفیرِ ختمِ نبوت، فاتحِ ربوہ، مناظرِ اسلام

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب

مولانا محبوب احمد

مدرس جامعہ مفتاح العلوم چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

المیزان

عقیدہ ختمِ نبوت کی حفاظت پر تاریخی مقالات کا حسین مجموعہ

مقالاتِ ختمِ نبوت

از

سفیرِ ختمِ نبوت، فاتحِ ربوہ، مناظرِ اسلام

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ

مرتب

مولانا محبوب احمد

مدرس جامعہ مفتاح العلوم چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

المیزان ناشران و تاجرانِ کتب

[illegible] اردو بازار لاہور پاکستان فون ۷۱۲۴۱۲۲، ۷۱۲۲۹۸۰-۰۴۲

فہرست

☆☆☆

تقدیم

فضیلۃ الشیخ حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب دامت برکاتہم (مکہ مکرمہ)

الحمد للّٰہ وحدہ و الصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی آلہ واصحابہ و ازواجہ و اتباعہ اجمعین

اما بعد: ''انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ'' کی طرف سے سالانہ ''انٹرنیشنل ختم نبوت کانفرنس'' ے ستمبر ۲۰۰۲ء چناب نگر میں منعقد ہوئی تو یہ سیاہ کار راقم حسب معمول اسمیں شریک ہوا۔ وہاں عزیزم مکرم مولانا ثناء اللہ چنیوٹی نے جناب بھائی بلال احمد صاحب ''استاذ ادارہ دعوت وارشاد چنیوٹ'' اور جناب بھائی محبوب احمد صاحب کی مرتب کردہ کتب ''دفاع ختم نبوت'' اور مقالات ختم نبوت'' کے مسودات دکھائے اور مجھے فرمایا کہ اس پر مقدمہ لکھوں۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس پر حضرت اقدس مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثانی ہو چکی ہے۔

لیکن چونکہ اس وقت یہ سیاہ کار بالکل آگے سفر کے لیے تیار کھڑا تھا اور سابقہ پروگرام کے مطابق لگاتار کئی شہروں کا سفر طے تھا۔ اسلئے ان حضرات سے اسی وقت لکھنے کی معذرت کرتے چند ملاحظات ان سے متعلق لے لیے کہ مکہ مکرمہ پہنچ کر ان شاء اللہ لکھ کر بھجوادوں گا۔

یہاں مکہ مکرمہ پہنچ کر بھی مختلف و اہم کاموں میں مشغول ہو گیا۔ اور آج بحمد اللہ وقت نکال کر یہ سطور لکھنے بیٹھا۔

فاتح قادیانیت سفیر ختم نبوت حضرت اقدس مولانا منظور احمد چنیوٹی قدس اللہ سرہ العزیز کو اللہ تعالیٰ نے علم راسخ سے نوازا ہوا تھا۔ عموماً لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت چنیوٹی کو صرف رد قادیانیت اور مسائل ختم نبوت پر ہی عبور تھا۔ حالانکہ حضرت چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام ہی شرعی علوم پر کمال کا عبور حاصل تھا۔ اسی طرح فتن مختلفہ کو علمی اور تحقیقی انداز سے رد کرنے کا اللہ تعالیٰ نے عجیب ملکہ دیا تھا۔

اس سلسلہ میں مکرمان جناب بلال احمد اور محبوب احمد صاحبان نے جو یہ مختلف مواضیع و

مضامین پر مشتمل کتاب مرتب فرمائی ہے۔ اس سے خوب ظاہر ہو جائے گا کہ حضرت چنیوٹی کو دین وعلم کے مختلف شعبوں پر کتنا عبور تھا۔ البتہ چونکہ فتنہ قادیانیت ان کے نزدیک تمام فتنوں سے انتہائی طور پر زیادہ خطرناک فتنہ تھا۔ اس لیے ان کی ساری صلاحیتیں اور کوششیں اسی کی سرکوبی کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں مرتبین کرام کو جزاء خیر عطا فرمادیں کہ انہوں نے بہت اہم مجموعہ تیار کر دیا۔

اس میں جیسے کہ معلوم ہوا ہے کہ پہلے حصہ میں مسئلہ توحید باری تعالیٰ، شان رسالت، ختم نبوت، حیات مسیح، مرزا کا کردار وغیرہ کا محققانہ انداز سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ اور مرتبان کرام نے بھی خوب محنت کر کے ان کے اصل حوالہ جات کا اندراج فرمایا ہے جو علمی لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ پہلا حصہ ردمرزائیت کے مختلف مسائل پر مشتمل ہے۔

دوسرا حصہ:

جو کہ فی الحقیقت (دلائل اہل سنت یعنی رد رافضیت پر مشتمل ہے) اس میں نہایت اہم مسائل کو محققانہ انداز سے ذکر کیا گیا ہے۔ خاص طور پر مسئلہ تحریف قرآن مجید، مسئلہ امامت، ناپاک مذہب کے پاک مسائل، مسئلہ متعہ وتقیہ، عظمت صحابہ واہل بیت کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، شان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، شان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، واقعہ کربلا، وغیرہ کو نہایت محنت کے ساتھ باحوالہ قلم کیا گیا ہے۔ اور حضرت چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے ان محررکردہ پر نظر ثانی فرمائی جو ان کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے۔

حصہ سوم:

میں خالص علمی وتبلیغی انداز میں مختلف عبادات پر خصوصاً روزہ، زکوۃ وحج وغیرہ امور پر تقاریر کا مبارک مجموعہ ہے۔ اسکے علاوہ حضرت چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے مختلف مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مضامین ومقالات ہیں جنہیں مرتبین کرام نے باقاعدہ حوالہ جات سے مزین فرمادیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان مرتبان کرام کو اپنی شایان شان جزاء خیر عطا فرمادیں کہ انہوں نے نہایت اہم

علمی و تحقیقی کام کر کے ہم سب پر خصوصاً احسان فرمایا اور امت اسلامیہ کے لیے ایک نہایت اہم اور قیمتی مواد مرتب فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان حضرات کی اس مبارک محنت کو قبولیت سے سرفراز فرما کر اپنی مخلوق اور خصوصاً حضرت چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے محبین و معتقدین کے لئے نافع بنائیں۔

حضرت چنیوٹی قدس سرہ العزیز کے رفع درجات کا ذریعہ بنا کر عام مسلمان قارئین کو ان کے علوم و معارف اور فیوض سے مستفیض فرما کر اپنی رضا و محبت و قرب سے نوازیں۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین، صلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و سید رسلہ و خاتم الانبیائہ سیدنا و حبیبنا و مولانا محمد النبی الامی الکریم و علی آلہ و اصحابہ و ازواجہ و اتباعہ اجمعین و بارک وسلم تسلیما کثیرا۔

کتبہ الفقیر الی رحمۃ ربہ الکریم

عبدالحفیظ المکی۔ مکہ مکرمہ

بروز ہفتہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

بمطابق ۲ اکتوبر ۲۰۰۴ء

☆☆☆

رائے گرامی

یادگار اسلاف محقق العصر

حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ العالی

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ مسئلہ ختم نبوت کے کامل استاد تھے۔ آپ کے خطبات، مقالات اور دروس و اسباق کو آپ کے شاگرد مولانا محبوب احمد صاحب نے زیر قرطاس کیا ہے۔ یہ بہت اہم کام تھا۔ اس مجموعہ کی بڑی خوبی یہ ہے کہ جدید حوالہ جات سے بھی مزین ہے اور یہ نہایت مفید علمی کاوش ہے۔ اس سے استفادہ کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور ان مجموعہ جات کو علماء، خطباء اور مدرسین حضرات کے لیے نافع اور مفید بنائے۔ آمین

ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ

محمدی شریف

۹ جولائی ۲۰۰۴ء

☆☆☆

تقریظ

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ العالی

(شیخ الحدیث مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)

نحمدہٗ تبارک و تعالیٰ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ واصحابہ واتباعہ أجمعین

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ نے زندگی بھر قادیانیت کا تعاقب کیا ہے اور صرف تحریر وتقریر کے میدان میں نہیں بلکہ اسمبلی، سرکاری دفاتر، بین الاقوامی اداروں اور عوامی جدو جہد کے محاذوں پر بھی قائدانہ حیثیت سے خدمات سرانجام دی ہیں۔ انہوں نے مختلف مواقع پر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے دجل کو بے نقاب کرنے کے لیے مقالات ومضامین تحریر کیے ہیں جو مختلف رسائل وجرائد میں یا کتابچوں کی شکل میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ حضرتؒ کے شاگرد مولانا محبوب احمد صاحب نے ان مضامین ومقالات کو کتابی شکل میں یکجا کیا ہے جو خوش آئند ہے اور تحریک ختم نبوت کے علماء کرام اور کارکنوں کے لیے بیش بہا تحفہ ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی اس محنت کو تکمیل اور قبولیت سے نوازیں اور "مقالات ختم نبوت" کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں آمین یارب العالمین

ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ

۱۲ ستمبر ۲۰۰۴ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

حضرت مولانا محمد عالم طارق صاحب مدظلہ العالی

برادر شہید ملت اسلامیہ حضرت مولانا محمد اعظم طارق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحمد للہ وحدہ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی الہ واصحابہ اجمعین

آج حضرت مولانا ثناء اللہ جھنگوی نے عزیزان مولوی محمد بلال اور مولانا محبوب احمد صاحبان کے مرتب کردہ مسودات دکھائے جو حضرت استاذ المکرم سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کے افادات کے عنوان سے مرتب کیا گیا ہے۔ جس میں مرزائیت اور رافضیت کے عنوان پر خصوصاً اور دیگر مذاہب باطلہ پر عموماً حضرت کی طرف سے مخصوص انداز میں رد ہے۔ جو یقیناً اہل علم کیلئے بالخصوص اور عوام الناس کیلئے بالعموم افادات ہی ثابت ہونگے۔ حضرت استاذ مکرم ان چند گنے چنے علماء میں سے تھے جنہیں اللہ پاک نے کم لفظوں میں مضبوط بات کہنے کا سلیقہ عطا فرمایا تھا۔ کیونکہ وہ میدان مناظرہ کے شاہسوار تھے۔ میں پورے وثوق سے یہ بات کہتا ہوں کہ ان افادات سے اہل علم کو وہ نکات حاصل ہونگے جو کئی سالوں کے مطالعہ سے شاید حاصل نہ ہوسکیں۔ لہذا ان افادات کا رسمی خطبات اور مقالات سے ہٹ کر پوری توجہ اور گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یقیناً قارئین کو اسلاف کی جدوجہد اور علمی میدان میں کاوشوں کا اندازہ ہوگا۔ بندہ کو حضرت استاذ محترم کا شاگرد ہو کر زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع ملا ہے وہ بندہ کیلئے سرمایہ افتخار ہے۔

مسودہ کو دیکھ کر بے ساختہ عزیزان کیلئے دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائیں اور حضرت استاذ کیلئے صدقہ جاریہ بنائیں۔

محمد عالم طارق

۱۶-۰۵-۰۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قابل ستائش عمل

مولانا محمد الیاس چنیوٹی مدظلہ

ناظم اعلیٰ ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ

حضرت والدگرامی سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ جہد مسلسل اور ایک تحریک کا نام تھا' فتنہ قادیانیت کا رد تو آپ کی زندگی کا مشن تھا' لیکن اسلام کے خلاف اٹھنے والے ہر باطل کے خلاف ان کی نگاہ بیدار رہتی تھی۔ شرعی مسائل ہوں یا نظریاتی الحاد اور سیاسی غلط افکار ہوں یا اخلاقی اقدار ہوں۔ آپ نے اس پر قلم اٹھایا اور اس سے بڑھ کر اپنے گرج دار خطابات سے کلمہ حق کہنے کا فریضہ انجام دیا۔ اس کے لیے مسجد کا ممبر اور سربراہ مملکت کا اسٹیج ان کے لیے ایک ہی اہمیت رکھتے تھے۔ حج تمتع اور حج قران کرنے والے حضرات کو عام طور پر بتایا جاتا کہ انہوں نے ۱۰ ذی الحجہ کو سنت ابراہیمی علیہ السلام کے مطابق جانور ذبح کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ مولانا چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف قرآن وسنت کی روشنی میں یہ تھا کہ یہ ''دم شکر ہے'' اور جب تک اس نیت سے یہ جانور ذبح نہیں کیا جائے گا اس وقت تک حاجی احرام کے منافی کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اس مسئلہ کو واضح کرنے کے لیے ہر سال وزیر حج سے ملاقاتیں کرتے' ہزاروں کی تعداد میں لٹریچر چھپوا کر تمام حاجی کیمپوں پر پہنچاتے' حج کے موقع پر اپنے خطابات کے ذریعے لوگوں کو متوجہ کرتے۔ مقالات کی کتابت اور تصنیف وتالیف اگرچہ مولانا چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا خصوصی مشغلہ نہیں تھا لیکن نہایت اہم بین الاقوامی کانفرنسوں میں آپ کو مقالات پیش کرنے کے لیے کہا گیا' جس پر آپ نے کئی اہم مقالات تیار کیے۔

ہمارے برادران عزیز مولوی محبوب احمد اور مولوی بلال احمد سلمہما اللہ نے پہلے ''دفاع ختم نبوت'' کے عنوان سے حضرت والد صاحبؒ کے خطبات کو بڑی عرق ریزی سے جمع کر کے قوم

کے سامنے پیش کیا اور داد تحسین پائی۔ اب انہوں نے مختلف کانفرنسوں اور مقامات میں مولانا چنیوٹی ﷫ کے پڑھے جانے والے مقالات کو "مقالات ختم نبوت" کے نام سے جس خلوص محبت اور حسن ترتیب سے جمع کر کے ایک عظیم امانت ہر قاری کے سامنے پیش کرنے کی کامیاب سعی کی یہ انہی کا حصہ ہے۔ اس سلسلہ میں بہت کٹھن مراحل بھی پیش آئے لیکن ان کی مولانا چنیوٹی ﷫ کے ساتھ جو محبت تھی اس نے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں آنے دیا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اس عمل کو خالص اپنی رضا کے لیے قبول فرمائیں اور مولانا چنیوٹی ﷫ کی اولاد کی طرف سے ان ہر دو برادران کو اپنی شان کے مطابق جزائے خیر عطا فرمائیں اور ہم سب کے لیے ذریعہ نجات اور گم کردہ راہ کے لیے سامان ہدایت بنا دیں۔ (آمین)

جن احباب اور بزرگوں نے اس میں تعاون کیا یا اپنی قیمتی آراء سے نوازا ان کا میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

محمد الیاس چنیوٹی

ناظم اعلیٰ ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ

۹ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ بمطابق ۱۸ اپریل ۲۰۰۶ء

عرض مرتب

دنیا میں ایسے مشاہیر کی تعداد بہت قلیل رہی ہے جو کہ بیک وقت خطابت معرکے بھی سرانجام دیں اور قرطاس وقلم سے بھی اپنا رابطہ گہرا رکھیں اگرچہ دونوں میں توازن قائم رکھنا انتہائی مشکل کام ہے۔ اور یہ امر قدرتی وفطرتی ہے کہ جو شخص خطابت میں ناموری حاصل کرتا ہے۔ وہ قلمی میدان میں ممتاز ومنفرد مقام کم ہی پاتا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی بنیادی طور پر ایک خطیب اور مناظر تھے۔ انکی زندگی کا بیشتر حصہ اسی دشت نوردی میں گزرا ہے۔ خطابت اور فن مناظرہ دونوں ادق اور وسیع شعبے ہیں۔ اور ان میدان کے شہسوار کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ تحریر وتصنیف میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کر سکے، بالخصوص مقالات کی تیاری خون جگر جلانے کے مترادف ہوتی ہے۔

مولانا چنیوٹی پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم تھا کہ انہوں نے خطابتی بے پناہ مصروفیات کے باوجود مقالات میں بھی خامہ فرسائی فرمائی۔ اور ان کے مقالات سامعین وقارئین پر اپنے انمٹ نقوش مرتب کرتے ہیں۔ مولانا کے یہ مقالات اگرچہ ادبی دنیا میں صف اول کے شہ پاروں میں تو جگہ نہیں پاسکتے تاہم بے لاگ نقادوں کو ان کی علمی وادبی اہمیت تسلیم کیے بغیر چارہ بھی نہیں، یہ مقالات اہل علم واہل قلم سے تادیر خراج تحسین وصول کرتے رہیں گے۔

خدمت اسلام بالخصوص تبلیغ دین کے حوالے سے مولانا کے یہ مقالات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ان کے بعض مقالات تو مرزائیت کے متعلق ہیں جن میں انکی اسلام دشمن سرگرمیوں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔ ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف جب قادیانیوں نے واویلا کیا اور عدالتی چارہ جوئی کی تو عدالت میں مسلمانوں کی نمائندگی میں حضرت چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے "قادیانی مسئلہ" کے عنوان پر ایک وقیع علمی مقالہ لکھا اور علامہ خالد محمود مدظلہ العالی نے نظر ثانی فرمائی۔ دوران اسیری حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے پڑھا اور شائع کرنے کا مشورہ دیا۔

مرزائیوں کے یہودیوں کے ساتھ گہرے روابط ہیں اور دونوں کے ڈانڈے آپس میں

ملتے ہیں۔ اس موضوع پر مولانا نے "اسرائیل میں قادیانی مشن" کے عنوان سے بڑا جاندار مقالہ تحریر کیا ہے۔ مولانا نے اپنے ایک مقالے میں اپنے محبوب ترین استاذ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا تفصیلی تذکرہ فرمایا۔ 1995ء میں لندن کے اندر مرزا طاہر کے چیلنج مباہلہ کو قبول کرتے ہوئے اسے شکست سے دوچار کیا تو اس عظیم فتح پر حضرت نے ایک یادگار مقالہ لکھا۔ اسی طرح قادیانیوں کے ایک اہم مغالطہ "خسوف وکسوف" کے متعلق بھی ایک شاندار رسالہ تحریر فرمایا۔

مولانا کا قرآن اور ختم نبوت کے موضوع پر مقالہ بھی فی الواقع ایک تحقیقی شہ پارہ ہے۔ یہ مقالہ مولانا نے حرم پاک میں سپرد قلم کیا مقام کی مناسبت سے مقالہ کی اہمیت دوچند ہوگئی ہے۔

الغرض مولانا نے مختلف موضوعات پر مقالات تحریر کئے ہیں۔ جو خدمت اسلام کے ناطے تاریخ کے اوراق میں محفوظ رہنے کے قابل ہیں۔ ذیل میں مولانا کے چند مقالات حوالہ جات کی تخریج اور مراجعت کے بعد نذر قارئین کئے جارہے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر ان کی افادیت کے بارے میں باآسانی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔

میں ان مقالات کی ترتیب میں حضرت استاذیم صاحبزادہ مولانا محمد الیاس چنیوٹی، استاذیم مولانا مشتاق احمد استاذیم مولانا مفتی طاہر مسعود صاحب مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم سرگودھا' حضرت مولانا محمد ثناء اللہ چنیوٹی، حضرت مولانا محمد بدر عالم چنیوٹی، برادر مکرم بلال احمد صاحب، احمد علی مہتمم مکتبہ المیزان کے رئیس عمومی محمد ادریس اعوان اور محمد شاہد عادل اعوان اور دیگر معاونین کے تعاون کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں۔ حق تعالیٰ شانہٗ انہیں دارین میں جزائے خیر نصیب فرمائے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس مجموعہ کو قبول کر کے نافع فرمائیں اور حضرت استاذیم مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے صدقہ جاریہ بنائیں۔ (آمین)

محبوب احمد

عقیدہ ختم نبوت اور مرزا قادیانی

عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور مرزا قادیانی

عقیدہ ختم نبوت اسلام کا ایک متفقہ، اصولی، اساسی اور بنیادی عقیدہ ہے۔ اور سلف وخلف نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ سب سے اول نبی حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ

"دعوی النبوة بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع" [1]

"یعنی ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ باجماع امت کفر ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء یعنی آخر الانبیاء ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کے بعد آخری نبی ماننا ضروریات دین اور عقائد اسلام میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کفر و ضلالت ہے۔ اور جو شقی ازلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے وہ مردود باجماع امت محمدیہ از روئے دلائل قطعیہ کافر، دائرہ اسلام سے خارج، مرتد، واجب القتل اور جہنمی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جھوٹے نبی پیدا ہوئے۔ جن میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جو ہندوستان کے صوبہ مشرقی پنجاب کے ایک قصبہ قادیان میں ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ [2]

یہ جس خاندان کا چشم و چراغ تھا وہ انگریز کا ایک مشہور وفادار خاندان تھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب میں بڑے فخر سے اپنے والد کی خدمات کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ بیان کرتا ہے۔

"سن ستاون (۵۷) کے مفسدہ میں جب کہ بدتمیز لوگوں نے اپنی محسن گورنمنٹ کا مقابلہ کر کے ملک میں شور ڈال دیا۔ تب میرے والد بزرگوار نے پچاس گھوڑے

---

[1] شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲ طبع دہلی

[2] کتاب البریہ ص ۱۵۹ حاشیہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۷۷

اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بہم پہنچا کر گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کیے اور پھر ایک دفعہ چودہ سوار سے خدمت گزاری کی۔ اور انہی مخلصانہ خدمات کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں ہر دلعزیز ہو گئے۔ چنانچہ جناب گورنر جنرل کے دربار میں عزت کے ساتھ ان کو کرسی ملتی تھی۔ اور ہر ایک درجہ کے حکام انگریزی بڑی عزت اور دلجوئی سے پیش آتے تھے۔'' ۱

ہندوستان پر انگریزوں کو غاصبانہ قبضہ جمانے کے بعد ضرورت تھی کہ وہ اپنے قدم مستحکم کرتا اور اپنے تسلط کو طول دیتا۔ وہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد سے خائف تھا۔ اسے ضرورت تھی کہ جہاد کے فریضہ کو منسوخ قرار دیا جائے۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم ہو جائے جہاد ایک فریضہ ربانی ہے۔ اس کی تنسیخ سوائے پیغمبر اور مسیح موعود کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اس کام کے لئے انگریز کی نظر انتخاب اس وفادار خاندان پر پڑی۔ اور اس خدمت کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا گیا۔ مرزا قادیانی نے یہ مراحل تدریجاً طے کئے۔ پہلے پہلے تو مسلمانوں میں مبلغ اسلام اور مناظر اسلام کے روپ میں تعارف کرایا۔ جب اس طرح خوب تعارف ہو گیا۔ تو پھر چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ کیونکہ حدیث کے مطابق ہر ایک صدی میں ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔

پھر یہ دعویٰ کیا کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے۔ اور آخری صدی کا مجدد ہی مہدی اور مسیح ہوگا۔ اور مہدی اور مسیح دونوں ایک شخصیت کے دو صفاتی نام ہیں۔ لہٰذا میں ہی مہدی موعود اور مسیح موعود ہوں۔ اب مسیح موعود تو نبی اللہ ہوگا۔ لہٰذا میں نبی بھی ہوں۔ اور چونکہ مسیح کے زمانہ میں جہاد ختم ہو جائیگا۔ کیونکہ تمام کافر ملتیں ختم ہو جائیں گی اور پوری دنیا میں ایک ملت اسلام ہی باقی رہ جائیگی۔ جب کافر ہی نہیں ہوگا تو جہاد کس سے ہوگا۔

اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا قادیانی نے تنسیخ جہاد اور حرمت جہاد کا اعلان کر دیا اور بڑے فخر سے اپنی کتب میں ذکر کیا کہ میں نے حرمت جہاد کے سلسلہ میں اس قدر کتب اور رسائل تحریر کئے ہیں کہ:

---

۱ شہادۃ القرآن ص ۸۲، روحانی خزائن جلد ۶ ص ۳۷۸

"ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں"۔ ؎۱

اور اپنی امت کو حکم دیا کہ وہ یہ کتب تمام عالم اسلام میں پھیلا ئیں حتی کہ مرزا اسا: مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں بھی وہ کتب بھجوا دیں کہ جہاد حرام ہے اور یہ حرامی لوگوں کا کام ہے چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

"آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے۔ اور ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے۔ اسی روز سے اسکو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانے میں جہاد قطعاً حرام ہے۔"

کیونکہ مسیح آچکا خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے۔ ؎۲

اور یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے۔ کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا میں کوئی مسلمان اس کی نظیر نہیں دکھلا سکتا۔ یہی غرض انگریز کی تھی۔ اسے پورا کرنے کے لئے انگریز نے اسے استعمال کیا۔ جس کا مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اعتراف کیا کہ مجھے اللہ تعالی نے انگریز کے نیک مقاصد کو پورا کرنے کیلئے بھیجا ہے۔ اور میں انگریز کا لگایا ہوا خود کاشتہ پودا ہوں۔ ؎۳

اسی طرح اس نے مذہب کا روپ دھار کر اساسی طور پر انگریز کی خدمت کی۔ اور اس نے مسلمانوں کے خلاف انگریز کی ایجنٹی کا کام کیا۔ لیکن وہ عام مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد کو ختم نہ کر سکا۔ جہاد کا فریضہ اب بھی جاری ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق:

اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

؎۱ تریاق القلوب ص۱۵، روحانی خزائن ص۱۵۵ ج۱۵
؎۲ مجموعہ اشتہارات ص۱۸ ج۳
؎۳ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ ص۱۴، ضمیمہ ص۲۹ جلد ۱۷

"جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔"

جس کی زندہ و تابندہ مثال افغانی مسلمانوں کا جہاد ہے۔ جس سے انہوں نے روس جیسی سپر طاقت کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کر دیا ہے۔ مرزا قادیانی کی تکذیب کے لئے افغانی جہاد کی یہ تازہ مثال ہی کافی ہے۔ اگر مرزا قادیانی سچا مسیح موعود ہوتا تو آج یہ جہاد نہ ہوتا۔

مرزا قادیانی کے اس پس منظر کے بعد میں عقیدہ ختم نبوت کی اسلام میں اہمیت پر تھوڑی سی روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کا ایسا بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے۔ جس پر اسلام کی ساری بنیاد کھڑی ہے۔ اگر یہ عقیدہ ختم ہو جائے تو دین اسلام محفوظ نہیں رہ سکتا۔ دین اسلام کا تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں مضمر ہے۔ خدانخواستہ اگر یہ عقیدہ ختم ہو جائے اور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی تسلیم کر لیا جائے تو شریعت کے جس حکم کو چاہے منسوخ اور ختم کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ مرزا قادیانی نے جہاد کو منسوخ قرار دے دیا۔ اور ایران کے بہاؤ اللہ ایرانی نے پورا دین اسلام منسوخ قرار دیا اور اپنا نیا دین، دین بہائی اور نئی شریعت کا اعلان کیا۔ کیونکہ جس کو نبی تسلیم کر لیا جائے تو اس کی ہر بات کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے اگر حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو کوئی نبی تسلیم کر لے تو پھر اس کی ہر بات کو بھی درست ماننا پڑتا ہے۔ اس سے دین کا تحفظ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ ہی میں مضمر اور منحصر ہے۔ اسلام کے اس عظیم عقیدہ کے تحفظ کیلئے خلیفہ اول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک عظیم قربانی دی ہے۔ بارہ صد (1200) صحابہ کرام اور تابعین عظام جن میں تقریباً چھ صد (600) قرآن کریم کے حافظ تھے جو اس مشن پر شہید ہو گئے۔ ؎

اور بدری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بڑی عظمت اور شان والے تھے ان میں سے بھی بہت سے اس عقیدہ کے تحفظ میں شہید ہوئے۔ قرآن کریم میں اس عقیدہ کی وضاحت کے لیے ایک سو (100) سے زائد آیات موجود ہیں۔ اور دو صد (200) سے زائد احادیث نبویہ میں اس عقیدہ کی ہر اعتبار سے وضاحت کی گئی ہے کہ امت کا اس پر اجماع چلا آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے۔ یا وحی کا دعویٰ کرے وہ کافر و مرتد اور دائرہ

؎ تاریخ ابن جریر طبری ص ۲۵۶ ج ۳ مصر

اسلام سے خارج ہے۔ حتی کہ امام اعظم ابوحنیفہ کا یہ فتویٰ موجود ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو جو اس سے نبوت کی دلیل طلب کرے وہ بھی کافر ہے۔

چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مَنْ طَلَبَ مِنْهُ عَلَامَةً فَقَدْ كَفَرَ۔ [1]

''یعنی جس نے مدعی نبوت سے معجزہ طلب کیا وہ بھی کافر ہو گیا۔''

اسی طرح امام عبدالرشید بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ولو ادّعیٰ رجل النبوة وطلب رجل المعجزة قال بعضهم یکفر وقال بعضهم ان کان غرضه اظهار عجزه وافتضاحه لا یکفر۔ [2]

''یعنی اگر کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے اس سے معجزہ طلب کیا تو بعض فقہاء کے نزدیک یہ طالب معجزہ بھی مطلقاً کافر ہو جائیگا۔ اور بعض نے یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اگر اس نے اسے عاجز اور رسوا کرنے کیلئے معجزہ طلب کیا تھا تو یہ کافر نہ ہوگا۔''

نیز حضرت شیخ ابو شکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من ادّعی النبوة فی زماننا فانهٗ یصیر کافرا ومن طلب منه المعجزات لانهٗ لاشك فی النص۔ [3]

''یعنی جو شخص ہمارے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کرے وہ کافر ہو جائیگا۔ اور جو شخص اس سے معجزہ طلب کرے وہ بھی کافر ہو جائیگا۔ کیونکہ قرآن مجید کی نص قطعی میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔''

کیونکہ دلیل طلب کرنا بھی شک کی علامت ہے۔ جیسا کہ کوئی انسان خدا نہیں ہو سکتا اور خدا کے دعویدار سے دلیل طلب کرنا کفر ہے۔ اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

[1] مسلک نجات ص ۲۶

[2] خلاصۃ الفتاویٰ منقول از ختم نبوت کامل ص ۳۲۲۔ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ

[3] خلاصۃ الفتاویٰ منقول از ختم نبوت کامل۔ ص ۳۲۸۔ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ

بعد کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ اور جو مدعی نبوت سے دلیل طلب کرے وہ بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ اس سے آپ ختم نبوت کے عقیدہ کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اسلام کے اس اساسی عقیدہ کی حفاظت جو کہ پورے دین کی روح اور جان ہے ہر مسلمان کا فرض ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی قیمتی جانیں دے کر اس کا تحفظ کیا ہے۔ آج یہ ختم نبوت کے باغی، چور اور ڈاکو پوری دنیا میں پھیل رہے ہیں اور سادہ لوح مسلمانوں کی متاع ایمانی کو لوٹ رہے ہیں تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ میدان میں نکلیں اپنی جانیں اور مال وقف کریں اور ختم نبوت کے عقیدہ کا تحفظ کریں۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو اس گمراہی اور کفر سے محفوظ رکھنے کی سعی کریں ورنہ قیامت کے روز ان کا کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیش ہونگے اور کہیں گے کہ ہم نے تو اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے ختم نبوت کے عقیدے کا تحفظ کیا لیکن ان چودہویں اور پندرہویں صدی کے مسلمانوں سے پوچھا جائے کہ انہوں نے اس عقیدہ کے تحفظ کے لئے کیا قربانی دی ہے؟ جبکہ مرزا قادیانی جھوٹے نبی کے امتی اپنے باطل مذہب کی اشاعت کے لئے اپنے مال اور جانیں وقف کر رہے ہیں۔ اسرائیل برطانیہ اور امریکہ جیسے دشمنان اسلام ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں اور ان کے تعاون سے یہ ملت اسلامیہ کی تکفیر کر رہے ہیں۔ اور ان دشمنان اسلام کی آلہ کاری اور ایجنٹی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

قبل ازیں کہ میں فتنہ کی روک تھام کیلئے چند تجاویز پیش کروں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو ان کے چند موٹے موٹے کفریات کی نشاندہی کردوں۔ کیونکہ اکثر سادہ لوح مسلمان ان کے ظاہر اعمال کو دیکھ کر انہیں مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ کلمہ پڑھتے ہیں، قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھتے ہیں، مساجد تعمیر کرتے ہیں، قرآن کریم چھپواتے ہیں اور بڑے رفاہی کام کرتے ہیں۔

لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ وہ اور اس کے پیروکار بھی یہی کلمہ اسلام کا پڑھتے تھے، اذان اور اقامت بھی یہی تھی، مساجد بھی بناتے تھے اور قبلہ رو ہو کر نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ مدینہ منورہ کے قریب قبا بستی میں حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جن منافقین نے مسجد ضرار بنائی تھی وہ بھی یہی کلمہ پڑھتے تھے۔ قبلہ کی طرف منہ کر

کے نمازیں بھی پڑھتے تھے اذانیں بھی اسی طرح دیتے تھے لیکن ان کلمہ پڑھنے اور مسجد بنانے والوں کو قرآن کریم نے منافق قرار دیا۔ اور ان کی بنائی ہوئی مسجد کو منہدم کرا کر اس کا نام ونشان مٹا دیا گیا۔ دور اول میں یہ مثالیں موجود ہیں لہٰذا ان کے کلمہ، نماز اور مساجد بنانے سے کسی کو یہ دھوکہ نہیں ہونا چاہیے۔ چنانچہ ان کے موٹے موٹے کفریات درج ذیل ہیں:

۱) عقیدہ ختم نبوت کا انکار

۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بن باپ کا انکار

۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی اور دنیا میں دوبارہ آنے کے اجماعی عقیدے سے انکار

۴) معجزات انبیا کا انکار

۵) انبیاء، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صلحاء امت کی توہین

۶) حرمت جہاد

۷) جمیع مسلمان جو مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لاتے، انکی تکفیر

یہ چند اہم وجوہات ہیں ورنہ ان کے کفر کے اور بھی کئی اسباب ہیں۔ جو ان کی کتب میں موجود ہیں۔

عقیدہ ختم نبوت کا انکار:

(۱) میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف اور خدا تعالیٰ کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کے کلام پر یقین کرتا ہوں۔ [۱]

(۲) اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔ [۲]

---

[۱] حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱ رخ ص ۲۲۰ ج ۲۲ [۲] تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸ رخ خزائن ص ۵۰۳ ج ۲۲

(۳) ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ [1]

(۴) پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی۔ کیونکہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود رہی۔ [2]

(۵) محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحمآء بینھم ط

"اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا اور رسول بھی۔" [3]

(۶) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ [4]

(۷) ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ [5]

(۸) جو شخص میری پیروی نہیں کریگا اور میری بیعت میں داخل نہیں ہوگا اور میرا مخالف رہے گا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ [6]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بن باپ کا انکار

کہ مریم کو ہیکل کی نذر کر دیا گیا تا کہ وہ ہمیشہ بیت المقدس کی خادمہ ہو اور تمام عمر خدمت کرے۔ لیکن جب چھ سات مہینے کا حمل نمایاں ہو گیا تب حمل کی حالت میں ہی قوم کے بزرگوں نے مریم کا یوسف نامی نجار سے نکاح کر دیا اور اس کے گھر جاتے ہی ایک دو ماہ کے بعد مریم کے

---

[1] اربعین نمبر ۴ ص ۶ رخ خزائن ص ۴۳۵ جلد ۱۷

[2] ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰ رخ ص ۲۱۴ ج ۱۸

[3] ایک غلطی کا ازالہ ص ۳ رخ ص ۲۰۷ ج ۱۸

[4] دافع البلاء ص ۱۱ رخ ص ۲۳۱ جلد ۱۸

[5] اخبار البدر، ۵ مارچ ۱۹۰۸ء

[6] تبلیغ رسالت ص ۲۷ جلد ۹ مجموعہ اشتہارات ص ۲۷۵ جلد ۳، تذکرہ ص ۳۳۲، ۳۳۳ کلمۃ الفصل ص ۱۲۹

ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ وہی عیسیٰ علیہ السلام یا یسوع کے نام سے موسوم ہوا۔ اس نکاح کی بہی وجہ تھی کہ قوم کے بزرگوں کو مریم کی نسبت ناجائز حمل کا شبہ پیدا ہو گیا۔ [1]

اور مریم علیہا کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔ گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توراۃ عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔ اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔ یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ کہ قابل اعتراض۔ [2]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع جسمانی اور دنیا میں دوبارہ آنے کے اجماعی عقیدہ سے انکار:

(۱) مگر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔ سو ہم نے اس خیال کا باطل ہونا اپنی کتاب "حمامۃ البشریٰ" میں بخوبی ثابت کر دیا ہے۔ اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ہم قرآن مجید میں بغیر وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اور کچھ ذکر نہیں پاتے۔ [3]

(۲) باقی عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ کے نزول کا مسئلہ تو یہ عیسائیوں کی مخترعات اور ایجادات میں سے ہے قرآن نے تو اسے وفات دے کر اسے مردوں کے ساتھ ملا دیا ہے۔

(۳) باقی عیسیٰ علیہ السلام کی واپسی اور انکی حیات کا عقیدہ عیسائیوں کی عبارت آرائی اور ان کی اختراع پردازی ہے اور مسلمانوں میں سے جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے کا گمان کرتے ہیں۔ لاریب انہوں نے حق کی پیروی نہیں کی بلکہ وہ گمراہی کی وادیوں میں سرگرداں ہیں۔ [4]

(۴) یہ کہنا کہ عیسیٰ (علیہ السلام) نہیں مرا سو بے ادبی اور شرک عظیم ہے جو نقش ورانے سے

---

[1] چشمہ مسیحی ص ۲۳، ۲۴، رخ خزائن ص ۳۵۵، ۳۵۶ جلد ۲۰

[2] کشتی نوح ص ۱۶ رخ ص ۱۸ جلد ۱۹

[3] نور الحق ص ۵۰ رخ ص ۶۹ ج ۸

[4] اعلان خطبہ الہامیہ ۲ رخ ص ۳ ج ۱۶

خلاف اور نیکیوں کو کھا جانے والی چیز ہے بلکہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرف وفات پا گیا اور اپنے اہل زمانہ کی طرح مر گیا۔ اور اس کی حیات کا عقیدہ مسلمانوں میں عیسائیوں سے آیا ہے۔ ا

(۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ ۲

توہین انبیاء علیہم السلام:

(۱) شیطانی کلمہ کا دخل انبیاء اور رسولوں کی وحی میں بھی ہو جاتا ہے۔ ۳

(۲) چار سو انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ ۴

(۳) پیشگوئی کی اصل حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم نہ تھی۔ ۵

(۴) یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن۔ ۶

(۵) مسیح کا چال چلن آپ کے نزدیک کیا تھا۔ بس کھاؤ، پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ ۷

(۶) افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں۔ اس کی نظیر کسی نبی میں پائی نہیں جاتی۔ ۸

(۷) آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی

ا حقیقۃ الوحی ص ۲۹ باب دستخط، رخ ص ۲۲۰ ج ۲۲

۲ آئینہ کمالات اسلام ص ۴۲۱،۴۲۷، رخ ص ۴۲۱،۴۲۷ ج ۵

۳ ازالہ اوہام ص ۶۲۸-۶۲۹ جلد دوم، رخ ص ۴۳۹ ج ۳

۴ ازالہ اوہام ص ۶۲۹ ج ۲، رخ ۴۳۹ ج ۳

۵ ازالہ اوہام ص ۶۸۶-۶۸۵ جلد دوم، رخ ص ۴۷۶ ج ۳

۶ ست بچن ص ۱۷۲ حاشیہ، رخ ص ۲۹۶ ج ۱۰

۷ نور القرآن نمبر ۲ ص ۱۲، رخ ص ۳۸۷ ج ۹، مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۳، ۲۴

۸ اعجاز احمدی ص ۲۵، رخ ص ۱۳۵ ج ۱۹

مناسبت درمیان ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کیسی چال چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ [1]

(۸) چوہڑا، بھنگی، چور، ڈاکو اور زانی بھی نبی ہو سکتا ہے۔ [2]

(۹) امام اپنا عزیزو۔ اس جہاں میں [3]
غلام احمد ہوا دارالامان میں
غلام احمد ہے عرش رب اکبر
مکاں اس کا ہے گویا لامکاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

(۱۰) حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تھا کیونکہ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے۔ اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت موعود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حاصل ہے۔ [4]

(۱۱) یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے۔ اور بڑے سے بڑا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔ حتی کہ اگر محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے۔ کیونکہ اگر روحانی ترقی کی تمام راہیں ہم پر بند ہیں تو پھر اسلام کا کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔ اور اس میں کوئی خوبی بھی نہیں کہ ایک کو بڑھا دیا جائے اور دوسروں کو بڑھنے نہ دیا جائے۔ [5]

(۱۲) اگر کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ کیا محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی شخص بڑا درجہ حاصل کر سکتا ہے تو میں کہا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس مقام کا دروازہ بھی بند نہیں کیا بلکہ ہم یہ کہتے

---

[1] ضمیمہ انجام آتھم ص ۵ حاشیہ، رخ ج ۱۱ ص ۲۹۰
[2] تریاق القلوب ص ۶۷، رخ ص ۲۷۹-۸۰ ج ۱۵
[3] اخبار البدر ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء [4] ریویو آف ریلیجنز، مئی ۱۹۲۹ء
[5] بیان مرزا محمود الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء ص ۵

ہیں کہ اگر محمد ﷺ سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے۔ [1]

(۱۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اگر کپڑے پر منی گرتی تھی تو ہم اس خشک شدہ منی کو جھاڑ دیتے تھے اور کپڑا انہیں دھوتے تھے۔ اور ایسے کنوئیں سے پانی پیتے تھے کہ جس میں حیض کے کپڑے پڑے تھے۔ ظاہری پاکیزگی سے معمولی حالت پر کفایت کرتے تھے اور عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھاتے تھے۔ حالانکہ مشہور تھا کہ اس میں سور کی چربی پڑتی ہے۔ [2]

توہین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فہم قرآن میں ناقص ہیں اور اس کی روایات پر محدثین کو اعتراض ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا۔ درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتے تھے۔ [3]

بعض کم تدبر کرنے والے صحابی جن کی روایت اچھی نہیں تھی جیسے ابو ہریرہؓ وہ اپنی غلط فہمی سے عیسیٰ موعود کے آنے کی پیشگوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آجائیں گے۔ [4]

میں وہی مہدی ہوں جس کی نسبت ابن سیرین سے سوال کیا گیا کہ کیا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درجہ پر ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا وہ تو بعض انبیاء سے بھی بہتر ہے۔ [5]

پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔ [6]

اور مجھ میں اور (حسین رضی اللہ عنہ) مجھ سے کچھ زیادہ نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارا حسین رضی اللہ عنہ دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا اور

---

[1] خطبہ مرزا محمود مندرجہ الفضل ۱۷ جون ۱۹۲۲ء ص ۸

[2] مرزا قادیانی کا ایک خط ۲۵ نومبر ۱۹۰۲ء مندرجہ الفضل ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء

[3] ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۴ رخ ص ۴۱۰ ج ۲۱ [4] حقیقۃ الوحی ص ۳۴ رخ ج ۲۲ ص ۳۶

[5] اشتہار "معیار الاخیار" در تبلیغ رسالت ص ۳۰ جلد ۹ و مجموعہ اشتہارات جلد ۳ ص ۲۷۸

[6] ملفوظات احمدیہ ج ۱ ص ۱۳۰ از مرزا قادیانی

ظاہر ہے۔پس اسلام پر یہ ایک مصیبت ہے کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔[1]

توہین علمائے کرام

اے بدذات فرقہ مولویاں تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئیگا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے اے ظالم مولویو!

تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلا یا۔[2]

دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔[3]

مجھے ایک کتاب کذاب (پیر مہر علی شاہ گولڑوی) کی طرف سے پہنچی ہے۔وہ کتاب بچھو کی طرح نیش زن، پس میں نے کہا اے گولڑہ کی زمین! تجھ پر لعنت ملعون ہوگئی پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔[4]

مسلمان جو مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لاتے، انکی تکفیر:

ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔[5]

جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ مجھے مفتری قرار دے کر مجھے کافر ٹھہراتا ہے اس لیے میری تکفیر کی وجہ سے آپ کافر بنتا ہے۔[6]

میری ان کتابوں کو ہر ایک مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے۔اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے سوائے کنجریوں کی اولاد کے۔[7]

---

1. اعجاز احمدی ص ۸۱، ۸۲، رخ ج ۱۹ ص ۱۹۳
2. انجام آتھم ص ۱۹، ۲۰ حاشیہ، رخ ج ۱۱ ص ۲۱
3. نجم الہدیٰ، رخ ج ۱۴ ص ۵۳
4. اعجاز احمدی ص ۷۵، رخ ج ۱۸ ص ۱۴۸
5. حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳، رخ ص ۱۶۷ ج ۲۲
6. حقیقۃ الوحی ص ۱۶۳ 7. آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷، ۵۴۸، رخ ص ۵۴۷ـ ۵۴۸

معجزات انبیاء علیہم السلام کا انکار:

اس سے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کوئی معجزہ نہیں ہوا محض فریب اور مکر تھا۔ ¹

پس ظاہر ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی معجزہ یہودیوں کو دکھلایا ہوتا تو ضرور وہ یہودیوں کی اس درخواست کے وقت ان معجزات کا حوالہ دیتے۔ ²

اگر آپ (علیہ السلام) سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ (علیہ السلام) کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ ³

مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا بلکہ آپ علیہ السلام نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں۔ اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا۔ ⁴

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ ⁵

حضرت مسیح علیہ السلام کی چڑیاں باوجود یہ کہ معجزہ کے طور پر انکا پرواز کرنا قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھے۔ ⁶

☆☆☆

---

¹ چشمہ مسیحی ص ۱۱ رخ ص ۳۴۳ ج ۲۰

² چشمہ مسیح ص ۱۰ حاشیہ رخ ص ۳۴۴ ج ۲۰

³ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ رخ ص ۲۹۱ ج ۱۱

⁴ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ حاشیہ رخ ص ۲۹۰ ج ۱۱

⁵ ازالہ اوہام ص ۳۰۷ حاشیہ جلد ا رخ ص ۲۵۶ ج ۳

⁶ آئینہ کمالات اسلام ص ۶۸ رخ ص ۶۸ ج ۵

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید
بسم اللہ الرحمن الرحیم
ما كان محمد ابا احد من رجالكم
ولكن رسول الله وخاتم النبيين
محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر
Muhammad is not the father of any one of your men, but the Messenger of ALLAH (God) and the Seal upon all the Prophets.
قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
انا خاتم النبيين لا نبي بعدي
میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

ختم نبوت
اور
قرآن مجید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن اور ختم نبوۃ

ختم نبوت دین کا وہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے جس پر پورے دین کی حفاظت اور بقاء کا انحصار ہے۔ اگر عقیدہ ختم نبوت محفوظ ہے تو دین محفوظ ہے اگر یہ عقیدہ ٹوٹ جائے اور حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی تسلیم کر لیا جائے تو وہ دین کے کسی ایک جزو کو منسوخ کر دے۔ جیسے مرزا قادیانی نے جہاد کو منسوخ کر دیا یا پورے دین کو منسوخ کر کے نیا دین پیش کر دے جیسے "بہاء اللہ ایرانی" جس نے پورا دین اسلام منسوخ کر کے اپنے متبعین کو نیا دین "دین بہاء" دیا ہے تو اس نبی کے متبعین کو یہ ماننا پڑتا ہے۔ اگر پورے دین کو جسم سے تشبیہ دی جائے تو ختم نبوت کا عقیدہ اس کے بقاء اور تحفظ کے لئے روح کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے اسی عقیدہ کی تشریح و توضیح ایک سو سے زائد آیات میں مختلف طرق و اسالیب سے کی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی کتاب "ختم نبوۃ کامل" کے پہلے حصہ میں ایک صد آیات اس عقیدہ کی وضاحت میں پیش کی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ان تمام آیات کا احاطہ کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے احباب سے التماس ہے کہ وہ مفتی صاحب کی کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

دعائے خلیل علیہ السلام و نوید مسیح علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ کے پیارے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام جب خانہ کعبہ (خدا کے گھر) کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس گھر کی آبادی کے لئے اللہ تعالیٰ سے ایک عظیم الشان رسول کی درخواست کی جو اس گھر کے آباد کرنے والا ہو۔ اللہ نے درخواست قبول فرمائی۔ اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل ذبیح اللہ شامل تھے۔ اس لیے اس رسول عظیم کو حضرت اسماعیل کی اولاد میں مقرر فرمایا۔ اور چونکہ انہوں نے ایک ہی رسول کا سوال کیا تھا اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کوئی نبی و رسول نہ ہوا۔ جس قدر نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم سے پہلے بھیجے تھے وہ تمام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے مبعوث فرمائے۔ کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام اس دعا میں شریک نہ تھے۔ اور جب اس سلسلہ کے آخری پیغمبر کو مبعوث فرمایا ان کے لئے ایسے رسول کا انتخاب کیا جن کا نہ باپ تھا اور نہ ہی کوئی بیٹا۔ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اگر ان کا بیٹا ہوتا تو ان کی اولاد کے متعلق رسول بننے کا سوال پیدا ہو سکتا تھا۔ اور جب بنی اسرائیل سلسلہ کے آخری رسول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کی زبان پاک سے حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا ان الفاظ میں اعلان کرا دیا۔

”ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد“ (الصف: ۶)

کہ میں اس رسول عظیم کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا وعدہ کتب سابقہ میں ہوتا رہا کہ وہ میرے بعد تشریف لانے والے ہیں۔ اور ان کا نام نامی اسم گرامی ”احمد“ صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔

چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں آیتوں کی روشنی میں یوں ارشاد فرمایا کہ:

انا دعوۃ ابراهیم و بشارۃ عیسیٰ (الحدیث) [1]

کہ میرے جدِ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس عظیم رسول کی دعا فرمائی اور جس آخری رسول کی میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی، وہ میں ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیت:

”مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا“ (احزاب: ۴۰)

نازل فرما کر سلسلہ نبوت و رسالت کو آپ صلی اللہ علیہ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم فرما دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد ربانی کی وضاحت میں دو صد سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ جن میں آپ صلی اللہ علیہ نے بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ سلسلہ ختم نبوت و رسالت کے خاتمہ اور اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت میں بڑی صراحت سے ارشاد فرمایا کہ:

---

[1] کنز العمال جلد نمبر ۱۱ ص ۳۸۴، حدیث نمبر ۳۱۸۳۳ مطبوعہ بیروت

ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت رسول بعدی ولا نبی بعدی۔[1]

آپؐ حدیث میں ایک مکان کی تشبیہ دے کر فرمایا کہ قصر نبوت مکمل ہو گیا اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی۔

تلک اللبنۃ[2]

کہ اب قصر نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں قصر نبوت اب مکمل ہو چکا ہے۔ ہاں میرے بعد میری امت میں سے کئی کذاب، دجال پیدا ہونگے۔ جو میرے بعد نبوت کا دعویٰ کرینگے۔

لیکن یاد رکھنا کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کی ہمہ گیری اور وسعت سے ختم نبوت کا ثبوت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے وہ صرف اپنی ایک ایک قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔

مثالیں: ﴿وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا﴾

﴿واذقَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ﴾

(الصف: ۶)

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ اسلوب بدل دیا اور بڑی وضاحت کے ساتھ حکم فرمایا:

قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا۔ (الاعراف: ۱۵)

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

"وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا" (سبا: ۲۸)

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء: ۱۰۷)

یہ شان کسی اور پیغمبر کی نہیں ہے۔ جس طرح خود اللہ تعالیٰ اِلٰهِ النَّاسِ۔ مَلِکِ النَّاسِ۔ رَبِّ النَّاسِ۔

---

[1] ترمذی ص ۵۱ جلد دوم [2] بخاری شریف ص ۵۰۱ جلد ۱

اسی طرح حضور اکرم تاجدار انبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم "رسول للناس" ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ تو "کافۃ" کی تاکید بھی شامل فرمادی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا الٰہ، مالک، رب ہے۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تمام لوگوں کے لئے رسول ہیں۔ اب جو بھی اپنے آپ کو الناس میں شامل سمجھتا ہے اس کے لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی اور رسول ہیں۔ اور قیامت تک آنے والے الناس (لوگوں) کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی رسالت پر ایمان لانا معتبر ہے۔ ہاں جو الناس میں شامل نہ ہو تو بقول امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ "جو بندے کا تخم ہے اس کے لئے میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔ ہاں جو بندے کا تخم نہ ہو وہ کسی اور کو نبی بنالے اسکی مرضی"

تکمیل دین اور ختم نبوت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت ایک اور انداز سے بھی واضح فرمادی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ۔﴾ (المائدة: ۳)

انسانیت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ شریعت کی تکمیل ہوتی رہی۔ یہ آنے والے رسول اور نبی کے ذریعے زمانہ اور حالات کے مطابق سابقہ شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ جاری تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کے رخصت ہونے سے چند ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عظیم اور تاریخی اجتماع میں یہ اعلان کرا دیا کہ اب دین و شریعت مکمل ہو چکے ہیں۔ اب اس میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی گنجائش اور ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ تکمیل دین کا اعلان ہی ختم نبوت کا اعلان ہے۔ دین میں ترمیم و تنسیخ تو انبیاء کے ذریعہ سے ہی ہوتی تھی۔ اب جب دین مکمل ہو گیا تو قیامت تک اس میں کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت نہ رہی تو نبی کے آنے کا مقصد ہی پورا ہو گیا۔

قرآن کریم کی حفاظت اور ختم نبوت:

دین کی تکمیل کی بشارت کے ساتھ ساتھ دین کی اساس و بنیاد قرآن کریم جو نبی نوع انسان کے لئے آخری پیغام ہدایت ہے اس کی حفاظت کے لئے"

﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ (الحجر: ۹)

کا اعلان فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حفاظت کی گارنٹی دے دی۔ پہلی شریعتوں میں ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ اور انسانی تحریف و تغیر کا سلسلہ بھی چل رہا تھا۔ انبیاء و رسل کے ذریعے شریعت میں ترمیم و تنسیخ اور اصلاح کا کام لیا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کرنا تھا تو حفاظت کا ذمہ خود لے لیا کہ قیامت تک اس آخری کتاب ہدایت میں نہ تو ترمیم و تنسیخ ہوگی اور نہ ہی اس میں انسانی تصرف سے کسی قسم کی تغیر و تحریف ہو سکے گی۔ ورنہ پہلی کتب سماوی بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل ہوئیں تھیں ان میں سے کسی کی حفاظت کا ذمہ خود خدا تعالیٰ نے نہیں لیا کیونکہ نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے ضرورت نہ تھی۔

امت محمدیہ کی خصوصیت، دعوت و تبلیغ:

انبیاء علیہم السلام کا سب سے اہم فریضہ دعوت و تبلیغ تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا خاصہ قرار پایا۔ ارشاد ربانی ہوا:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ، تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

اگر سلسلہ نبوت جاری رہتا تو یہ دعوت الی اللہ کا عمل جو انبیاء علیہم السلام کا خاصہ تھا اس امت کے ذمہ نہ لگایا جاتا۔ بلکہ یہ فرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام ہی سرانجام دیتے رہتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت دعوت و امت اجابت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو امتیں ہیں۔

(۱) ایک امت اجابت:

جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی۔

قرآن کریم میں امت اجابت کو جہاں کہیں بھی خطاب کیا گیا یا انہیں کوئی حکم دیا گیا تو

﴿یا ایھا الذین امنوا﴾ کے ساتھ جیسے:

﴿یا ایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام﴾

﴿یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ﴾

﴿یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم الخ.........غیر ذالک﴾

(۲) دوسری امت دعوت:

جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان واسلام کی دعوت دی۔ امت دعوت کو

یا ایھا الناس ----- کا خطاب فرما کر آئندہ نبوت و رسالت کا ذکر فرمایا ہو۔ قادیانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت و رسالت جاری ہونے کا جن آیات سے استدلال کرتے ہیں وہ محض ان کا دجل وفریب اور دھوکہ ہے۔ وہ تمام آیات وہ ہیں جن میں پچھلی امتوں سے رسولوں کے آنے کے وعدے کیے گئے ہیں۔ جیسے ﴿یا بنی ادم اما یاتینکم رسل منکم﴾ وغیرہ اس آیت کے سیاق وسباق کا مطالعہ فرمائیں تو واضح ہو جائیگا کہ یہ خطاب حضور خاتم الانبیاء کی امت اجابت یا امت دعوت کا نہیں ہے بلکہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے تذکرہ میں آئی ہے کہ ان دونوں کو زمین پر اتار دیا گیا۔ تو ان سے ہونے والی اولاد کو یا بنی آدم کے صیغہ سے خطاب کر کے احکام دیے گئے۔ ہم بلا خوف تردید قادیانی امت کو چیلنج دیتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں ایک آیت ایسی دکھا دیں جس میں آپ ﷺ کی امت اجابت کو

یا ایھا الذین امنو

سے خطاب کر کے یا آپ کی امت دعوت کو

یا ایھا الناس

سے خطاب فرما کر آئندہ انبیاء یا رسل کے آنے کا ذکر ہو ہم ہر آیت پر مبلغ دس ہزار روپیہ انعام پیش کریں گے۔

ختم نبوت پر قرآن کی ایک دلیل:

مضمون ختم کرنے سے قبل راقم قارئین کرام کی توجہ (ختم نبوت پر سو قرآنی آیات میں سے

سب سے پہلی آیت جو پہلے پارے کے پہلے صفحہ پر ہے) مبذول کرانا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی بھٹکی ہوئی روح کو اس سے ہدایت ہو جائے۔ راقم اکثر اس آیت کا درس دیتا رہتا ہے اور بعد درس متعدد جھوٹی نبوت کے گرفتار راہ ہدایت پا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم کی ابتداء میں کامیاب اور فلاح پانے والے مومنین کی چند شرائط کا ذکر فرمایا ہے۔ ان شرائط میں ایک شرط یہ بیان فرمائی۔

﴿وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ﴾ (البقرۃ: ۴)

کہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہونے والے وہ مومن ہیں جو دو وحیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ ایک وہ وحی جو آپ کی طرف نازل کی گئی، دوسری وہ وحی جو آپؐ سے پہلے نازل کی گئی۔ ان مومنین کے لئے دو سندیں عطا فرمائیں۔ ایک

﴿اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ﴾ (البقرۃ: ۵)

کہ یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور دوسری

﴿اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ کہ یہی کامیاب ہیں۔

اس آیت سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ہدایت اور کامیابی دو وحیوں پر ایمان لانے میں منحصر ہے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہ ہوتی اور آپؐ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا جس پہ وحی نازل ہوتی اور اس وحی پر ایمان لانا ضروری ہوتا تو

من قبلك ----- کے ساتھ ----- من بعدك ------ بھی ذکر ہوتا۔

کہ جو وحی آپؐ کے بعد نازل ہو گی۔ اس پر بھی ایمان لانا نجات کے لئے ضروری ہے۔ آپؐ سے پہلے جو وحی نازل ہو چکی ہے وہ آج اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے اور وہ قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد منسوخ بھی ہو چکی ہے۔

مِنْ قَبْلِکَ

اس کے باوجود اس کا ذکر قرآن مجید میں اکتیس (۳۱) دفعہ آیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس وحی سے امت محمدیہ کو سابقہ پڑتا تھا اور انہیں اسکی ضرورت ہے اس کا پورے قرآن میں ایک مرتبہ بھی ذکر نہیں آیا۔

مِنْ قَبْلِكَ ------ تو اکتیس (۳۱) دفعہ ہے۔ اور --- --- مِنْ بَعْدِكَ
ایک مرتبہ بھی نہیں آیا۔ حالانکہ مرزا قادیانی دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر جو وحی نبوت نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن مجید کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری وحی کو نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند مدار نجات ٹھہرایا ہے۔

اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرزا قادیانی نبی ہوتا اور اس کی وحی پر ایمان لانا بھی پچھلی دونوں وحیوں کی طرح ضروری ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ:

مِنْ قَبْلِكَ ----- کے ساتھ یا تو ----- مِنْ بَعْدِكَ
ذکر فرماتے کہ اے پیغمبر جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نازل ہوئی (جیسا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے) اس پر بھی جو ایمان لائیں گے وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوں گے۔ یا پھر دو وحیوں کے ذکر کے بعد اگر مرزا قادیانی کی وحی پر ایمان لانا ضروری تھا۔ تو

﴿اولٰئک علیٰ هُدًی من ربهم و اولٰئک هُمُ المفلحُوْن﴾

کی دوسندیں عطا نہ فرماتا۔ اب قرآن کریم تو صاف صاف فرماتا ہے کہ دو وحیوں پر ایمان لانے والے ہدایت یافتہ ہیں اور کامیاب ہیں مرزا قادیانی کہتا ہے کہ باوجود ان دو وحیوں پر ایمان لانے کے کوئی مسلمان اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا جب تک میری بیعت نہ کرے اور میری وحی پر ایمان نہ لائے۔ اب فیصلہ قارئین کرام پر ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے پاک کلام کو سچا سمجھا جائے یا مرزا قادیانی کو؟

فقط الراقم: منظور احمد چنیوٹی

حال وارد مکہ مکرمہ

۹ بجے شب مسجد الحرام، امام میزاب رحمت

مورخہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۴۰۴ھ / ۱۸ ستمبر ۱۹۸۴ء

☆☆☆

---

1 اربعین نمبر ۴ صفحہ ۷ حاشیہ، خ ص ۴۳۵ ج ۱۷

مقدمہ
کتاب چراغ ہدایت

مقدمہ

کتاب سے پہلے مؤلف کتاب کا تعارف ضروری ہے۔ مؤلف کتاب حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے کچھ عرصہ بعد گوجرانوالہ میں درس و تدریس کی خدمت شروع کی جو آخر تک جاری رہی۔ پہلے مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ میں پھر مدرسہ عربیہ کے نام سے مسجد اہلیاں پیرون کھیالی گیٹ میں یہ سلسلہ تدریس جاری رہا۔ اب چند سال سے یہ مدرسہ جی ٹی روڈ پر جامعہ عربیہ کے نام سے ایک مستقل اور جدید عمارت میں منتقل ہو گیا ہے۔ مؤلف موصوف محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر شاگرد تھے جنہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ترمذی شریف پر تقریر عربی زبان میں نوٹ فرمائی۔ آپ نے جب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کی تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر ان الفاظ میں خراج تحسین پیش فرمایا کہ:

> ''مجھے افسوس ہے کہ اگر یہ علم ہوتا کہ میرے درس میں ایسے قابل شاگرد بھی ہیں تو میں اپنے درس میں اور زیادہ علمی نکات پیش کرتا۔''

چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر ثانی سے استاد صاحب کے جمع کردہ وہ امالی (نوٹس) العرف الشذی کے نام سے شائع ہوئے اور آج ترمذی پڑھانے والا کوئی استاذ بھی ہو اس سے مستغنی ہو اور اسے مطالعہ میں نہ رکھتا ہو۔ حضرت استاذ کی علمی حیثیت کے لیے یہ جاننا کافی ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب ترجمہ قرآن لکھا اور اس پر ربط آیات اور تفسیری حواشی تحریر فرمائے تو جن علماء سے آپ نے اس تفسیری خدمت کی تصدیق حاصل کی ان میں حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ کا نام بھی سب سے نمایاں ہے۔ رد قادیانیت کی آپ کو جنون کی حد تک لگن تھی اور یہ جذبہ بھی آپ نے اپنے عظیم استاد حضرت مولانا سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے لیا تھا۔ اس موقع پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تعارف نامناسب نہ ہوگا کہ رد قادیانیت میں حضرت شاہ صاحب کا بھی کچھ ذکر خیر یہاں کر دیا جائے تاکہ

قارئین اندازہ کریں وہ بحر عظیم کیا ہوگا؟ جس کہ یہ قطرے دنیا میں سمندر بن کر نکلے اور تاریخ میں ایک مقام پاگئے۔

مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں جن علماء نے اپنی زبان اور قلم سے اس کا ہر میدان میں مقابلہ کر کے اس کا ناطقہ بند کیا ان میں سرفہرست تو علماء لدھیانہ حضرت مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد کے کفر کو پہچانا۔ اور اس الحاد پر کفر کا فتویٰ دیا اور علماء کو اس فتنہ کی طرف متوجہ کیا۔ مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ، قاضی مظہر حسینؒ کے والد مولانا کرم دین جہلمی، مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا عبدالحق غزنویؒ، اور مولانا سعد اللہ لدھیانویؒ وغیرہم یہ تمام حضرات بھی مرزا قادیانی کے ہم عصر تھے جن حضرات نے مرزا کے ہر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے اسے ہر میدان میں ذلیل وخوار کیا۔

مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں ان علماء کو ان کے اسی جذبہ حق پر بے نقط گالیاں دیں ہیں لیکن مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد قادیانی فتنہ کا بطور تحریک جو مقابلہ ہوا ہے اور اب تک ہو رہا ہے۔ اس کے قائد اور بانی حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیریؒ ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی جو عقیدت اور نسبت قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی سے تھی وہ کسی صاحب علم سے مخفی نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جن الفاظ میں ذکر کیا ہے وہ تقاضا کرتے ہیں کہ حضرت قطب الارشاد کا یہ عقیدت مند اس فتنہ گری کو قریب سے سمجھے۔ مرزا غلام احمد اپنی گالیوں کی گردان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

وآخرهم الشيطن الاعمى والغول الاغوى يقال له رشيد الجنجوهي وهو شقي كالامروهي ومن الملعونين۔ ا؎

''ان کے آخر میں ایک اندھا شیطان ہے اور گمراہ دیو ہے جسے رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں وہ امروہی کی طرح بدبخت اور ملعون ہے۔''

مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۷ء میں جن علماء کو مباہلہ کی دعوت دی تھی ان میں پانچویں نمبر پر

ا؎ انجام آتھم ص ۲۵۲ روحانی خزائن ص ۲۸۲ ج ۱۱

حضرت مولانا گنگوہیؒ کا نام مرزا غلام احمد نے بڑے غیظ و غضب سے ذکر کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب کو مرزا غلام احمد کی اس تلخی نے اس طرف متوجہ کیا تاہم آپ کشمیر کے رہنے والے تھے۔ اور مرزا غلام احمد نے یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر تجویز کی تھی۔ اب تک اس کے پیرو سرینگر میں اس قبر کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

غلام اسی خطہ کو پہلے ربوہ بتلاتا رہا۔ مرزا بشیر الدین محمود اسی تسلسل میں کشمیر کمیس کا چیئرمین بنایا گیا تھا۔ اور چوہدری ظفر اللہ خان نے اپنی وزارت خارجہ کے دور میں جس طرح مسئلہ کشمیر کو الجھایا اس میں قادیانی عقیدے کے اس پس منظر کو بھی بہت دخل ہے۔

حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ اس فتنہ کے متعلق اس قدر پریشان تھے کہ بروایت استاذی المکرم حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ چھ ماہ تک مجھے اس پریشانی کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ دعائیں اور استخارے کرتا رہا۔ آخر چھ ماہ کے بعد یہ تسلی دی گئی کہ یہ فتنہ ختم ہو جائیگا۔ حضرت نے اس فتنہ کے استحصال اور خاتمے کے لئے سیاسی، فکری اور علمی ہر سطح پر کام شروع کیا۔ ایک طرف راسخ العلم علماء کی ایک جماعت تیار کی جو اس فتنہ کا محاسبہ کرے اور میدان مناظرہ میں ان کا مقابلہ کرے۔ ان میں سرفہرست مناظر اسلام مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم جیسے جید علماء تھے۔ جنہوں نے ملک بھر میں ان کے ساتھ مناظرے کر کے ان کا ناطقہ بند کر دیا۔

دوسری طرف آپ نے مجلس احرار کی سرپرستی کی اور ان کے روح رواں خطیب الہند حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے آتش بیاں اور شعلہ نوا مقرر کی سرپرستی میں مقررین کی ایک ٹیم کو متوجہ کیا۔ جس میں خطیب اسلام قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، خطیب خوش الحان مولانا گل شیرؒ، شیر سرحد مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ، ضیغم احرار شیخ حسام الدینؒ، مفکر احرار ماسٹر تاج الدین انصاری اور بے باک صحافی، مقرر و شاعر آغا شورش کاشمیریؒ، صاحبزادہ سید فیض الحسنؒ اور مولانا مظہر علی اظہر جیسے شعلہ بیان مقررین تھے۔

صاحبزادہ فیض الحسنؒ نے ختم نبوت اور قادیانیت کے بارے میں جو تربیت حضرت امیر شریعتؒ سے پائی تھی اسے وہ جماعت چھوڑنے کے بعد بھی نہ بھولے۔ بریلوی مکتب فکر میں آپ کو جہاں بھی مسئلہ ختم نبوت پر کوئی کام ملے گا اس کے پیچھے حضرت صاحبزادہ فیض الحسن کی وہ محنت کارفرما ہوگی جو حضرت امیر شریعت کا فیض عام تاب ہے۔

مولانا مظہر علی اظہرؒ نے ختم نبوت اور قادیانیت پر شیعہ علماء میں خوب محنت کی اور حضرت شاہ صاحب کا پیغام اور پروگرام گھر گھر پہنچایا۔ حافظ کفایت حسین جیسے شیعہ علماء کو قادیانیوں کے خلاف لاکھڑا کیا۔ مظفر علی شمسی کو اس موضوع پر شیعہ لیڈروں سے ملنے کے لئے کہا۔ یہاں تک کہ شیعہ جمہور مسلمانوں سے اختلاف رکھنے کے باوجود مسئلہ قادیانیت پر حضرت امیر شریعتؒ کے ساتھ ہو گئے۔

اب امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا موضوع فکر یہ تھا کہ جس طرح احرار ہندوستان کو دشمن اسلام انگریز کے پنجہ استبداد سے آزاد کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں اسی طرح وہ مسلمانوں کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے بھی نکلیں۔ اور امت مسلمہ کو انگریز کے اس خود کاشتہ پودے سے بچانے کے لئے اپنی صلاحیتیں صرف کریں۔ چنانچہ مجلس احرار اسلام نے قبل از تقسیم برصغیر میں اس فتنہ کا جماعتی طور پر سیاسی محاسبہ شروع کر دیا۔ اور انگریز کے اس ملک سے چلے جانے کے بعد حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار کو سیاسی سطح سے ہٹا کر ہمہ تن ختم نبوت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ اور فرمایا:

ہم تو اس فتنہ کفری کے استیصال کے لئے کام کریں گے اور ملکی سیاست سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت امیر شریعت نے ایک مستقل جماعت "تحفظ ختم نبوت" کے نام سے تشکیل دی۔ جس کے دستور میں یہ شامل کیا کہ اس جماعت کو ملکی سیاست سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پہلے امیر خود حضرت شاہ صاحبؒ اور ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ مقرر ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کی وفات کے بعد خطیب پاکستان حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور ان کے بعد مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری امیر منتخب ہوئے۔ حضرت جالندھری کی وفات کے بعد مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر امیر مقرر

ہوئے۔ مولانا لال حسین اخترؒ کی وفات کے بعد جماعت کو پھر تازہ خون کی ضرورت تھی۔ حضرت مولانا شاہ صاحبؒ کے شاگردوں میں استاذی المکرم حضرت مولانا علامہ محمد یوسف بنوریؒ ممتاز تھے۔ علماء عصر نے مجلس تحفظ ختم نبوت کو مزید مستحکم کرنے کے لئے حضرت علامہ بنوریؒ سے گزارش کی کہ اب جماعت کو وہ سنبھالیں۔ چنانچہ مولانا لال حسین اخترؒ کے بعد محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اس کے امیر مقرر ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے ملک کی انیس مذہبی اور سیاسی جماعتوں پر مشتمل مجلس عمل تشکیل دی۔ جس کے متفقہ امیر حضرت علامہ بنوریؒ قرار پائے۔ حضرت علامہؒ نے یہ تحریک ایسے نظم وضبط سے چلائی کہ یہ بخیر وخوبی ساحل مراد سے ہمکنار ہوئی۔ مجلس عمل کے وہی مطالبات تھے۔ جو ۱۹۵۳ء کی مجلس عمل کے تھے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جانا اس کا بنیادی مطالبہ تھا اور یہی مطالبہ اس تحریک کی روح رواں تھا۔ بندہ ان دنوں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے سعودی عرب اور عرب امارات میں تحریک کے لئے کام کر رہا تھا۔ اور رابطہ کے جنرل سیکرٹری دارالافتاء کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن باز اور شیخ ان ریڈیو کے رئیس عبداللہ بن حمیدؒ سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھا۔ راقم الحروف نے اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے نام مجلس عمل کے مطالبات کی تائید میں مفصل تار دلوائے۔ اسی طرح عرب امارات کی سرکردہ سرکاری شخصیات کے علاوہ پاکستانی احباب سے بھی مطالبات کے حق میں تار دلوائے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کے موجودہ امیر خانقاہ سراجیہ کے جانشین خواجہ خان محمد دامت برکاتہم آف کندیاں شریف ہیں۔ ان کی امارت میں بھی ۱۹۸۴ء میں ایک تحریک چلی جس کے نتیجہ میں جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان نے ختم نبوت آرڈیننس جاری کیا۔ اس آرڈیننس کے تحت قادیانیوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی گئی۔ ان کی مسلمانوں کو مغالطہ دینے والی ذرائع بند کر دی گئیں۔ اسلامی شعائر کا استعمال ان کے لئے ممنوع قرار دیا گیا۔ یہ سب ثمرات اسی جذبہ فکر وعمل کے ہیں۔ جس کی روح حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے مرکز دارالعلوم دیوبند سے اپنے تلامذہ اور معتقدین میں پھونکی تھی۔

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری طرف ملک کے عظیم مفکر اور

شاعر اسلام ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کو اس فتنہ کی سنگینی کی طرف متوجہ کیا۔ جنہوں نے اپنے فکر و نظر سے بذریعہ نظم، نثر اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کو اس فتنہ سے خبردار کیا۔ برطانوی دور حکومت میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ سب سے پہلے آپ ہی نے کیا تھا۔ اور یہ نکتہ حضرت شاہ صاحب نے ہی آپ کے ذہن رسا میں ڈالا تھا۔

چوتھی طرف مولانا ظفر علی خان جیسے بے باک صحافی، آتش بیاں مقرر اور قادر الکلام شاعر کو بھی حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ نے قادیانیوں کے پیچھے لگا دیا تھا۔

اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ

کے تحت حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کو قادیانیوں سے اس قدر نفرت ہو چکی تھی اور آپ کے لب ولہجہ سے آپ کا مرزا غلام احمد سے بغض اتنا نمایاں تھا کہ راقم الحروف نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ مرزا قادیانی کا جب بھی ذکر کرتے تو قادیانی کذاب لعین یا شقی جیسے الفاظ کے بغیر کبھی اس کا نام نہ لیتے۔ یہاں ایک دو واقعات کا ذکر خالی از فائدہ نہ ہوگا۔ جو میں نے اپنے اساتذہ سے سنے ہیں۔ میرے محبوب اور شفیق استاد حضرت مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھیؒ نے دوران درس ایک دفعہ قادیانی مناظرین کا ذکر فرمایا کہ مرزائی کم بخت دارالعلوم دیوبند کی جامع مسجد میں مناظرہ کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ غالباً ان میں عبدالرحمٰن مصری بھی تھا۔ جو اصلاً تو ہندی تھا مگر کچھ عرصہ مصر رہا تھا۔ ان قادیانیوں کا اصرار تھا کہ مناظرہ عربی زبان میں ہو۔ ہمارے حضرات نے فرمایا کہ عربی زبان میں کیا فائدہ ہوگا؟ عوام تو سمجھے گی نہیں۔ جب بہت ہی اصرار بڑھا تو حضرت شاہ صاحب نے جو مسجد کے ایک کونہ میں بیٹھے یہ تمام کاروائی سن رہے تھے برملا فرمایا کہ ان صاحبوں سے کہہ دو کہ "مناظرہ عربی زبان میں ہوگا اور منظوم ہوگا" اگر عربی میں اپنی علمیت کا اظہار کرنا ہے تو پھر عربی نظم میں سوال و جواب کریں۔ تا کہ عربی پر قدرت و فصاحت کا پتہ چلے، قادیانیوں نے جب شاہ صاحب کی یہ بات سُنی تو بھاگ گئے۔

ریاست بہاولپور میں قادیانیوں کے کفر کی بابت ایک مقدمہ چل رہا تھا۔ جب وہ آخری مراحل میں پہنچا تو شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی اور حضرت مولانا مفتی محمد صادق جیسے علماء نے استدعا کی کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا ایک علمی بیان عدالت میں ہونا چاہئے۔ شاہ

صاحبؒ ان دنوں خونی بواسیر کے سخت مریض تھے۔ ڈاکٹروں، حکیموں نے سفر سے بالکل روک دیا تھا، کمزوری بہت ہو چکی تھی لیکن جونہی شاہ صاحب کو دعوت پہنچی آپ سفر کے لئے تیار ہو گئے۔ بہاولپور سے مفتی محمد صادق صاحب خود انہیں لینے دیوبند گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ قیامت کے روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال کر لیا کہ میری ختم نبوت کا مقدمہ پیش تھا اور مجھے طلب کیا گیا اور تو نہیں گیا تو میں کیا جواب دوں گا۔ موت تو آنی ہی ہے۔ اگر اسی راستہ میں آ گئی تو اس سے بہتر اور کیا ہوگا؟

حکیموں کے روکنے کے باوجود آپ بہاولپور تشریف لے گئے۔ جج صاحب (مسٹر محمد اکبر مرحوم) نے آپ کی علالت کے باعث آپ کو عدالت میں کرسی مہیا کی اور حضرت کا آخری معرکۃ الآراء بیان قلمبند ہوا۔ قادیانیوں کی طرف سے اس پر جرح ہوتی رہی اور شاہ صاحبؒ جواب دیتے رہے۔ جب حضرت شاہ صاحب کا بیان اور فریق ثانی کی جرح ختم ہوئی تو حضرت شاہ صاحبؒ نے قادیانیوں کے بڑے مناظر جلال الدین شمس کا ہاتھ پکڑا اور بڑے جوش سے فرمایا کہ جلال الدین اگر اب بھی تمہیں مرزا قادیانی کے کفر میں شبہ ہو تو آؤ میں تمہیں اسے جہنم میں جلتا ہوا دکھاؤں۔ یہ سن کر اس نے جلدی سے ہاتھ چھڑا لیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ دکھا بھی دیں تو میں کہوں گا کہ یہ استدراج یعنی کوئی شعبدہ ہے۔ حقیقت نہیں۔

ہمارے حضرات کہتے ہیں کہ وہ بدبخت، بدنصیب تھا اگر ہاں کر لیتا تو حضرت شاہ صاحبؒ جن پر اس وقت جذب کی حالت طاری تھی اور وہ اسے کشفاً جہنم میں جلتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ اسے جلتا ہوا دکھا بھی سکتے تھے۔

مقدمہ کی سماعت ہو جانے کے بعد جب حضرت شاہ صاحب واپس دیوبند جانے لگے تو مفتی محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء کو وصیت فرمائی کہ مقدمہ کا فیصلہ اگر تو میری زندگی میں ہو گیا تو میں سن لوں گا۔ اگر یہ فیصلہ میری وفات کے بعد ہو تو میری قبر پر آ کر سنا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت کی واپسی کے بعد آپ کی جلد وفات ہو گئی اور یہ فیصلہ آپ کی وفات کے بعد ہوا اور حضرت مولانا محمد صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی وصیت کے مطابق خصوصی طور پر دیوبند گئے۔ اور شاہ صاحبؒ کی قبر پر کھڑے ہو کر یہ فیصلہ سنایا۔

الحمد للہ!

فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوا تھا۔ اس واقعہ سے آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ کو کتنی فکر اور کتنا لگاؤ اس مسئلہ سے تھا کہ وفات کے بعد بھی جبکہ وہ عالم برزخ میں چلے گئے تھے وہاں پر بھی آپ کو اس کا انتظار تھا۔

حضرت شاہ صاحبؒ اس دنیا کو الوداع کہنے والے تھے اس کا بھی ایک واقعہ بروایت حضرت علامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ کے جو حضرت علامہ کشمیریؒ کے اجل شاگردوں سے تھے۔ حضرت علامہ افغانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب حضرت کشمیری کا آخری وقت آیا، کمزوری بہت زیادہ تھی' چلنے کی طاقت بالکل نہ تھی۔ فرمایا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند کی مسجد میں پہنچائیں' اس وقت کاروں کا زمانہ نہ تھا' ایک پالکی لائی گئی' پالکی میں بٹھا کر حضرت شاہ صاحبؒ کو دارالعلوم کی مسجد میں پہنچایا گیا۔ محراب میں حضرت کے لئے جگہ بنائی گئی تھی وہاں پر بیٹھا دیا گیا۔ حضرتؒ کی آواز ضعف کی وجہ سے انتہائی ضعیف اور دھیمی تھی تمام اجل شاگرد حضرتؒ کے ارد گرد ہمہ تن گوش بنے بیٹھے تھے آپ نے صرف دو باتیں فرمائیں۔

پہلی بات تو یہ فرمائی کہ:

''تاریخ اسلام کا میں نے جس قدر مطالعہ کیا ہے۔ اسلام میں چودہ سو سال کے اندر جس قدر فتنے پیدا ہوئے ہیں قادیانی فتنہ سے زیادہ خطرناک اور سنگین فتنہ کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔''

دوسری بات یہ فرمائی کہ:

''حضور اکرم ﷺ کو جتنی خوشی ایک شخص کے اس عمل سے ہوگی کہ وہ اس فتنہ کے استیصال کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے اتنی اس کے کسی دیگر عمل سے نہ ہوگی۔''

اور پھر آخر میں جوش میں آ کر فرمایا کہ:

''کوئی اس فتنہ کی سرکوبی کیلئے اپنے آپ کو لگا دے گا تو اسکی جنت کا میں ضامن ہوں۔''

سبحان اللہ!

دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں' آخر وقت ہے اگر فکر ہے تو اس فتنہ کی پھر آپ نے اس وقت

اپنی فراست ایمانی سے دیکھ کر جو کچھ فرمایا آج واقعات اس کی کس قدر تصدیق کر رہے ہیں۔

آج یہ فتنہ زمین کے کناروں تک پہنچ گیا ہے۔ حضرت الاستاذ (رحمہ اللہ) مولف "چراغ ہدایت" کی دعاؤں سے راقم آثم کو اس فتنہ کے تعاقب میں مشرق میں جزائر فجی تک مغرب میں گھانا، سیرالیون اور گیمبیا تک جنوب میں دنیا کی آخری نوک کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ تک اور شمال مغرب میں یورپ تک جانے کا اتفاق ہوا۔ ختم نبوت کے ان اسفار میں میرے ساتھ ڈاکٹر خالد محمود صاحب تھے۔ مناظروں میں اکٹھے کام کرتے رہے ہیں یہ حقیقت ہے کہ یہ فتنہ دنیا کے ہر گوشہ میں پہنچا ہوا ہے جہاں جہاں برطانوی استعمار تھا وہاں وہاں اس نے اپنے خود کاشتہ پودے کے بیج پہنچائے ہیں اور برطانوی نوآبادیات میں ہر جگہ اس فتنے نے نشوونما پائی ہے۔ انگریزی حکومت کی طرح اب امریکہ جیسی سپر طاقت بھی اس فتنہ کی پشت پناہی کر رہی ہے۔

حال ہی میں امریکہ نے پاکستان کو امداد دینے کے لیے جو شرائط رکھیں ان میں ایک شرط یہ تھی کہ قادیانی جماعت پر جو تم نے پابندیاں عائد کی ہیں وہ مذہبی آزادی کے منافی ہیں جب تم وہ واپس نہیں لیں گے امداد نہیں ہوگی۔ قادیانیوں کی اس بین الاقوامی رسائی کے باوجود ان کا کیا حال ہو رہا ہے۔ یہ حضرت شاہ صاحبؒ کے اس ارشاد کے بالکل مطابق ہے جو آپ نے اپنی فراست ایمانی سے اس وقت فرمایا تھا کہ انجام کار یہ فتنہ ختم ہو کر رہے گا۔ مؤلف کتاب "چراغ ہدایت" حضرت الاستاد مولانا محمد چراغ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اس جلیل القدر استاد سے اس فتنہ کے رد میں جو جذبہ پایا اور جو تعلیم و تربیت حاصل کی آپ نے اس کو رائیگاں نہیں جانے دیا۔ ہمیشہ اپنے طلباء اور معتقدین میں اس کی روح پھونکتے رہے۔ استاد محترم فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ بھی آپ کے شاگرد تھے۔ آپ نے حضرت شاہ صاحبؒ کی کتاب "عقیدۃ الاسلام" حضرت الاستاد سے سبقاً پڑھی تھی۔ مولانا محمد حیات صاحبؒ نے ایک دفعہ میرے سامنے یہ واقعہ بیان کیا کہ ۱۹۳۳ء میں جب قادیان کی سرزمین پر حضرت امیر شریعت نے ختم نبوت کی تاریخی کانفرنس منعقد کی تو ہم استاد شاگرد (یعنی مولانا محمد چراغ صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد حیات صاحبؒ) دونوں کانفرنس میں شریک ہوئے اور وہاں سے مرزا قادیانی کی کتب کے دو عدد مکمل سیٹ خرید کر لائے۔ اور مرزا قادیانی کی کتب کی ورق گردانی شروع کر دی۔

حضرت مولانا محمد چراغ صاحب نے گوجرانوالہ میں اپنے تدریسی فرائض کے ساتھ ساتھ اپنے قابل اور لائق شاگرد مولانا محمد حیات کو رد قادیانیت کی پوری تیاری کرائی۔ حضرت استاذ مولانا محمد حیات صاحب رد قادیانیت کی تیاری مکمل کرنے کے بعد دورہ حدیث مکمل کیے بغیر میدان مناظرہ میں نکل آئے اور قادیان کے کفر گڑھ میں مستقل طور پر مجلس احرار اسلام کے دفتر میں ڈیرہ ڈال کر بیٹھ گئے۔ اور اس وقت تک وہیں موجود رہے جب تک مرزا دجال کی ذریت وہاں پر موجود رہی جب وہ لوگ پاکستان آ گئے تو حضرت استاذ بھی پاکستان آ گئے پاکستان بن جانے کے بعد حضرت شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خالص دینی جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت قائم کی اور ملتان میں اس کا مرکز قائم کیا۔

ملتان ہی میں علماء کو قادیانیت کے خلاف ٹریننگ دینے کے لیے مدرسہ تحفظ ختم نبوت بھی قائم کیا گیا۔ جس میں فارغ التحصیل علماء کو تین ماہ کا کورس کرایا جاتا تھا۔ اس مدرسہ میں پہلے استاد مولانا محمد حیات صاحب فاتح قادیان ہی مقرر ہوئے۔

حضرت مولانا محمد حیات وہاں ایک مدت تک فارغ التحصیل علماء کو تیاری کراتے رہے۔ راقم آثم نے حضرت الاستاذ سے اسی مدرسہ میں ۵۲-۱۹۵۱ء میں ملتان میں تیاری کی تھی۔ بندہ ناچیز اس میدان میں جو کچھ بھی ٹوٹی پھوٹی خدمت اندرون ملک اور بیرون ملک سرانجام دے رہا ہے یا جو کچھ معلومات رکھتا ہے یہ فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات کا تمام تر فیض ہے۔ اور بالواسطہ حضرت الاستاذ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ مولف کتاب "چراغ ہدایت" کا فیض ہے۔ حضرت موصوف مدظلہ العالی میرے دادا استاذ ہیں۔ حضرت مولانا محمد چراغ کا یہ فیض صرف اسی عاجز تک محدود نہیں جہاں جہاں حضرت استاذ کا فیض افادہ کارفرما رہا آپ نے وہاں قادیانیت کے خلاف ایک عملی روح پھونکی۔ اس الحاد کے خلاف فکری چراغ جلائے۔ جماعت اسلامی کے حلقوں میں بھی جہاں کہیں آپ کو قادیانیت کے خلاف کوئی کام ملے گا اس کے پیچھے حضرت مولانا محمد چراغ کی علمی عملی اور فکری قوت ملے گی جو آپ نے اپنے استاذ حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پائی تھی۔

مؤلف کتاب کے اس مختصر تعارف کے بعد اور کتاب چراغ ہدایت کے تعارف سے قبل مرزا قادیانی اور اس کی تحریک کا مختصر پس منظر بھی سمجھ لیجئے اس سے کتاب سمجھنے میں بہت فائدہ ہوگا۔

انگریز نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب برصغیر پر اپنا پنجہ استبداد اچھی طرح گاڑ لیا۔ تو انگریز نے اپنے قبضہ کو طول دینے اور استحکام حاصل کرنے کی خاطر کئی مختلف اقدامات کیے۔ اس نے ایک کمیشن مقرر کیا۔ سرولیم ہنٹر کمیشن کی رپورٹ کے مطابق انہیں ایک ایسے آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی جو مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد ختم کرے اور زبان و قلم سے جہاد کی منسوخی کا اعلان کرے۔ اور انگریز کی اطاعت فرض قرار دینے کی خدمت سرانجام دے۔ اس خدمت کے لیے ان کی نظر انتخاب قادیان کے ایک قدیم وفادار خاندان پر پڑی۔ مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے انگریزی اقتدار کی اس طلب پر لبیک کہی۔ اور اس خدمت کو سرانجام دینے کے لیے کمربستہ ہوا چنانچہ مرزا قادیانی بڑے فخر سے اس خدمت کا اپنی کتابوں میں اعتراف کرتا ہے۔ چند حوالہ جات ملاحظہ کیجیے ان کی اصل کتابوں سے لیے گئے ہیں۔

(۱) اس عاجز کا بڑا بھائی مرزا غلام قادر جس قدر مدت تک زندہ رہا۔ اس نے بھی اپنے والد مرحوم کے قدم پر قدم مارا اور گورنمنٹ (برطانیہ) کی مخلصانہ خدمت میں بدل و جان مصروف رہا پھر وہ بھی اس مسافر خانہ سے گزر گیا۔

(شہادۃ القرآن ص ۸۲، روحانی خزائن ص ۳۷۸ ج ۶)

(۲) دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں۔ اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں۔ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ (تبلیغ رسالت ص ۱۰ ج ۷ و مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۱)

(۳) میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے ...... میری ہمیشہ کوشش یہ رہی ہے کہ مسلمان اس

سلطنت برطانیہ کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔ (تریاق القلوب ص ۱۵ ۱۵۵ ج ۱۵)

(۴) مجھ سے سرکار انگریزی کے حق میں جو خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلاد اسلام میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے لہذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے۔ (ستارہ قیصرہ ص ۱۱۴ ج ۱۵)

چنانچہ اس خدمت کو سرانجام دینے کے لیے اس نے تدریجاً مختلف روپ دھارے پہلے پہل وہ اسلام کے خادم اور مناظر کے روپ میں قوم کے سامنے متعارف ہوا پھر اس نے چودھویں صدی کے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ پھر جب زمین کچھ ہموار ہو گئی تو اب جہاد کو ختم کرنے کے لئے اس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ کیونکہ قرآن اور حدیث نبویہ کی رو سے مسیح علیہ السلام جب دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اور عیسائی مسلمان ہو جائیں گے تو اہل کتاب یہود سے جنگ عظیم ہوگی۔ یہودی سب کے سب مارے جائیں گے حتیٰ کہ ایک یہودی بھی روئے زمین پر زندہ باقی نہیں رہے گا۔ اور احادیث کے مطابق اگر کوئی یہودی پہاڑ یا درخت کی اوٹ میں چھپا ہوگا۔ وہ بھی پکار کر کہے گا کہ ادھر یہودی چھپا ہے اسے قتل کریں اور تمام باطل ملتیں مٹ کر ایک ملت اسلام باقی رہ جائے گی۔ " حتی تکون الملل ملة واحدة "۔ کا نقشہ پورے عالم میں قائم ہوگا۔ جب کوئی کافر ہی نہیں رہے گا۔ جس سے جہاد کرنے کی ضرورت ہو تو ظاہر ہے کہ اس وقت جہاد عملاً ختم ہوگا نہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بقول قادیانی جہاد کو حرام قرار دیں گے۔

اب مرزا غلام کے لیے ضروری تھا کہ مسیح موعود ہونے کے کھلے دعوے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ رائج کرے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنا سابقہ عقیدہ تبدیل کر کے یہ عقیدہ اختیار کیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وفات مسیح ثابت کرنے کے لیے اس نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں توضیح المرام۔ فتح اسلام اور ازالہ اوہام مشہور ہیں۔ حالانکہ مرزا قادیانی امت مسلمہ کے اس اجماعی عقیدہ پر نہ صرف باون سال کی عمر تک قائم رہا بلکہ اس عقیدہ پر قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرتا رہا اور اس کی اشاعت و تبلیغ بھی کرتا رہا۔ اس پر

بقول اس کے بارہ سال مسلسل وحی کا نزول بھی ہوتا رہا۔ لیکن مرزا اپنے اس عقیدہ پر قائم رہا جس پر چودہ سو سال سے امت متفق چلی آتی تھی پھر بارہ سال بعد اس نے اپنا پہلا عقیدہ جسے وہ رسمی عقیدہ کہتا ہے تبدیل کیا۔ اور وفات عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ اختیار کیا اور اس میں یہاں تک آگے بڑھا کہ حیات مسیح کے عقیدہ کو شرک عظیم قرار دیا۔

جس سے نہ صرف وہ خود مشرک عظیم ٹھہرا بلکہ چودہ سو سال کی پوری امت مسلمہ کو جن میں صحابہ کرامؓ تابعین عظامؒ ائمہ مجتہدین اور اولیاء امت شامل ہیں انہیں اور اربوں کھربوں مسلمانوں کو کافر اور مشرک بنا دیا۔ مسیح موعود نے تو آنا تھا۔ پوری دنیا کو مسلمان بنانے کے لیے سوچا ہے تھا کہ اس کے پاس اس کے لیے وسائل اور ذرائع ہوتے لیکن جو کچھ ہوا وہ بالکل اس کے برعکس نہ صرف یہ کہ عیسائیوں اور یہودیوں کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوا بلکہ اس کے دعوے سے قبل جو مسلمان موجود تھے یا جو اس کے بعد ہوں گے۔ حیات مسیح علیہ السلام کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے وہ سب کے سب مشرک ہو گئے۔ اس کی پوری تفصیل آپ اس کتاب ''چراغ ہدایت'' میں بحوالہ جات کتب مرزا قادیانی ملاحظہ فرمائیں۔ اب جب انگریز کی خاطر حرمت جہاد کی ضرورت اس کے پیش نظر تھی تو اس تقاضے پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ گھڑا اور مرزا غلام احمد نے خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر ضروری تھا کہ وہ ختم نبوت کے اجماعی عقیدہ کا بھی انکار کرے خود نبوت کا دعویٰ کرے کیونکہ آنے والے عیسیٰ علیہ السلام کے لیے نبی اللہ کے الفاظ بھی موجود تھے۔ اس سے قبل وہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دعویٰ نبوت کو کفر قرار دے چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو ایک پہلے کے نبی تھے۔ اور انہی کے دوبارہ آنے کی پیش گوئی تھی۔ ان کا دوبارہ آنا عقیدہ ختم نبوت سے کسی طرح متصادم نہ تھا لیکن نیا مسیح موعود تجویز کرنا اور اس نئے پیدا شدہ پر مسیح موعود کا لفظ فٹ کرنا اس کا منطقی نتیجہ تھا کہ وہ اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرے چنانچہ اس نے بالصراحت مثیل مسیح بن کر نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ پھر اپنے آپ کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ثانیہ قرار دے کر خود محمد مصطفیٰ اور احمد مجتبیٰ ہونے کا دعویٰ کر دیا چنانچہ وہ کہتا ہے۔

ل ضمیمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء ص ۳۹ رخ ص ۶۶۰ ج ۲۲

(۱) پس باوجود اس شخص کے دعوئی نبوت کے جس کا نام ظلی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیدنا خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر اور اسی کا نام ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۶، روحانی خزائن ص ۲۱۰ ج ۱۸)

(۲) مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے۔ اسی بناء پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان میں نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی۔ محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲، روحانی خزائن ص ۲۱۶ ج ۱۸)

اور پھر اسی پر اکتفاء نہ کیا۔ بلکہ آگے چل کر خود محمد مصطفیٰ سے افضل ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا۔ پھر اس سے بڑھ کر خدائی صفات اور پھر عین خدا ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا۔ کیونکہ جب مریدین و معتقدین کا ایک حلقہ قائم ہو گیا۔ اور مرزا قادیانی کو یقین ہو گیا کہ میں جو بھی دعویٰ کروں وہ اس پر "امنا وصدقنا" کی تسبیح پڑھ کر ایمان لے آتے ہیں تو اس کے لیے کوئی مشکل نہ رہی تھی۔ پہلے تو اسے مسیح موعود کا دعویٰ بھی مشکل نظر آتا تھا لیکن جب اس دعویٰ کو ماننے والے دستیاب ہو گئے تو پھر راستہ ہموار ہو گیا اور راستہ کی کوئی مشکل باقی نہ رہی تو پھر جلد جلد منازل طے کرتے ہوئے خدائی کی آخری منزل تک پہنچ گیا۔ اس کی تمام تر تفصیل آپ کو اسی کتاب "چراغ ہدایت" سے دستیاب ہو گی اور راقم کے رسالہ "مرزا قادیانی اور اس کے عقائد" سے بھی مل سکتی ہے۔ یہاں پر اس تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین اکثر حسب ذیل موضوعات پر بحث مباحثے اور مناظرے ہوتے چلے آرہے ہیں۔

(۱) پہلے مرزا غلام کے صدق و کذب اور اس کی پیشگوئیوں کے مباحث چلتے تھے۔

(۲) پھر وفات و حیات مسیح علیہ السلام۔

(۳) اور پھر اجرائے نبوت و ختم نبوت کے موضوع سامنے آتے تھے۔

مگر پاکستان بننے کے بعد قادیانیوں نے اس ترتیب کو بدل دیا۔ اور اب وہ مرزا غلام احمد کے صدق و کذب پر بحث کرنے سے ہمیشہ "کنی" کتراتے ہیں۔ قادیانیوں کی سب سے بڑی کوشش یہ ہوتی ہے کہ ان میں سے دوسرے موضوع پر بحث مباحثہ ہو اور اس میں لوگوں کو الجھایا

جائے اور اس کے بعد پھر تیسرے موضوع اجرائے نبوت پر بحث کی جائے۔ پہلے موضوع مرزا قادیانی کی سیرت و کریکٹر اور اس کے صدق و کذب پر بحث کرنے کے لیے وہ ہرگز تیار نہیں ہوتے۔ اور بقول مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر مرحوم مرزائی مناظر کے سامنے زہر کا پیالہ رکھ دیں اور اسے کہیں کہ یا تو زہر کا پیالہ پی لے یا مرزا کی سیرت پر بحث کرلے تو وہ زہر کا پیالہ تو پی سکتا ہے۔ لیکن مرزا کی سیرت پر گفتگو نہیں کرے گا۔ اور میرا ذاتی تجربہ بھی یہی ہے حالانکہ کسی بھی مدعی پر بحث کرنے سے قبل اس کے کریکٹر کو پرکھا جاتا ہے۔ اگر وہ ایک سچا اور شریف انسان ہی ثابت نہ ہو تو دوسری بحثوں میں پڑنا خواہ مخواہ وقت کا ضائع کرنا ہوگا۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کے ہر دو جانشینوں حکیم نورالدین اور مرزا بشیرالدین محمود نے اس کا صاف صاف خود اعتراف کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(۱) خاکسار (مرزا بشیر احمد ایم۔اے) عرض کرتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّل (حکیم نورالدین) فرماتے تھے کہ ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب! کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے؟

میں نے کہا: نہیں

اس نے کہا: اگر کوئی نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر؟

میں نے کہا: تو پھر ہم دیکھیں گے کہ کیا وہ صادق اور راستباز ہے یا نہیں۔ اگر صادق ہے تو بہر حال اس کی بات کو قبول کریں گے۔ ۱۲ (سیرت المہدی حصہ اوّل ص ۹۸ حدیث ۱۰۹)

(۲) جب یہ ثابت ہو جائے کہ ایک شخص فی الواقع مامور من اللہ ہے تو پھر اجمالاً اسکے تمام دعاوی پر ایمان لانا واجب ہو جاتا ہے۔ الغرض اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ مدعی ماموریت فی الواقع سچا ہے یا نہیں اگر اس کی صداقت بھی ساتھ ہی ثابت ہو جاتی ہے اگر اس کی سچائی ہی ثابت ہو تو اس کے متعلق تفصیلات میں پڑنا وقت کو ضائع کرنا ہوتا ہے۔ (دعوت الامیر مصنف مرزا بشیر الدین محمود احمد ص ۴۹، ۵۰)

مذکورہ بالا دونوں حوالوں سے ثابت ہوا کہ اصل بحث صدق و کذب پر ہونی چاہیے۔ اگر وہ ہو ہی جھوٹا تو پھر اس کے دعاوی وغیرہ پر بحث کرنا فضول ہے۔

اسی بناء پر ہم قادیانیوں کو چیلنج دیتے ہیں کہ دوسری بحثوں میں الجھنے اور وقت ضائع کرنے کی بجائے پہلے یہ دیکھیں کہ مرزا قادیانی اپنی تحریرات کی روشنی میں ایک شریف انسان بھی ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن مرزائی یہ ذلت و رسوائی برداشت کر سکتے ہیں' زہر کا پیالہ پی سکتے ہیں لیکن مرزا قادیانی کی سیرت و کریکٹر پر بحث کرنے کے لیے قطعاً آمادہ نہیں ہوں گے۔

رہا دوسرا موضوع حیات مسیح کا' تو یہ ایک خالص علمی موضوع ہے۔ قادیانیوں کی سب سے پہلے کوشش ہوتی ہے کہ اس موضوع پر گفتگو ہو' تاکہ مرزا قادیانی کی ناپاک سیرت لوگوں کے سامنے نہ آ سکے۔ انہوں نے مرزائی صداقت کا معیار اسی مسئلہ کو بنا رکھا ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی خود اعتراف کرتا ہے۔ کہ نزول مسیح کا عقیدہ نہ تو ہمارے ایمان کا جزو ہے نہ دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہے بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے۔ جس کا حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ مرزا صاحب بھی یہ لکھتے ہیں کہ یہ ایک اجتہادی غلطی ہے اور اس قسم کی اجتہادی غلطی بعض پیش گوئیوں کے سمجھنے میں بنی اسرائیلی انبیاء سے بھی ہوتی آئی ہے اور اس غلطی پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں بلکہ یہ غلطی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت جلد پھیل گئی تھی۔ اور بڑے بڑے اولیاء اور مقربین کا یہی عقیدہ تھا حتیٰ کہ بعض صحابہ جیسا کہ سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱) اول تو یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا۔ اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا۔

(ازالہ اوہام حصہ اول ص ۱۷۱ روحانی خزائن ص ۱۷۱ ج ۳۔ ربوہ)

(۲) کل میں نے سنا تھا کہ ایک شخص نے کہا کہ اس فرقہ میں اور دوسرے لوگوں میں سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں کہ یہ لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اور وہ لوگ وفات مسیح کے قائل نہیں باقی سب عملی حالت مثلاً نماز، روزہ اور زکوٰۃ اور حج وہی ہیں۔ سو سمجھنا چاہیئے کہ یہ بات صحیح نہیں کہ میرا دنیا میں آنا صرف حیات مسیح کی غلطی کو

دور کرنے کے واسطے ہے۔ اگر مسلمانوں کے درمیان صرف یہی ایک غلطی ہوتی تو اتنے کے واسطے ضرورت نہ تھی کہ ایک شخص خاص مبعوث کیا جاتا اور الگ جماعت بنائی جاتی اور ایک بڑا شور برپا کیا جاتا۔ یہ غلطی دراصل آج نہیں پڑی بلکہ میں جانتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ غلطی پھیل گئی تھی اور کئی خواص اور اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا کہ اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو خدا تعالیٰ اسی زمانہ میں اس کا ازالہ کر دیتا۔ (احمدی اور غیر احمدی میں فرق' ص ۳ ربوہ)

(۳) اور مسیح موعود کے ظہور سے پہلے اگر امت میں سے کسی نے یہ خیال بھی کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو ان پر کوئی گناہ نہیں صرف اجتہادی خطا ہے جو اسرائیلی نبیوں سے بھی بعض پیشگوئیوں کے سمجھنے میں ہوتی رہی۔

(حقیقۃ الوحی' ص ۳۰ حاشیہ ۳۲ ج ۲۲)

جب نزول مسیح کا عقیدہ ایمان کا جز نہیں دین کا رکن نہیں۔ حقیقت اسلام سے اس پیشگوئی کا تعلق نہیں محض ایک اجتہادی غلطی ہے۔ اس جیسی غلطی (العیاذ باللہ) انبیاء علیہم السلام سے بھی ہوتی رہتی تھی جس پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں اور یہ غلطی حضور اکرم ﷺ کے زمانہ سے چلی آتی ہے۔ اربوں کھربوں مسلمان اسی غلطی پر وفات پا چکے ہیں۔ بڑے بڑے اولیاء کرام، آئمہ عظام مقربین امت حتیٰ کہ حضرت ابو ہریرہ جیسے صحابی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اور باون سال کی عمر تک مرزا قادیانی کا نہ صرف یہ عقیدہ تھا بلکہ قرآن و حدیث سے اس عقیدہ کو ثابت کرتا رہا جسے بعد میں جا کر شرک عظیم قرار دے دیا۔ اب آپ ازراہ انصاف خود فیصلہ فرمادیں خود کہتا ہے کہ میں اس غلطی کی اصلاح کے لیے نہیں آیا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے یہ غلطی چلی آتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کوئی اہم بات ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی اسی وقت اصلاح کر دیتے۔ جب یہ غلطی پیدا ہوئی تھی۔ پھر مرزا قادیانی کا یہ ملفوظ بھی موجود ہے کہ ہماری یہ غرض ہرگز نہیں کہ ہم حیات و وفات مسیح پر جھگڑے اور مباحثے کرتے پھریں یہ ایک ادنیٰ سی بات ہے اب قادیانیوں کو بحث مباحثہ کے لیے اور کوئی موضوع ہی نہیں ملتا۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ یہ ایک معمولی بات ہے ہمیں اس پر جھگڑے اور مباحثے نہیں کرنے چاہئیں۔ تو قادیانیوں کو شرم کرنی چاہیے کہ کم از کم اپنے محسن حضرت مسیح موعود کی ہدایت پر تو انہیں عمل کرنا چاہیے۔ ہاں! اصل

موضوع بحث مدعی ماموریت مرزا قادیانی کی ذات ہے کہ آیا وہ اپنی تحریات کی رو سے ایک سچا اور شریف انسان بھی ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔

اور جبکہ اس کے دونوں خلفاء نے بھی یہ فیصلہ دے دیا کہ سب سے پہلے مدعی کو دیکھنا چاہیے کہ واقعی وہ سچا اور راست باز ہے یا نہیں؟ دوسری بحثوں میں پڑنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ پھر دیکھئے کہ جن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل اور بروز ہونے کا مرزا قادیانی مدعی ہے۔ انہوں نے اپنا دعویٰ پیش کرنے سے قبل صفا پہاڑی پر چڑھ کر پہلے قریش کے سامنے اپنی چالیس سالہ زندگی پیش کی تھی کہ اے سرداران قریش! اے میرے قبیلے والو! میں نے چالیس سال کی زندگی تمہارے سامنے گزاری ہے۔ میری چالیس سالہ کتاب زندگی کا ایک ایک ورق تمہارے سامنے ہے۔

﴿کیف وجد تمونی هل وجد تمونی صادقاً او کاذباً۔﴾

کہ تم نے مجھے سچا پایا یا جھوٹا سب نے یک زبان ہو کر کہا:

﴿جربنا مراراً ما وجد نافیك الا صدقاً۔﴾

کہ ہم آپکو بار بار آزما چکے ہیں۔ آپ میں سوائے سچائی کے اور کوئی چیز نہیں پائی۔ مرزا قادیانی بھی اگر واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ہے تو اسے اور اس کے پیروکاروں کو بھی تمام مسائل سے پہلے اس کی زندگی پیش کرنی چاہیے لیکن مرزائی اس کی زندگی پر بحث کرنا موت سے بھی زیادہ گراں جانتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی کیسی ہے؟ اسی لیے تو کہتے ہیں کہ چور کی داڑھی میں تنکا۔ اگر اس کی زندگی عیوب سے پاک صاف ہے تو قادیانی اس پر بحث کیوں نہیں کرتے؟

پھر ایک اور بات بھی قابل غور ہے۔ اگر کوئی شخص بفرض محال نبوت کو جاری بھی مان لے اور عیسیٰ علیہ السلام کو بھی قادیانیوں کی طرح فوت شدہ تسلیم کرے جیسا کہ بہائی فرقہ کا عقیدہ ہے لیکن مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائے اسے جھوٹا یقین کرے تو قادیانی اس شخص کو جھوٹا تسلیم کریں گے؟ جبکہ وہ ان کے دونوں عقیدے تسلیم کر چکا ہے ہرگز نہیں۔ کیونکہ جب تک وہ مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اور جہنم سے نہیں بچ سکتا تو معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مانے تب بھی قادیانیوں کے نزدیک کافر اور فوت شدہ مانے تب بھی کافر۔

نبوت کو بند مانے تو بھی کافر، جاری مانے تو بھی کافر اور جہنمی۔ جس کی واضح مثال بہائیوں کی موجود ہے۔ قادیانیوں کے نزدیک بہائی بھی اسی طرح کافر اور جہنمی ہیں جس طرح ہم مسلمان ان کے نزدیک کافر اور جہنمی ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود کہتا ہے کہ کل مسلمان جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی خواہ انہوں نے ان کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو معلوم ہوا کہ اصل موضوع بحث مرزا قادیانی کی ذات ہے۔ دوسری بحثوں میں پڑنا اور اصل موضوع سے پہلو تہی کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے۔ امت مرزائیہ کو ہمارا چیلنج ہے کہ وہ جب چاہیں جہاں چاہیں مرزا قادیانی کی سیرت اور کریکٹر پر ہم سے بحث کر سکتے ہیں لیکن بقول کسی کے

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔۔۔ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

قادیانی ہر ذلت برداشت کر سکتا ہے بلکہ موت قبول کر سکتا ہے لیکن مرزا قادیانی کی زندگی پر بحث اور مناظرہ نہیں کر سکتا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر مرزا قادیانی اپنی تحریرات کی روشنی میں ایک سچا اور شریف انسان ثابت ہو جائے تو ہم اس کے تمام دعاوی پر آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئیں گے اور ہم کسی دیگر موضوع پر بحث مباحثہ نہیں کریں گے۔

قارئین کرام اس نقطہ کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں اور جب بھی کسی قادیانی سے گفتگو کا موقع ملے تو صرف اور صرف مرزا قادیانی کی سیرت پر بحث کریں۔ دوسری بحثوں میں پڑ کر وقت ضائع مت کریں۔ اگر وہ سچا ہو جائے تو ہر بات میں سچا اور اگر وہ ایک بات میں بھی جھوٹا ثابت ہو گیا۔ تو پھر وہ بقول اپنے کسی بات میں بھی سچا نہیں ہے۔ سب میں جھوٹا ہے بقول مرزا صاحب کے (جو شخص ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے اس کا کسی بات پر بھی اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت حصہ دوم ص ۲۲۲ ج ۲۳)

اس مختصر اور ضروری تمہید کے بعد اب راقم اصل کتاب ''چراغ ہدایت'' کے متعلق چند ضروری گزارشات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ یہ کتاب حضرت الاستاذ کے تنقیدی مطالعہ کا حاصل نچوڑ ہے۔ آپ نے ہر پہلو سے مرزا کی کتب اور تحریروں کا جائزہ لیا اور مرزا قادیانی کی ہر بات کا توڑ اور اس کے ہر دعوے کا رد اس کی تحریروں سے پیش کیا ہے۔ پھر خصوصیت کے ساتھ مرزا قادیانی کی جہالت و غباوت اور کور علمی پر مرزا کی قرآن دانی، مرزا کی

حدیث دانی، مرزا کی تفسیر دانی، مرزا کی اصول تفسیر دانی اور اصول حدیث دانی، مرزا کی صرف ونحو دانی، مرزا کی بلاغت دانی، مرزا کی تاریخ دانی، مرزا کی حساب دانی غرض یہ کہ ہر فن میں اس کی ایسی اغلاط واضح کی ہیں کہ معمولی علم کا آدمی بھی مرزا غلام کی پوری حقیقت سمجھ سکتا ہے۔ یہ کتاب منفرد مناظرانہ انداز میں لکھی گئی ہے۔ علماء، طلباء، اور مناظر حضرات کے لیے یہ بے حد مفید ثابت ہوگی۔ معلومات کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ مرزا کی سیرت، ختم نبوت اور حیات عیسیٰ تینوں مضامین کو اس میں حضرت الاستاد مدظلہ العالی نے اپنے خاص انداز میں بیان کیا ہے۔ تینوں موضوعات سے آپ کسی موضوع پر گفتگو کرنا چاہیں تو آپ کو اس کتاب سے اتنا مواد ملے گا کہ آپ کو کسی اور کتاب کی حاجت نہیں رہے گی۔ اسے مرزائیت کا انسائیکلو پیڈیا کہیں تو بجا ہے۔ آپ کا حق ہے، کتاب میں محض عبارت آرائی نہیں ہے۔ بس مواد ہی مواد ہے۔ آئندہ چل کر اگر کوئی صاحب فن اس پر کام کرے تو اسے کئی جلدوں میں پھیلایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولف مدظلہ العالی کی اس محنت اور عرق ریزی کو قبول فرمائیں اور بھٹکے ہوئے اور گمراہ لوگوں کے لیے اس کو ''چراغ ہدایت'' بنائیں۔ آمین ثم آمین

نوٹ: حضرت الاستاد نے کتاب ''چراغ ہدایت'' نظر ثانی اور مقدمہ کے لیے بھیجی تھی۔ بندہ ناچیز اپنے کو قطعاً اس کا مستحق نہیں سمجھتا کہ اپنے فاضل استاد کی کتاب کا مقدمہ تحریر کرے یہ حضرت کی شفقت اور ذرہ نوازی ہے کہ مجھ ناچیز کو حکم فرمایا حضرت کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پاکستان میں کبھی کبھی وقت نکال کر دیکھتا رہا۔ لیکن قطر کے دورہ میں رمضان میں ہمراہ لے گیا اور وہاں جا کر نظر ثانی مکمل کی، مقدمہ مری میں شروع کیا۔ مسودے کے دو ورق گم ہوگئے۔ اب مدینہ منورہ کی پاک سرزمین پر اسے پورا کیا الحمد للہ۔ اللہ کتاب کے ساتھ اس مقدمہ کو بھی نافع فرمادیں۔ آمین ثم آمین

حضرت مؤلف مدظلہ العالی کا پوتا شاگرد

(سفیر ختم نبوت مولانا)

منظور احمد چنیوٹی

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید
بسم اللہ الرحمن الرحیم
ما كان محمد
ابا احد من رجالكم
ولكن رسول الله وخاتم النبيين
محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر
Muhammad is not the father of any one of your men, but the Messenger of ALLAH (God) and the Seal upon all the Prophets.
قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی
میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں

اسرائیلی قادیانی مشن
پاکستان کے شہری
اسرائیل میں کیسے پہنچے......؟

نحمدهٗ و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم اما بعد

حضرات محترم! اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ اسرائیلی حکومت جو مسلمانوں کے خلاف استعماری قوتوں کی سازش اور مکروفریب کے تحت بلا جواز وجود میں آئی ، اسے عرب حکومتوں اور حکومت پاکستان نے بھی ابھی تک تسلیم نہیں کیا اور حکومت پاکستان اس مسئلہ میں اپنے عرب بھائیوں کے دوش بدوش اپنے موقف پر پورے عزم سے ڈٹی ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے جس کا قادیانی حضرات بڑے فخر سے اعتراف کرتے ہیں کہ اسرائیل میں ان کا تبلیغی مشن ، عبادت گاہ ، لائبریری ، بک ڈپو اور سکول موجود ہے۔ اور ایسے ہی ایک ماہوار عربی رسالہ بھی وہاں سے شائع ہوتا ہے۔ اس میں مرزا غلام احمد کی کئی ایک کتابیں عربی میں ترجمہ ہو کر وہاں سے شائع ہو چکی ہیں۔ اور اسرائیلی حکومت اور وہاں کے صدر سے ان کے خصوصی تعلقات ومراسم قائم ہیں۔

دیکھئے قادیانیوں کی کتاب ''آور فارن مشن'' (Our Foreign Missions) مطبوعہ آرٹ پریس ربوہ۔ پاکستان کے لئے یہ تلخ حقائق ہیں جن سے صرف نظر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے وقتاً فوقتاً اس صورت حال کیخلاف احتجاج ہوتا رہتا ہے اور پاکستانی مسلمان جو اس حقیقت سے آگاہ ہیں وہ حکومت پاکستان کے لئے ایک سوالیہ نشان بنا ہوا ہے۔ اسلئے کہ قادیانی جماعت کا عالیہ ہیڈ کوارٹر (ربوہ) پاکستان میں موجود ہے اور اس جماعت کا سربراہ اور امیر پاکستانی باشندہ ہے اور پاکستان ہی میں مقیم ہے۔ جو دنیا بھر کی تمام جماعتوں کی نگرانی کرتا اور انہیں ہدایات دیتا ہے۔ اور کوئی قادیانی اس کے حکم سے روگردانی نہیں کر سکتا۔ بصورت دیگر فوراً جماعت سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے دنیا کے کسی خطہ میں رہنے والا قادیانی اپنے موجودہ سربراہ مرزا ناصر احمد ربوہ کی ہدایت اور حکم کے تحت جماعتی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

ایوب خان مرحوم کے دور حکومت میں جبکہ موجودہ وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیر خارجہ تھے۔ یہ سوال اسمبلی میں اٹھایا گیا تھا کہ قادیانی جماعت کا مشن اسرائیل میں موجود اور اس جماعت کے روابط و مراسم اسرائیلی حکومت سے کیونکر قائم ہیں۔ تو جناب بھٹو صاحب نے کہا کہ:

''میرے علم میں نہیں ہے کہ قادیانیوں کا کوئی مشن وہاں قائم ہے۔ اگر اس کا ثبوت

مہیا کریں تو مجھے خوشی ہوگی۔"

OUR FOREIGN MISSIONS

☆☆☆☆☆

VAKIL-AL-BSHIR

MIRZA MUBARAK AHMAD

SEERFTARY,

AHMADIAYYA MUSLIM FOREIGN MISSIONS,

RABWAH, WEST PAKISTAN

چنانچہ اسی وقت ہم نے ربوہ سے شائع شدہ "آور فارن مشنز" کے متعدد نسخے حاصل کئے جو جناب ایوب خان مرحوم، قومی اسمبلی کے سپیکر اور وزیر خارجہ بھٹو صاحب کو روانہ کئے گئے۔ صفحہ ۷۸۔۷۹ میں تمام تفصیلات درج ہیں۔ لیکن بات آئی گئی ہوگئی اور اس کا کوئی نوٹس نہ لیا گیا۔ اس ہی صدائے بازگشت وقتاً فوقتاً گونجتی رہی لیکن صدا بصحرا ثابت رہی، حال ہی میں جب مولانا ظفر احمد انصاری ایم۔ این۔ اے نے ایک یہودی پروفیسر کی کتاب "اسرائیل اے پروفائیل" سے یہ چونکا دینے والا انکشاف کیا کہ ۱۹۷۲ء تک چھ صد (۶۰۰) پاکستانی قادیانی اسرائیلی فوج میں بھرتی ہو چکے ہیں۔ یہ آواز اسمبلی میں گونجی اور پھر پورے ملک میں پھیل گئی۔ ملک کے کونے کونے سے یہ مطالبہ ہونے لگا تھا کہ قادیانی جماعت کو اسلام دشمنی اور ملک سے غداری کی بنا پر خلاف قانون قرار دے کر اس جماعت پر پابندی لگائی جائے۔ ان کے سرکردہ لوگوں کو گرفتار کر کے ان پر ملک دشمنی کے مقدمات چلائے جائیں اور جو پاکستانی قادیانی اسرائیل میں ہیں انکی پاکستانی شہریت ختم کی جائے تقریر و تحریر کے ذریعہ یہ مطالبات دہرائے جانے لگے۔

تو ۷ مئی کے تمام اخبارات میں مذہبی امور اور بیرون ملک مقیم پاکستانیوں کے معاملات کے وزیر جناب کوثر نیازی صاحب نے ایک بیان دیا۔ جس میں انہوں نے بڑے زوردار اور واضح الفاظ میں کہا کہ اسرائیل جانے کیلئے ایک بھی پاکستانی پاسپورٹ کارآمد نہیں۔ اور پھر اس

کے ساتھ ساتھ یہ بھی اعتراف کر لیا کہ اگرچہ متعدد احمدی اسرائیل میں کام کر رہے ہیں تاہم وہ پاکستانی نہیں ہیں۔ اور پھر یہ کہہ کر کہ حکومت ایک بھی پاکستانی کی خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی ہو اسرائیل میں موجودگی سے لاعلم ہے اپنے دعویٰ پر پانی پھیر دیا۔ یا یوں کہیے کہ ناعلمی کے پردہ میں ایک حقیقت پر پردہ ڈالنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کا کسی کو علم نہ ہونے سے اس چیز کی نفی نہیں ہو جاتی۔ گویا دوسرے لفظوں میں انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ اسرائیل میں پاکستانی قادیانی ہوں گے لیکن حکومت کو ان کا علم نہیں ہے۔

وزیر موصوف مولانا کی اس بات کا جہاں تک تعلق ہے۔ کہ:

"اسرائیل جانے کے لئے پاکستانی پاسپورٹ کارآمد نہیں۔"

یہ بات سو فیصد صحیح ہے اور اس سے کسی کو بھی اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ جو شخص بھی ملک سے باہر جانے کی سوجھ بوجھ رکھتا ہے وہ یہ جانتا ہے کہ اپنے ملک سے باہر وہ صرف اسی ملک میں جا سکتا ہے جس ملک کا نام اسکے پاسپورٹ میں درج ہے۔ اور پھر اس ملک کے سفارت خانے سے تعلقات خوشگوار ہوں اور اس ملک کے سفارت خانے سے داخل ہونے کی اجازت (ویزا) ہو۔ اور ویزا اسی ملک کا مل سکتا ہے جس کا نام پاسپورٹ میں درج ہو۔ اس لیے یہ دلیل اپنی جگہ اس حد تک تو درست ہے کہ کوئی پاکستانی، پاکستانی پاسپورٹ پر اسرائیل میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر کوئی پاکستانی کسی ایسے ملک میں چلا جائے جس ملک کے اسرائیل سے بڑے تعلقات ہوں۔ اور وہاں سے اس ملک کا پاسپورٹ حاصل کرے تو وہ ویزا لے کر اسرائیل جا سکتا ہے۔ اور جو پاکستانی قادیانی اسرائیل جاتے ہیں وہ یا جرمنی یا کینیڈا وغیرہ ہی جایا کرتے ہیں۔ لیکن مولانا کا یہ فرمانا کہ

"ایک بھی پاکستانی خواہ وہ احمدی ہو یا کوئی اور اسرائیل میں موجود نہیں۔"

ان کا یہ دعویٰ محل نظر ہے۔ بلکہ سردست اس وقت میرے پاس نصرت آرٹ پریس ربوہ پاکستان کی چھپی ہوئی کتاب "آور فارن مشنز" جو کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے اور موجودہ سربراہ جماعت ربوہ، مرزا ناصر احمد کے برادر حقیقی مرزا مبارک احمد جو کہ تمام بیرونی شعبوں کا انچارج ہے کی نگرانی میں 1965ء میں شائع کردہ موجود ہے۔ اس کے صفحہ 79 پر ایک چھوٹا سا

واقعہ بڑے فخر کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے کہ

"جب ہمارا مبلغ چوہدری محمد شریف پاکستان میں تحریک (احمدیہ) کے صدر دفتر (ربوہ) میں واپس ہونے لگا تو اسرائیل کے صدر نے اسے بلا بھیجا کہ وہ واپسی کے سفر پر پاکستان روانہ ہونے سے قبل اسے ملے۔ چنانچہ چوہدری محمد شریف نے اسرائیل کے صدر سے ملاقات کی اور اسے قرآن مجید کے جرمنی ترجمہ کا ایک نسخہ بطور تحفہ پیش کیا۔"

اسرائیلی پریس نے اس ملاقات کی وسیع پیمانہ پر تشہیر کی اور اسرائیل ریڈیو نے بھی اس سلسلہ میں ایک فیچر شائع کیا۔

اسے کہتے ہیں کہ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوگا کہ پاکستان کا چوہدری محمد شریف اسرائیل میں تھا .... اسرائیل سے اپنے ہیڈ کوارٹر ربوہ واپسی کے موقع پر اسرائیل کے صدر کی خصوصی دعوت پر اس سے ملاقات کی۔ اسرائیل کا صدر جو کسی بڑے سے بڑے آدمی کو بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا۔ چوہدری محمد شریف مرزائی مبلغ کو اتنی خاص اہمیت دے رہا ہے۔ کہ اسے پاکستان اپنے وطن لوٹنے سے قبل خاص طور پر بلایا جاتا ہے۔ خدا جانے اس ملاقات میں اسے مرکز کے لئے کیا کیا ہدایات دی گئی ہونگی۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ چوہدری محمد شریف مبلغ جماعت احمدیہ پاکستانی ہے۔ پاکستان سے اسرائیل گیا۔ وہاں مقیم رہا اسرائیل سے جب پاکستان لوٹنے لگا تو اسرائیل کے صدر کی خصوصی دعوت پر اس سے ملاقات کی۔ وہاں سے سربراہ احمدیہ ربوہ کے نام کچھ خفیہ ہدایات لیکر پاکستان واپس آیا۔ آخر یہ پاکستانی وہاں کیسے پہنچ گیا۔ اسی طرح دوسرے بھی پہنچ سکتے ہیں۔ یہ تو ۱۹۶۵ء کی بات ہے۔ اور کیا بعید ہے کہ ۱۹۷۳ء تک انہی "خاص ہدایات" کے مطابق چھ صد مرزائی اسرائیل فوج میں بھرتی ہو چکے ہوں۔ یہ بات تو جناب کوثر نیازی صاحب نے بھی تسلیم کر لی ہے کہ

"متعدد احمدی اسرائیل میں کام کر رہے ہیں۔"

اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ وہ پاکستانی نہیں ہیں تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا

کیونکہ دنیا بھر کے قادیانیوں کا اس وقت مرکز ''ربوہ'' ہے جو پاکستان میں واقع ہے۔ اور انکی دنیا بھر میں پھیلی ہوئی تمام جماعتوں حتیٰ کہ ہندوستان اور اسرائیل میں جو جماعتیں موجود ہیں ان تمام کا سربراہ اور امیر پاکستان میں رہتا ہے۔ اور ہر جماعت کو یہیں ربوہ ہی سے ہدایات جاری ہوتی ہیں۔ اور تمام بیرونی مشنوں کا انچارج وکیل التبشیر مرزا مبارک احمد آنجہانی سربراہ مرزا بشیر الدین محمود ثانی جماعت احمدیہ کا لڑکا اور موجودہ سربراہ جماعت ربوہ مرزا ناصر احمد کا حقیقی بھائی بھی ربوہ پاکستان میں ہی رہتا ہے گویا ان کی کنٹرولنگ اتھارٹی تمام پاکستان ہی میں موجود ہے۔

۱) اصل سوال تو یہ ہے کہ قادیانیوں کا کوئی مشن ہے؟

۲) کیا ان کے کچھ لوگ اسرائیلی فوج میں بھرتی ہیں؟

۳) اور کیا اسرائیلی حکومت سے ان کے کچھ مراسم و روابط ہیں؟

یہ تمام باتیں جناب کوثر نیازی صاحب نے اپنے بیان میں تسلیم کر لی ہیں۔ اور مرزا مبارک احمد نے اپنی کتاب ''آور فارن مشنز'' مطبوعہ نصرت آرٹ پریس ربوہ (صفحہ ۷۸۔۷۹۔۸۰)

اسرائیل میں تبلیغی مشن، عبادت خانہ، لائبریری، بک ڈپو، سکول اور ماہانہ رسالہ البشریٰ جو اسرائیل سے شائع ہوتا ہے۔ بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور یہ تمام تر کاروبار مرزا ناصر احمد سربراہ ربوہ کی سرپرستی اور ہدایات کے مطابق ہو رہا ہے عالم اسلام کی بدترین دشمن، مسلمانوں کے خون کی پیاسی اسرائیلی حکومت، جو کسی عیسائی مشنری کو بھی اپنے ملک اجازت نہیں دیتی، وہ قادیانی جماعت کے لیے اتنی فراخ دل کیوں ہو گئی ہے؟

ان کے لئے ملک کے تمام دروازے کیوں کھول دیئے گئے اور اسرائیلی صدر قادیانی مبلغ کو پاکستان لوٹنے کے موقع پر خصوصی دعوت کس لئے دیتا ہے؟

اور اس میں قادیانی جماعت کے سربراہ کے لئے کیا ''خفیہ ہدایات'' دی گئیں۔

یہ ایسے سوالات ہیں جو ہر مسلمان کو بے چین کئے ہوئے ہیں۔ ان ہی حقائق و شواہد کی بنا پر اس جماعت کے بارے میں جو خدشے ظاہر کئے جاتے ہیں وہ صحیح ہیں۔ لہٰذا اس خطرناک

جماعت کو جو نہ صرف پاکستان کی دشمن ہے بلکہ پورے عالم اسلام کی دشمن ہے نیشنل عوامی پارٹی کی طرح خلاف قانون قرار دے کر اس پر فوری طور پر پابندی لگائی جائے اور ان کے سرکردہ لوگوں کو گرفتار کر کے ان پر ملک سے غداری کے مقدمات چلائے جائیں اور ان کی اندرون ملک اور بیرون ملک سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے ان کے ساتھ اب کسی قسم کی نرمی یا رعایت برتنا ملک سے عظیم دشمنی ہوگی۔ [1]

بشکریہ:

اخبار "چٹان"

۲۸ جون ۱۹۷۶ء

☆☆☆

[1] مزید اس موضوع پر جدید معلومات کیلئے "قادیان سے اسرائیل تک" کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

قادیانی مسئلہ

۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو جب صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہید نے امتناع قادیانیت آرڈیننس نافذ کیا تو قادیانیوں نے انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کی آڑ میں شعائر اسلام کے استعمال کو اپنا بنیادی مذہبی حق قرار دینے کا واویلا شروع کیا۔ اس آرڈیننس کے خلاف انہوں نے عدالت عظمیٰ میں رٹ دائر کر دی جس پر مسلمانوں کی طرف سے کئی علماء نے شعائر اسلامیہ کے تحفظ اور قادیانیت کے مذہبی اور آئینی حقوق پر مبنی مقالات اور بیانات پیش کیے۔

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ کا زیر نظر مقالہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں قرآن و سنت کی روشنی میں شعائر اسلامیہ، اقلیتوں کے حقوق اور قادیانیوں کی مذہبی حیثیت پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔

اس علمی اور تاریخی مقالہ پر مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہم نے نظر ثانی فرمائی تھی جبل استقامت حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کا مطالعہ فرما کر شائع کرانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الّذین اصطفیٰ اما بعد۔

ایک اسلامی سلطنت میں قادیانی غیر مسلم اقلیت کو کیا کیا مذہبی حقوق حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور انہیں کس حد تک مذہبی آزادی دی جا سکتی ہے؟

اسلامی مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کو اس حد تک مذہبی آزادی دی جا سکتی ہے کہ اس سے مسلمانوں کے اپنے دینی اور مذہبی حقوق میں کسی طرح سے مداخلت نہ ہوتی ہو اور ان کی داخلی خود مختاری کسی طرح بھی مجروح نہ ہو لیکن اگر کسی اقلیت کی مذہبی آزادی سے خود مسلمانوں کے مذہبی حقوق تلف ہوتے ہوں تو مسلمان سربراہ کا فرض ہے کہ مسلمانوں کے دینی حقوق کی پوری حفاظت کرے اسلامی مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کے رسوم و اعمال اسی حد تک چلنے دیئے جا سکتے ہیں کہ اسلام کی اپنی عظمت و شوکت کسی طرح پامال ہونے نہ پائے سربراہ مملکت ان پر کچھ اس طرح کی پابندیاں لگائے کہ وہاں کی مسلم آبادی اپنے دین پر عمل کرتے ہوئے ان اقلیتوں کی مداخلت سے پوری طرح محفوظ رہ سکے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت کے جائز مذہبی حقوق کا تعین کرنے سے پہلے خود مسلمانوں کے دینی حقوق کا جائزہ لیا جائے اور اگر کسی پہلو سے کوئی غیر مسلم اقلیت ان کے حقوق میں مداخلت کرنے لگے تو ان امور میں کسی غیر مسلم اقلیت کو مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں دخل انداز نہ ہونے دیا جائے اور انہیں ان باتوں سے قانوناً منع کیا جائے۔

مذہبی آزادی کی حقیقت

اسلام کی رو سے دنیا میں ہر شخص کو اپنی پسند کا مذہب اختیار کرنے کا حق حاصل ہے قرآن کریم کی رو سے کسی کو جبراً مسلمان بنانے کی اجازت نہیں۔ صداقت اسلام کے دلائل کھلے ہیں اور حق باطل سے ممتاز ہو چکا ہے۔ مذہبی آزادی کی حقیقت یہی ہے کہ اسلام زبردستی دوسروں کو اپنے ساتھ جوڑنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ لیکن مسلمانوں کو کوئی اور مذہب اختیار کرنے کا قطعاً کوئی حق حاصل نہیں اسلام دین حق سے پھرنے کی کسی مسلمان کو اجازت نہیں دیتا اسے ہر کوشش کے ساتھ دائرہ اسلام میں پابند کرتا ہے۔ یہ ''اکراہ'' کسی کو دین میں لانے کے لیے نہیں اسے دین

میں رکھنے کے لئے ہے جو اسلام کا ایک اندرونی معاملہ ہے مذہبی آزادی کا یہ مفہوم مرزا غلام احمد نے ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے۔

''ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان بنانے کے لیے کبھی جبر نہیں کیا اور نہ تلوار کھینچی اور نہ دین میں داخل کرنے کے لیے کسی کے ایک بال کو بھی نقصان پہنچایا۔ بلکہ وہ تمام نبوی لڑائیاں اور آنجناب ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جنگ جو اس وقت کیے گئے یا تو اس واسطے انکی ضرورت پڑی کہ ملک میں امن قائم کیا جائے اور جو لوگ اسلام کو اسکے پھیلنے سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں جو مسلمان ہوں ان کو کمزور کر دیا جائے''۔[1]

اسلام میں آئے ہوئے لوگوں کو ضابطہ اسلام کا پابند کرنے کے لیے آنحضرت ﷺ نے ان الفاظ میں یہ دھمکی بھی دی ظاہر ہے کہ یہ اکراہ نہیں دین اسلام کا ایک اپنا ضابطہ کار ہے۔

(۱) لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلاً يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثم اُحرق علی رجال يتخلفون عن الجمعة بيوتهم۔[2]

''میں نے ارادہ کیا کہ کسی اور شخص کو امام مقرر کروں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور پھر ان لوگوں کے گھروں کو جو جماعت سے پیچھے رہ جاتے ہیں آگ لگا دوں۔''

بے شک یہ ایک بڑی دھمکی ہے اور مسلمانوں کو دین پر رکھنے کے لیے ہے۔ یہ اکراہ ممنوع نہیں اور اس کے جواب میں یہ نہیں کہا جا سکتا لا اکراہ فی الدین کہ دین میں اکراہ نہیں یہ سختی کہاں سے آ گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(۲) مروا اولادکم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم ابناء عشر سنين۔[3]

---

[1] تریاق القلوب ص ۵۲ رخ ص ۲۳۶ ج ۱۵
[2] صحیح مسلم ص ۲۳۲ ج ۱
[3] مشکوۃ ص ۵۸ عن ابی داؤد

"اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز پر لگاؤ اور جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں مار کر بھی نماز پڑھاؤ"

نماز کے لئے یہ مارنا اکراہ ممنوع نہیں دین اسلام کا اپنا ضابطہ کار اور اس کا ایک اپنا دائرہ تربیت ہے۔

(۳) جس طرح نماز عبادت ہے زکوٰۃ بھی ایک عبادت ہے تارک نماز کو دھمکی دیکر نماز پر لانا یا قوم کو دھمکی دے کر ان سے جبراً زکوٰۃ وصول کرنا ہرگز اکراہ ممنوع نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے منکرین زکوٰۃ اور مانعین زکوٰۃ دونوں کے خلاف عمل فرمایا تھا۔

فرمان صدیقی

صحیح بخاری میں حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا:

واللّٰہ لا قاتلنّ من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللّٰہ لو منعونی عقالاً کانو ایؤ دّونھا الی رسول اللّٰہ ﷺ لقاتلتھم علی منعھا۔[1]

"خدا کی قسم میں ان لوگوں سے ضرور جنگ کرونگا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق ڈالتے ہیں بے شک زکوٰۃ حق مال ہے (جس طرح نماز حق بدن ہے) بخدا اگر یہ لوگ ایک بھیڑ بھی جو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں اسے روکنے پر ان سے جہاد کرونگا۔"

یہ "اکراہ ممنوع نہیں" دین اسلام کا داخلی دائرہ کار ہے لوگوں کو اسلام پر رکھنے کا ایک قدم ہے اور بے شک سلطنت اسلامی کو اس کا پورا حق حاصل ہے۔

(۴) نماز کے لیے مسجد میں اذان دینا فرض نہیں لیکن شعائر اسلام میں سے ضرور ہے اگر کسی علاقے میں پوری کی پوری قوم اذان نہ دینے پر اتفاق کر لے تو اسلامی سربراہ کو ان سے جہاد کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے

---

[1] مشکوٰۃ ص ۱۵۷

لو اجتمع اهل بلد علی ترکه قاتلنا هم علیه۔ ؎۱
(اگر کسی علاقے کے لوگ اذان کہنا چھوڑ دیں تو ہم اس پر جہاد کریں گے۔)

یہ اکراہ ممنوع نہیں

جو شخص اسلام کے اپنے دائرہ کار اور سلطنت اسلام کی داخلی خود مختاری پر کچھ غور کرے تو سینکڑوں مثالیں سامنے آئیں گی جن میں مسلمانوں کو اسلام کے ضابطوں پر پوری سختی سے پابند کیا گیا ہے۔ ان میں دھمکیاں بھی ہیں سزائیں بھی ہیں اور معاشرے پر اخلاقی دباؤ بھی ہے۔ ایک زندہ دین کی زندگی کے یہ نشان ہیں انہیں اکراہ للدین تو کہا جا سکتا ہے۔ اکراہ فی الدین نہیں۔

ثانی الذکر کا حاصل صرف یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کو جبراً اسلام میں نہیں لایا جا سکتا یہ منع ہے اسلام میں آئے ہوئے لوگوں کو یہ آزادی نہیں دی جا سکتی کہ وہ جو چاہیں کہتے اور کرتے رہیں انہیں ضابطہ اسلام کا پابند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان پر اکراہ کیا جا رہا ہے۔ علامہ شعرانی لکھتے ہیں۔

وَاَجْمَعُوْا عَلٰی اَنَّہٗ اِذَا اتفق اھلُ بلد علی ترکِ الاذان والاقامۃ قاتلو الانہ من شعائر الاسلام۔ ؎۲
(اس پر سب فقہاء کا اجماع ہے کہ اگر کسی علاقہ والے اذان و اقامت کے چھوڑنے پر متفق ہو جائیں تو مسلمان ان سے قتال کریں کیونکہ یہ شعائر اسلام میں سے ہیں)

اسے ایک مثال سے واضح کیا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص اپنا یہ عقیدہ بنا لے کہ وہ خدا ہے یا خدا کا بیٹا ہے تو کیا اسے مذہبی آزادی کا لیبل لگا کر آزاد چھوڑ دیا جائیگا؟

یا اسلام اور اسلامی معاشرہ اسے پکڑے گا؟

؎۱ بحرالرائق ص ۲۶۹ ج ۱

؎۲ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۳۳

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس موقع پر مذہبی آزادی کا سہارا نہیں لیا۔ مرزا صاحب نے انگریزی سلطنت میں اس کا منصفانہ فیصلہ یہ پیش کیا ہے۔ اگر کوئی ایسا شخص اس گورنمنٹ کے ملک میں یہ غوغا مچاتا ہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں تو گورنمنٹ اس کا تدارک کیا کرتی؟

تو اس کا جواب یہی ہے کہ مہربان گورنمنٹ اس کو کسی ڈاکٹر کے سپرد کرتی تا کہ اس کے دماغ کی اصلاح ہو اس بڑے گھر میں محفوظ رکھتی جس میں بمقام لاہور اس قسم کے بہت لوگ جمع ہیں۔[1]

مرزا صاحب نے ایسے شخص کو پاگل خانے بھجوانے کی یہاں جو راہ بتائی ہے یہ ہرگز اکراہ ممنوع نہیں اسلامی سلطنت تو در کنار اسے انگریزی سلطنت بھی مذہبی آزادی کا نام نہ دے گی کوئی مسلمان اگر اس قسم کی باتوں پر آ جائے تو سلطنت اسلام کا اس پر کوئی سختی کرنا ہرگز اکراہ ممنوع نہیں نہ ہی یہ اقدام اکراہ فی الدین کے خلاف سمجھا جائیگا۔

اپیل کنندگان نے اپنی اپیل میں اس آیت کو بالکل بے محل پیش کیا ہے۔ کسی معتبر تفسیر میں اس کے یہ معنی نہیں لیے گئے کہ مسلمان کہلانے کے بعد مسلمان جو چاہے عقیدہ رکھے اور اس پر اسلامی سربراہ یا اسلامی معاشرہ کوئی پابندی نہیں لگا سکتا اور یہ پابندی مذہبی آزادی کے خلاف ہو گی ایسا کہیں نہیں۔

غیر مسلم اقوام کی مذہبی آزدی:

اسلام اپنی سلطنت میں بسنے والی غیر مسلم اقوام کو پوری مذہبی آزادی دیتا ہے لیکن اس میں یہ بات اصولی ہے کہ ان کی یہ آزادی سلطنت اسلامی کا مروت واحسان ہے۔ جو اسلام کا انسانی حقوق کا ایک چارٹر ہے۔ ان انسانی حقوق پر ان کی مذہبی آزادی مرتب کی گئی ہے سو اگر کوئی غیر مسلم قوم مذہبی آزادی میں اپنی انسانی قدروں کو کھو دے تو پھر ان کی مذہبی آزادی پابندیوں کی جکڑ میں آ جاتی ہے اور یہ کوئی اکراہ نہیں ہے۔

مسلمان دارالحرب میں ہوں تو انہیں جو مذہبی مراعات حاصل ہوں گی وہ اس غیر اسلامی

---

[1] مکتوبات احمدیہ جلد سوم ص ۱۲۸ مطبوعہ قادیان

حکومت کا احسان اور ان کا ایک اخلاقی ضابطہ کار ہوگا اسی طرح جو غیر مسلم اقوام اسلامی سلطنت میں رہتی ہوں انہیں جو رعایتیں دی جائیں اور ان سے جو عہد و پیمان باندھے جائیں وہ دارالاسلام کے مسلمانوں کا مروت واحسان ہوگا۔ اب اگر اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی ماننے والے اور نہ ماننے والے دونوں برابر کے شریک ہوں وہ ایک دوسرے کو علی الاعلان اسلام کے بنیادی عقائد سے منحرف بھی قرار دیں اور پھر بھی ایک امت کہلائیں تو ظاہر ہے کہ اس التباس سے امت کا تشخص ختم ہو جائیگا امت اپنے مخصوص معتقدات سے ہی پہچانی جاتی ہے جب انہی میں التباس ہو گیا تو امت کہاں رہی سو افراد امت کو حق پہنچتا ہے کہ جو لوگ ان سے بنیادی حقائق میں منحرف ہو جائیں انہیں اس امت میں شامل نہ رہنے دیں نکال باہر کریں ورنہ وحدت امت کا تحفظ نہ ہو سکے گا۔ اب ان باہر نکلنے والوں کا ہنوز اس امت میں رہنے کا دعویٰ مسلمانوں کے حق وحدت میں مداخلت ہوگی وہ اگر مسلمان کہلانے پر اصرار کریں تو وہ یقیناً مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مخل اور دخل انداز ہوں گے اسلام جب تمام اقلیتوں کو ان کی حدود میں مذہبی آزادی دیتا ہے تو یہ کیسے جائز کر سکتا ہے کہ خود اپنی آزادی میں دوسروں کی مداخلت برداشت کرلے۔ سو قادیانیوں کا اسلام کا نام استعمال کرنے پر اصرار مسلمانوں کے وحدت امت کے حق میں ایک مداخلت بے جا ہے۔ مسلمانوں کا ان سے یہ مطالبہ کہ وہ مسلمان نہ کہلائیں ان کے اوپر بوجھ ڈالنا نہیں خود اپنی ذات کی حفاظت کرنا ہے کوئی امت دوسروں کی خاطر اپنی سالمیت کو مجروح نہیں کرتی۔ قوموں کی سالمیت جن چیزوں سے باقی رہتی ہے انہیں بھی ان کے شعائر کہتے ہیں۔

شعائر امت کا تحفظ:

مسلم سوسائٹی جن جگہوں، کاموں اور ناموں سے پہچانی جاتی ہے انہیں شعائر اسلام کہا جاتا ہے۔ یہ اسلام کے وہ نشان ہیں جن سے مسلم آبادیاں اور مسلمان لوگ پہچانے جاتے ہیں۔ جب تک کسی امت کے شعائر محفوظ رہیں اور لوگ اپنے شعائر کا پوری غیرت سے پہرہ دیتے رہیں تو امت کا تشخص باقی رہ سکتا ہے ورنہ نہیں پس ان شعائر میں کسی ایسے طبقے کی مداخلت جو

کچھ بنیادی عقائد میں مسلمانوں سے منحرف ہو چکے ہوں اور مسلم معاشرہ سے وہ باہر بھی کیے گئے ہوں مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں مداخلت ہوگی کہ جو لوگ ان میں سے نہیں ہیں خواہ مخواہ ان کے ہاں گھس رہے ہیں۔ یہ شعائر مکانی بھی ہیں اور عملی بھی۔ پھر کچھ شعائر مرتبی بھی ہیں اور امت کی پہچان اور تشخص میں ان سب کا دخل ہے۔

الاسلام یعلو و لا یعلی علیہ۔ [1]

''اسلام اوپر رہتا ہے اسے نیچے نہیں رکھا جا سکتا۔''

امام نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

المراد بہ فضل الاسلام علی غیرہ

''اس سے مراد اسلام کا دوسرے مذاہب سے بڑھ کر رہنا ہے۔''

اس اصول کی روشنی میں مسلمانوں کے مذہبی حقوق کا تحفظ ازبس ضروری ہے انہیں ان چار عنوانوں سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

1) وحدت امت کا تحفظ

امت کی سالمیت اور اس کا استقلال ہر صورت میں قائم رکھنا ضروری ہے۔

۲) شعائر امت کا تحفظ

امت کی عملی زندگی اور اس زندگی کے محرکات ہر صورت میں قائم رہنے چاہییں۔

۳) افراد امت کا تحفظ

امت کے ایک ایک فرد کی ہر دینی اور دنیوی فتنے سے حفاظت کی جانی چاہیے۔

۴) حوزہ امت کا تحفظ

امت کی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی پوری حفاظت کی جائے۔

ان عنوانوں پر ترتیب وار بحث حسب ذیل ہے۔

وحدت امت کا تحفظ:

امت کی وحدت پیغمبر کے گرد قائم ہوتی ہے وحدت امت کا سنگ بنیاد اور مرکز و محور پیغمبر کی

---

[1] نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۳۳

شخصیت ہوتی ہے اور امت کے افراد جب تک پیغمبر کی شخصیت اور پیغمبر کے لائے ہوئے دین کے بنیادی عقائد میں جنہیں ضروریات دین کہا جاتا ہے متحد رہیں تو وحدت امت قائم رہتی ہے ۔ پیغمبر جس طرح لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اسی طرح اپنے ماننے والوں کی ایک امت بھی قائم کرتے ہیں جب تک اس امت کی وحدت قائم رہے اس پیغمبر کی رسالت کا اثر باقی رہتا ہے اور جب وحدت امت قائم نہ رہے تو رسالت کا اثر جاتا رہتا ہے۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک امت بنائی اور ان کے دل اپنے فیض صحبت سے پاک کئے اور یہ سلسلہ امت اب تک قائم اور باقی ہے اور اسی کو امت مسلمہ کہا جاتا ہے۔ ضروریات دین میں سب مسلمان متحد اور امت واحدہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کوئی نہیں اور اس امت کے بعد کوئی امت نہیں اسے ان کا کوئی آئینی حق نہ کہیں گے اسی طرح انہیں (کافروں کو) کسی اپنے کلیدی عہدے پر لے آنا کہ خود مسلمان ان کے دست نگر ہو جائیں درست نہیں ہوگا ان کے لئے قرآن کریم کی اس آیت سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

﴿ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔﴾ (النساء: ۱۴۱)

"اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز کوئی غلبے کی راہ نہ دے گا۔"

اسلامی سلطنت میں مسلمانوں کے دینی حقوق:

اسلامی سلطنت میں مسلمانوں کو پوری دینی آزادی حاصل ہے اور ان پر اپنی پوری اجتماعی قوت سے اپنے دینی حقوق کی حفاظت کرنا لازم ہے اگر کسی دائرہ عمل میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مذہبی حقوق میں کوئی ٹکراؤ محسوس ہو تو پابندی غیر مسلموں کی بے جا آزادی میں لگے گی۔ سلطنت اسلامی میں مسلمانوں کی دینی شوکت کو کسی پہلو سے مجروح نہ ہونے دیا جائے۔

قرآن و حدیث کی مندرجہ ذیل نصوص سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے

ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔

"اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر غلبہ کی راہ۔"

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔ (المنفقون: ۸)

"اور غلبہ تو اللہ اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے۔"

کافروں میں سب سے زیادہ مسلمانوں کے قریب اہل کتاب ہیں ان کے بارے میں بھی فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ صلح سے رہیں تو ماتحت ہو کر رہیں برابر کی حیثیت سے نہیں۔

قاتلوا الذین لا یؤمنون باللّٰہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرّمون ما حرّم اللّٰہ ورسولہٗ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن یدٍ وّھم صٰغرون۔ (التوبہ : ۲۹)

"لڑو ان لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے اور دین حق کے ماتحت نہیں چلتے ان لوگوں سے جو دیئے گئے کتاب یہاں تک کہ وہ ماتحت بن کر ہاتھ سے جزیہ دیں۔

انہی سے امت کا تشخص قائم رہتا ہے اور مسلمان دوسری قوموں میں انہی نشانات سے پہچانے جاتے ہیں۔ مکانی شعائر میں سب سے بڑی چیز کعبہ ہے جو مرکز اسلام ہے پھر کعبہ کی جہت میں مسجدیں بنی ہیں۔ جو اللہ کے لیے بنی ہیں۔ عملی شعائر میں اذان اور مذہبی شعائر میں اسلامی القابات کی مثال دی جا سکتی ہے پس اگر کوئی غیر مسلم اقلیت اپنی عبادت کے بلانے کیلئے اذان کہنے لگے اور اس کے الفاظ بھی وہی مسلمانوں جیسے ہوں اور وہ اپنی عبادت گاہ کو مسجد کہے اور اپنے بانی مذہب کے ساتھیوں کو صحابی اور انہیں بطور طبقہ رضی اللہ عنہم کہے تو اسے اس غیر مسلم اقلیت کی مذہبی آزادی نہ کہا جائیگا بلکہ مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی بربادی سمجھا جائیگا کہ جن شعائر سے اس امت کا تشخص قائم تھا اب اس میں التباس ڈال دیا گیا ہے اور امت مسلمہ کے اس تشخص کو ضائع کر دیا گیا ہے۔ اب ان امتیازات میں وہ لوگ بھی شریک ہونے لگے ہیں جو یقیناً ان میں سے نہیں ہیں۔"

شعائر امت اسلامیہ:

شعائر امت میں ہم کعبہ، اذان، مسجد، قرآن، کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔ پیشتر اس کے کہ ان کی تفصیل کی جائے یہ بیان کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ مرزا

غلام احمد کے پیروان تمام شعائر میں مسلمانوں سے علیحدہ ہیں اسلام کے بعض بنیادی عقائد میں ان کا مسلمانوں سے منحرف ہونا یہ تو ایک مستقل وجہ کفر تھی لیکن ان کا ان شعائر میں مسلمانوں سے علیحدہ ہونا یہ ان کے اسی کفر کی ایک اور تصدیق ہے آپ شعائر اسلام کے ایک ایک فرد پر ان کے نقطہ نظر کو پڑھتے جائیں اور پھر ان شعائر میں مسلمانوں کے عقیدے کو بھی دیکھیں تو صاف معلوم ہوگا کہ یہ لوگ شعائر اسلام میں مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح شریک نہیں۔

کعبہ:

مسلمان کعبہ شریف کو تمام روحانی برکتوں کا مرکز سمجھتے ہیں مگر مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟ [1]

اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ اب ان کے عقیدے میں مکہ معظمہ مرکز برکات نہیں رہا۔ کیا یہ شعائر اسلام کی صریح حرمت ریزی نہیں اور کیا یہ عقیدہ لاتحلوا شعائر اللّٰہ کے خلاف صریح کفر کا ارتکاب نہیں ...... ؟؟؟؟

یہ سارا زور مکہ و مدینہ کی بجائے قادیان کی مرکزیت قائم کرنے پر لگ رہا ہے۔

قادیانی اپنی الحادی تدبیروں سے ایک ایسا دین قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جس کی رو سے مسلمانوں کا اسلام محض ایک مردہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ان کی یہ کوششیں شعائر اسلام کی کلی نفی کی ہے اور اپنے شعائر کیلئے ایک جارحانہ تحریک ہے۔

مکانی شعائر:

مکانی شعائر میں سب سے بڑی چیز کعبہ ہے جو مرکز اسلام ہے پھر کعبہ کی جہت میں جو مسجدیں ہیں جو اللہ کے لیے بنی ہیں جب کعبہ کے بارے میں ان کا نظریہ یہ ہے تو وہ مسجدوں میں مسلمانوں کے ساتھ کیسے شریک ہو سکتے ہیں؟

مرزا غلام احمد اسی لیے اپنی جماعت کے لیے اس کلی علیحدگی کا قائل تھا اس کا بیٹا مرزا بشیر

---

[1] حقیقۃ الرؤیا ص ۴۶ از مرزا بشیر الدین محمود

الدین محمود اپنے باپ مرزا غلام احمد سے نقل کرتا ہے۔

یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔ [1]

پھر ایک اور مقام پر لکھتا ہے۔ تم اپنے امتیازی نشانوں کو کیوں چھوڑتے ہو تم ایک برگزیدہ نبی کو مانتے ہو اور تمہارے مخالف اس کا انکار کرتے ہیں حضرت صاحب کے زمانہ میں ایک تجویز ہوئی کہ احمدی غیر احمدی ملکر تبلیغ کریں مگر حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کونسا اسلام پیش کرو گے؟ کیا خدا نے جو تمہیں نشان دیئے جو انعام خدا نے تم پر کیا وہ چھپاؤ گے؟

ایک نبی ہم میں بھی خدا کی طرف سے آیا۔ اگر اس کی اتباع کریں گے تو وہی پھل پائیں گے جو صحابہ کرام کے لئے مقرر ہو چکے ہیں۔ [2]

اس میں صریح اقرار ہے کہ قادیانی مسلمانوں کے ساتھ کسی بات میں شریک نہیں ہو سکتے ان کا مسلمانوں کے شعائر میں خواہ مخواہ دخل دینا مسلمانوں کے دائرہ کار میں مداخلت بے جا ہے۔

قادیانیوں کا اسلام کا تصور اس اسلام سے بالکل جدا ہے جو مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔

روزنامہ الفضل نے ۳۱ مئی ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں چوہدری ظفر اللہ خان کی ایک تقریر ان الفاظ میں شائع کی ہے یہ قادیانی مذہب کو دین اسلام سے کلیۃً الگ کرتی ہے۔

''اگر نعوذ باللہ آپ (مرزا غلام احمد) کے وجود کو درمیان سے نکال دیا جائے تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ اسلام بھی دیگر مذاہب کی طرح خشک درخت شمار کیا جائیگا اور اسلام کی کوئی برتری دیگر مذاہب سے ثابت نہیں ہو سکتی۔'' [3]

اس بیان کی روشنی میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں کسی بات میں دینی اشتراک نہیں رہتا

---

[1] روزنامہ الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۳۰ [2] آئینہ صداقت ص ۵۲

[3] المصلح کراچی ۲۳ مئی ۱۹۵۲ء الفضل ربوہ ۳۱ مئی ۱۹۵۲

مسلمان اس دین کے قائل ٹھہرتے ہیں جسمیں مکہ و مدینہ کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے۔ اور خود شجر اسلام ایک خشک درخت شمار ہوتا ہے مرزا بشیر الدین محمود اپنے باپ دادا مرزا غلام احمد سے نقل کرتا ہے۔

"یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی ذات رسول کریمؐ قرآن نماز روزہ حج زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"[1]

جو لوگ اللہ کی ذات میں مسلمانوں سے اختلاف کریں وہ دھریے ہو سکتے ہیں یا مشرک۔ مرزا غلام احمد ان دو میں سے کدھر تھے؟ انہیں ان کے الہامات میں دیکھا جا سکتا ہے۔ قادیانیوں نے مرزا صاحب کے الہامات تذکرہ کے نام سے شائع کیے ہیں اسمیں ہے۔

آ و ابن! خدا تیرے اندر اتر آیا۔[2]

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے کہا:

انما امرك اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون

تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے وہ فی الفور ہو جاتی ہے۔[3]

مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔[4]

واُعطیتُ صفة الافناء والاحیاء من الرب الفعال۔[5]

(مجھے رب کارساز کی طرف سے زندہ کرنے اور مارنے کی صفت عطا کی گئی ہے)

انا نُبشرك بغلام مظهر الحق والعلی کان الله نزل من السماء۔[6]

(ہم آپ کو حق وعلو کے مظہر بچے کی بشارت دیتے ہیں گویا کہ حق تعالیٰ خود آسمانوں سے اتر آیا۔) (نعوذ باللہ)

---

[1] الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء [2] تذکرہ ص ۳۱۲

[3] حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵ رخ ص ۱۰۸ ج ۲۲ [4] ضمیمہ گولڑویہ ص ۲۵ رخ ص ۴۱ ج ۱۷

[5] خطبہ الہامیہ ص ۲۳ رخ ص ۵۵، ۵۶ ج ۱۶ [6] حقیقۃ الوحی ص ۹۵ رخ ۹۸ / ج ۲۲

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں کیا اختلاف ہے؟ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین خلائق اور اولادِ آدم میں کامل ترین شخصیت مانتے ہیں ان سے زیادہ کامل شخصیت کا تصور قیامت تک نہیں۔ قادیانی مرزا غلام احمد کے وجود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عربی وجود سے زیادہ کامل مانتے ہیں ان کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو ظہور تھے۔ ظہور عربی اور ظہور ہندی وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ایک دوسرا ظہور تھا اور آپ کا یہ ظہور آپ کے پہلے ظہور سے زیادہ کامل تھا اس کا مطلب اس کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عربی کو کامل اور مکمل نہیں مانتے جبکہ مسلمان آپ کی اسی شخصیت کریمہ کو اسوۂ حسنہ اور انسانیت کا کامل ترین ظہور مانتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے ان کے ایک پیرو نے حسب ذیل اشعار پڑھے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ان کے اخبار بدر کی ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء کی اشاعت میں شائع ہوئے۔

غلام احمد رسول اللہ ہے برحق	شرف پایا ہے نوعِ انس و جاں نے
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں	اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل	غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

مرزا غلام احمد نے خود بھی لکھا ہے:

یہ خیال کر گویا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے بارہ میں فرمایا اس سے بڑھ کر ممکن نہیں بدیہہ البطلان ہے ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں۔[1]

پھر مرزا غلام احمد نے ان قرآنی حقائق و معارف کا اپنے اوپر کھلنا ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''اگر یہ کہا جائے کہ ایسے حقائق و دقائق قرآنی کا نمونہ کہاں ہے جو پہلے دریافت نہیں کئے

1 کرامات الصادقین ص ۱۹ ار خ ص ۶۱ ج ۷

گئے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس رسالہ کے آخر میں جو سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی ہے اس کے پڑھنے سے تمہیں معلوم ہوگا۔ [1]

مرزا غلام احمد کے ان الفاظ کو بھی پیش نظر رکھئے:

رو ضہ آدم کہ تھا نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار [2]

قادیانیوں نے اس تصور کو پھر اور نکھارا اور مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود نے یہ مانتے ہوئے بھی کہ کوئی شخص حضور سے آگے نہیں بڑھ سکا کہا۔

یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ [3]

مسلمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ روحانی کمالات کا تصور تک نہیں کر سکتا سو مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ ان کی جماعت دوسرے مسلمانوں سے رسول کریم کے بارے میں بھی مختلف ہے بالکل درست ہے سو جب قادیانیوں کو مسلمانوں سے اللہ کی ذات اور رسول کریم کی شان میں بھی بنیادی اختلاف ٹھہرا تو کلمہ کی وحدت کہاں رہی؟

کلمہ شریف اسی اقرار توحید و رسالت پر ہی تو مشتمل ہے۔ اللہ کی ذات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا ہی تو ذکر ہے جب ان دونوں کے بارے میں مسلمانوں اور قادیانیوں میں اختلاف ہو گیا تو ان میں کوئی نقطہ اشتراک بھی نہ رہا۔ توحید و رسالت کے اقرار میں بھی دونوں مختلف ہو گئے اور کلمہ بھی دونوں کا مختلف ہو گیا اس کے دو مصداق ہو گئے۔

قرآن مجید:

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا کی آخری کتاب قرآن کریم قیامت تک کے لیے محفوظ ہے اور اس کی حفاظت خدا تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہے مگر قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن کریم

---

[1] کرامات الصادقین ص ۲۰ روحانی خزائن ص ۶۲ ج ۷
[2] درثمین اردو ص ۱۳۵ روحانی خزائن ص ۱۴۴ ج ۲۱
[3] الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء

۱۸۵۷ء میں اٹھا لیا گیا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو مرزا صاحب کے آنے کی کیا ضرورت تھی مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم۔اے لکھتا ہے۔

"ہم کہتے ہیں قرآن کہاں موجود ہے؟ اگر قرآن موجود ہوتا تو کسی کے آنے کی کیا ضرورت تھی مشکل تو یہی ہے کہ قرآن دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ اسی لیے تو ضرورت پیش آئی کہ محمد رسول اللہ کو بروزی طور پر دوبارہ دنیا میں مبعوث کر کے آپ پر قرآن اتارا جائے۔" [1]

قرآن کریم کی تفسیروں میں اختلاف بے شک انسانی اور علمی اختلاف ہے لیکن اسے قرآن کا اختلاف نہیں کہہ سکتے یہ مفسرین کا اختلاف ہے جو آخر انسان ہی تھے۔ ہم صحیح یہ ہے کہ قرآن کی غلط تفسیریں بھی چلیں نہیں لیکن صحیح تفسیر بہر حال موجود رہی اور اہل حق اس کے ساتھ غلط تفسیروں کی تردید کرتے رہے لیکن قرآن کی اصلاح کا نام اسے اب تک کسی نے نہیں دیا۔ اب مرزا غلام احمد کی عبارت ذیل دیکھئے ۔۔۔۔ عیسیٰ اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ [2]

کیا یہ الفاظ ایسے شخص کے قلم سے نکل سکتے ہیں جو قرآن کریم اور مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہو جس طرح قرآن پر مسلمان اور قادیانی اپنے بنیادی عقیدہ میں مختلف ہیں نماز میں بھی ہر دو مذاہب کا بنیادی اختلاف ہے۔

نماز:

نماز مسلمانوں کو ایک صف میں جمع کرتی ہے اکٹھے نماز پڑھنا یا پڑھ سکنا مسلمانوں کو ایک امت بناتا ہے اور یہی ایک دوسرے کے لئے ایک دوسرے کے اسلام کا نشان ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من صلّی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذٰلک المسلم۔ [3]

"جو ہمارے جیسی نماز پڑھے ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے اور ہمارا ذبیحہ حلال

---

[1] کلمۃ الفصل ص ۱۷۳ ریویو آف ریلیجنز [2] ازالہ اوہام ص ۷۰۸ روحانی خزائن ص ۴۸۲ ج ۳
[3] مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۲

سمجھے وہ مسلمان ہے۔"

ہمارے جیسی نماز میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اس کی نماز الگ نہ ہو اگر کوئی شخص مسلمانوں کی جماعت سے کلیۃً کنارہ ہے مسلمانوں کی جماعت میں شامل نہ سمجھا جائیگا۔

ابن نجیم لکھتے ہیں:

فان صلی بالجماعة صار مسلما بخلاف ما اذا صلی وحده الا اذاقال الشهود صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا ....وعن محمد انه اذا حج علی وجه الذی یفعله المسلمون یحکم باسلامه۔[1]

پس اگر کوئی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے وہی (کامل) مسلمان ہے بخلاف اکیلے نماز پڑھنے والے کے ہاں اگر اکیلے والے کے بارے گواہ کہہ دیں کہ اس نے ہماری جیسی نماز پڑھی ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف رخ کیا...... امام محمد سے مروی ہے جب کوئی مسلمانوں کے افعال حج کے طرز پر حج کرے گا تو اس کے مسلمان ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

اب مرزا غلام کی نماز بھی دیکھئے کہ کس قدر وہ ہماری نماز جیسی ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے:
پس یاد رکھو کہ جیسے خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر، مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔[2]

قادیانی اس باب میں بھی مسلمانوں سے جدا ہو گئے کہ قادیانیوں کے پاس نماز مغرب میں تیسری رکعت میں رکوع کے بعد فارسی نظم پڑھتے ہیں۔ یہ بات آپ مسلمانوں کی مساجد میں کبھی نہیں دیکھیں گے۔[3]

جب قادیانیوں کی نمازیں مسلمانوں سے علیحدہ ہو گئیں تو وہ کسی پہلو سے بھی حوزہ اسلام میں نہ رہے مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے ایک ایک بات میں اختلاف ہے

---

[1] بحر الرائق ص ۱۸۱ ج ۵ کتاب السیر

[2] تذکرہ مجموعہ الہامات ص ۱۰۳ طبع دوم، ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۸ روحانی خزائن ص ۶۴ ج ۱۷

[3] دیکھئے سیرۃ المہدی حصہ ۳ ص ۱۳۸

بالکل درست ہے" اللہ کی ذات، رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے" قوموں کے شعائر ان کے اندرونی معتقدات کا ہی عملی پھیلاؤ ہوتے ہیں بنی آدم میں خوف خداوندی اور تقویٰ ہی کا بیج پھوٹتا ہے تو اس سے اسلام کے شعائر ابھرتے ہیں اور مسلمان ان کی تعظیم کر کے وحدت امت میں نکھرتے ہیں قرآن کریم میں ہے:

﴿ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب﴾ (الحج: ۳۲)

"اور جو تعظیم کرتا ہے نشانہائے الٰہی کی تو بلاشبہ یہ پرہیزگاری دلوں کی ہے۔"

جب قادیانی مسلمانوں سے اپنے اعتقادات اور اعمال بلکہ ہر چیز میں جدا ہو گئے تو اب مشترک شعائر کا دعویٰ کسی طرح قرین انصاف نہیں رہتا۔ شعائر میں اشتراک اب التباس و اشتہار کے لیے تو باقی رکھا جا سکتا ہے۔ اعتقادات کے تعارف اور عقیدے کے اشتہار کے لیے نہیں۔ کسی قوم کے ساتھ اس کے امتیازی نشانوں میں وہی لوگ جمع ہو سکتے ہیں جو ان کے اعتقادات میں ان کے ساتھ شریک ہوں ایک ایک چیز میں اختلاف کرنے والے محض التباس و تشکیک کے لیے ایک سے شعائر کے مدعی ہو سکتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی اچھی نسبت نہیں اختلاف بڑھتے کی صورت میں تاریخ فیصلہ کرے گی کہ پہلے یہ نشان کس قوم کے تھے اور بعد میں کن لوگوں نے انہیں اختیار کیا اور کیا اس اختیار کا منشاء پہلی قوم کے دینی شعائر میں التباس و اشتباہ کے سوا اور کچھ بھی ہو سکتا ہے؟ قادیانی جب کلمہ اور نماز تک میں مسلمانوں سے کلیتاً جدا ٹھہرے تو اب ان کا مسجدوں اور اذانوں میں اشتراک کیا محض التباس کی تخم کاری کے لیے نہیں ہے؟ حق یہ ہے کہ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے اور اذان انہی کی عبادت کا ایک بلاوا ہے۔ جس پر مسلمان اکٹھے نماز پڑھنے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔

مسجد اور اذان:

مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین ہمیشہ سے اسلام ہی رہا ہے۔ اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے اپنے زمانے میں مسلم ہی تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت

عیسیٰ علیہ السلام سب کا دین ایک رہا ہے اور وہ سب اپنے اپنے وقت میں مسلمان تھے۔ پیغمبروں میں شریعتیں تو بدلتی رہتی ہیں۔ لیکن دین سب کا ہمیشہ سے ایک رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبیاء اخوۃ لعلات امھاتھم شتی و دینھم واحد۔[1]

''سب انبیاء آپس میں ان بھائیوں کی طرح ہیں جو مختلف ماؤں سے ہوں اور باپ ایک ہو دین سب انبیاء کا ایک رہا ہے اس دین کا نام اسلام ہے اور ہر پیغمبر نے اس کی طرف دعوت دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کو اسلام پر رہنے کی تلقین کی تھی۔''

﴿یابنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون﴾

(البقرہ: ۱۳۲)

''اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے تمہارے لیے یہ دین چن لیا ہے سو تم ہرگز نہ مرنا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو۔''

اس پر ان کے بیٹوں نے کہا:

و نحن لہ مسلمون

''ہم اللہ کے حضور میں مسلمان ہیں۔''

قرآن پاک میں ارشاد ہوا:

﴿ما کان ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما﴾

(آل عمران: ۶۷)

''ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی لیکن تھے وہ یک رخ مسلمان۔''

قرآن کریم میں پہلے صحیح العقیدہ انسانوں کے لیے لفظ مسلم عام ملتا ہے۔ (دیکھئے البقرہ ۱۳۲،۱۳۱ آیت ۱۲۸،۱۳۱، پارہ ۱۳ یوسف ۱۰۱، پ ۹ اعراف ۱۲۶ وپ ۱۱ یونس ۱۳:۲۲)

حضرت ابراہیم حضرت داؤد حضرت سلیمان علیہم السلام اور ان کے پیروسب اپنے اپنے

---

[1] صحیح بخاری ص ۴۹۰ ج ۱

وقت میں مسلمان تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنائی مسجد الحرام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنائی مسجد المسجد الاقصیٰ کہلائی معلوم ہوا کہ مسجد ابتداء سے ہی مسلمانوں کی بنائی ہوئی عبادت گاہ کا نام رہا ہے۔

مشرکین نے اپنے دور اقتدار میں خانہ کعبہ میں بت رکھ دیئے مگر یہ مسجد چونکہ مسلمانوں کی بنائی ہوئی تھی اس لیے ان بتوں کے باوجود اس سے مسجد کا نام جدا نہ ہوسکا ایسا کرنا۔

''الاسلامُ یَعلُو ولا یعلیٰ عَلیہ''

''اسلام بلند رہتا ہے اس پر کوئی بلند نہیں کیا جاتا''

کے خلاف تھا سو نام مسجد کا ہی غالب رہا اسے مشرکین کی عبادت گاہ کا نام نہ دیا جا سکا۔ سکھوں نے اپنے دور حکومت میں شاہی مسجد لاہور میں گھوڑوں کے اصطبل بنا لیے تھے مگر مسلمانوں نے اس کا نام مسجد ہی رکھا۔ مسجد ابتدائی طور پر مسجد ہو تو مسجدیت کا حکم اس سے قیامت تک نہیں چھن سکتا اسلام کی نسبت اور کفر کی نسبت کا آپس میں ٹکراؤ ہو تو اسلام کی نسبت ہی غالب رہے گی۔

سوالیل کنندگان کا یہ کہنا کہ مشرکین کی عبادت گاہوں کا نام بھی مسجد رہا ہے اور اپنی تائید میں المسجد الحرام اور المسجد الاقصیٰ کو پیش کرنا بالکل بے محل ہے۔ غیر مسلم کی بنائی عبادت گاہ کا نام کبھی مسجد نہیں ہوا یہ شعائر اسلام ہے اور یہ مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اصحاب کہف کا واقعہ ذکر فرمایا ہے کچھ نوجوان تھے جنہوں نے مشرک حکومت سے بچ کر ایک غار میں پناہ لی تھی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک طویل نیند وارد کی جب یہ اٹھے تو نظام حکومت بدل چکا تھا اب حکومت عیسائیوں کی آچکی تھی۔ یہ اس وقت کے مسلمان تھے۔ مشرکین کے ماتحت تھے اور ان کا زور ٹوٹا ہوا تھا۔ اصحاب کہف کی خبر پھیلی تو لوگوں نے چاہا کہ اس جگہ ان کی کوئی یادگار قائم کریں قرآن کریم میں ہے۔

﴿اذ یتنازعون بینهم امرهم فقالوا ابنوا علیهم بنیانا ربهم اعلم بهم قال الذین غلبوا علی امرهم لنتخذن علیهم مسجدا۔﴾ (الکہف: ۲۱)

''جب وہ انکے معاملہ میں آپس میں جھگڑ رہے تھے وہ کہنے لگے بناؤ ان پر ایک عمارت، ان کا رب ہی ان کو بہتر جانتا ہے وہ لوگ جو غالب آچکے تھے کہنے لگے ہم تو

ان پر مسجد بنائیں گے۔ مشرکین کا یہ کہنا کہ چونکہ وہ ہماری قوم میں سے تھے اس لیے ہم ان پر اپنے طریقے سے کوئی عمارت بنائیں گے اصولاً درست نہ تھا کیونکہ یہ موحد تھے اور عیسائیوں کا جو اس وقت کے مسلمان تھے۔ کہنا کہ ہم ان پر مسجد بنائیں گے کیونکہ وہ اعتقاداً توحید پرست تھے بے شک درست تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسجد ہمیشہ سے مسلمانوں کی ہی عبادت گاہ کا نام رہا ہے اور اس وقت کے مسلمان جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت تھے وہاں مسجد ہی بنانا چاہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کے تحت بیان فرماتے ہیں۔"

فقال المسلمون نبني عليهم مسجداً يصلي فيه الناس لانهم على ديننا وقال المشركون نبني بنياناً لانهم على ملتنا۔ [1]

"مسلمانوں نے کہا ہم ان پر مسجد بنائیں جہاں لوگ نماز پڑھتے کیونکہ یہ لوگ ہمارے دین پر تھے (موحد تھے) اور مشرکین نے کہا ہم ان پر یادگار بنائیں گے۔ یہ ہماری قوم سے تھے۔"

علامہ نسفی مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں۔

لنتخذن عليهم على باب الكهف مسجداً يصلي فيه المسلمون۔ [2]

اسی طرح تفسیر فتح البیان میں ہے۔

(لنتخذن عليهم مسجداً) يصلي فيه المسلمون و يعتبرون بحالهم و ذكر اتخاذ المسجد يشعر بان هؤلاء الذين غلبوا على امرهم هم المسلمون۔ [3]

"ہم ان پر مسجد بنائیں گے جس میں مسلمان نماز پڑھیں اور ان کے حالات سے سبق لیں اور مسجد بنانے کا ذکر پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ جو اب ان پر غالب آچکے تھے وہ مسلمان تھے۔"

---

[1] تفسیر خازن جلد ۳ ص ۱۶۷ تا ۱۶۸ [2] مدارک التنزیل ص ۳۱ ج ۳

[3] جلد ۵ ص ۳۸۸ مطبع بولاق مصر

اسلام اپنی کامل ترین شکل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جلوہ گر ہوا اب مسجد انہی کی عبادت گاہ کا نام ٹھہرا پچھلی ملتیں گو اپنے اپنے وقت میں اہل مساجد میں سے تھیں اگر آخری رسالت پر اگر ایمان لائیں تو اب اہل صومعہ یا اہل بیعہ بن گئیں۔ اب ان کی عبادت گاہوں کا نام مساجد نہ ہوگا مساجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو ہی کہا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرق قائم فرمادیا اب جائز نہ رہا کہ اس کے بعد کسی اور قوم کی عبادت گاہ کو مسجد کہا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ولو دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللّٰہ کثیرا﴾ (الحج : ۴۰)

”اور اگر نہ روکتا اللہ بعض لوگوں کو بعض سے تو ڈھا دیے جاتے تکیے اور گرجے اور عبادت خانے اور مسجدیں۔“

اب مسجدیں مسلمانوں کا شعار بن گئیں جہاں مسجد نظر آئے یا اذان ہو مسلمانوں کو حکم ہوا کہ وہاں کسی کو قتل نہیں کرنا اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسجدیں ہیں ہی مسلمانوں کی، کسی اور قوم کی عبادت گاہ نہیں بن سکتی اگر ایسا ہو سکتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد دیکھنے سے ہی چڑھائی کو روک دینے کا حکم نہ فرماتے۔

اذا رایتم مسجدا او سمعتم اذانا فلا تقتلوا احدا۔[1]

جب تم کسی مسجد کو دیکھو یا اذان سنو تو کسی ایک کو بھی قتل نہ کرو۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ مسجد اور اذان مسلمانوں کے شعائر ہیں کوئی غیر مسلم قوم ان کو اپنا نہیں کہہ سکتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث پر لکھتے ہیں۔

مسجد شعائر اسلام میں سے ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی مسجد کو دیکھو یا کسی مؤذن کو اذان کہتے سنو تو پھر کسی کو قتل نہ کرو۔[2]

---

۱ السنن ابوداؤد ص ۳۵۵ ج ۱، کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۲۰۶ طبع مصر

۲ حجۃ اللہ البالغہ ترجمہ ص ۲۶۸

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کسی شخص کو مسجد میں عام آتے جاتے دیکھو تو اسکے مسلمان ہونے کی شہادت دو آپ نے ارشاد فرمایا:

اذا رأیتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان فان الله یقول انما یعمر مساجد الله من امن بالله والیوم الاخر۔ ؎۱

''جب تم کسی شخص کو مسجد میں عام آتا جاتا دیکھو تو اسکے ایمان کی شہادت دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مساجد اسلام کے امتیازی نشان اور مسلمانوں کے شعائر ہیں۔ کسی غیر مسلم کی عبادت گاہ مسجد کہلائے تو مسلمان کس طرح وہاں آنے جانے والے کو مسلمان کہہ سکے گا قادیانیوں کو بھی اگر مسجد بنانے کی اجازت ہو تو اس صورت میں اس طرح کی احادیث کیا معطل ہو کر نہ رہ جائیں گی۔

یہ بات صحیح ہے کہ مسجدیں ملت اسلامیہ کا امتیازی نشان ہیں جب تک کسی کا مسلمان ہونا ثابت نہ ہو اس کا مسجد میں کوئی حق ثابت نہیں ہوتا قادیانی جماعت کے چوہدری ظفر اللہ خان اپنی ایک تحریر میں اعتراف کرتے ہیں۔

''اگر احمدی مسلمان نہیں تو ان کا مسجد کے ساتھ کیا واسطہ۔'' ؎۲

معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب کے نزدیک بھی مسجدیں مسلمانوں کی ہی عبادت گاہیں ہیں۔ غیر مسلموں کو ان سے کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔

مسجد بنانا امام کے ذمہ ہے:

اسلام میں مسجد بنانا اور ہر شہر میں مسلمانوں کو یہ سہولت بہم پہنچانا اسلامی سربراہ کے ذمہ ہے امام یہ ذمہ داری ادا نہ کرے یا بیت المال میں اس قدر رقم نہ ہو تو یہ ذمہ داری مسلمانوں پر آئے گی وہ امام کی طرف سے نائب مسجد بنائیں گے۔ پس جب مسجد بنانا اصولاً امام کے ذمہ ٹھہرا اور وہ

؎۱ رواہ الترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ ص ۶۹ ؎۲ تحدیث نعمت ص ۱۶۳

غیر مسلموں کو آرڈیننس کے ذریعہ اس سے روکے تو غیر مسلم مسجد بنانے کا کسی طرح اہل نہ رہے۔ نہ اس کی بنائی ہوئی مسجد امام کی نیابت میں ہوگی۔ نہ مسجد کہلائے گی فقہ حنفی کی معتبر کتاب درمختار میں ہے:

ووقف مسجد للمسلمین واجب علی الامام من بیت المال والا فعلی المسلمین۔

مسلمانوں کے لیے بیت المال سے مسجد تعمیر کر کے وقف کرنا امام پر واجب ہے۔ اگر امام یہ کام نہ کرے پھر عام مسلمانوں پر واجب ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں:

وان لم یفعل الامام فعلی المسلمین۔ [۱]

اور اگر امام یہ کام نہ کرے پھر مسلمانوں پر واجب ہے۔

اس اصول کی روشنی میں امام کسی جگہ مسلمانوں کو مسجد بنانے سے روکے اور یہ روکنا کسی ملکی یا دینی مصلحت کے لیے ہو تو انہیں بھی وہاں مسجد بنانے کا حق نہیں رہتا تو غیر مسلم اقوام صدر کے اس آرڈیننس کے بعد کس طرح حق رکھتی ہیں کہ مسلمانوں کے شعار کا اس طرح بے جا اور بے اجازت استعمال کریں کافر تو عبادت کے اہل ہی نہیں۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

لیس الکافر اھلا لفعل العبادۃ۔ [۲]

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں کہ کافر نیت تک کا اہل نہیں۔

ان الکافر لیس باھل للنیة فما یفتقر الیھا لا یصح منہ وھذا لان النیة تصیر الفعل منتھضا سببا للثواب ولا فعل یقع من الکافر۔ [۳]

"کافر نیت کا اہل نہیں سو جن امور میں اسے نیت کی ضرورت ہو اس کا اس میں اعتبار نہیں یہ نیت ہی ہے جو کسی کام کو ثواب کا موجب بناتی ہے اور ایسا کوئی فعل (جو ثواب

---

[۱] ردالمحتار شامی ص ۶۷۰ ج ۳ [۲] فتح القدیر جلد ۴ ص ۳۷۱
[۳] البحرالرائق جلد ص ۱۵۹

کا موجب ہو سکے) کافر سے صادر ہی نہیں ہوتا۔"

اس اصول کی تائید میں مندرجہ ذیل آیات سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے:

(۱) ﴿فمن یعمل من الصالحات وھو مؤمن فلا کفران لسعیه وانا له لکاتبون۔﴾ (الانبیاء: ۹۴)

"پس جو نیک عمل کرتا ہے اور وہ مومن سو اس کی کوشش رد نہیں کی جائے گی اور بیشک ہم (اس کے اعمال) لکھتے ہیں۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک ایمان نہ ہو اچھے سے اچھے اعمال بھی قبولیت نہیں پاتے اور نہ وہ لکھے جاتے ہیں جو عمل ایمان کے بغیر ہونگے ان کا ہمارے ہاں کھلا انکار ہے گو وہ وجود ہی میں نہ آئے یہ صرف ایمان ہے جو اعمال صالحہ کو لائق قبولیت بناتا ہے۔

قرآن کریم میں ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینه حیوۃً طیبة ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون۔﴾ (النحل: ۹۷)

"کوئی شخص مرد ہو یا عورت نیک عمل کرے اور وہ ہو مومن پس ہم اسے پاکیزہ زندگی بخشیں گے۔ ہم انہیں انکے اعمال کی بہترین جزا بخشیں گے۔"

اس سے بھی معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل لائق قبول نہیں ہوتا اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جہاں تک جزا کا تعلق ہے کافر کا کوئی عمل وجود ہی نہیں پاتا یہی حبط اعمال کی کہ ان کا قیامت کے دن کوئی وزن نہ ہوگا۔

﴿لا نقیم لھم یوم القیامة وزنا۔﴾ (الکھف: ۱۰۵)

حقیقت ہے کافر کی ہر عبادت بے وجود اور اسکی ہر پکار ضائع ہے قرآن کریم میں یہ ہے:

﴿وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔﴾ (الرعد: ۱۴)

"اور نہیں ہے کافروں کی پکار مگر ضائع۔"

کافر تو عبادت بلکہ نیت تک کا اہل نہیں ہے جب اس کا کوئی عمل عمل ہی نہیں تو اسکی بنائی ہوئی عبادت گاہ مسجد کیسے بن سکتی ہے مسجد ایمان کے بغیر ہے یہ ناممکن ہے مسجد بنانے کے لیے

نیت ضروری ہے اور کافر نیت کا اہل نہیں ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿انما یعمر مساجد اللّٰہ من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر۔﴾ (التوبۃ: ۱۸)

"بیشک وہی آباد کر سکتے ہیں مسجدیں اللہ کی جو ایمان لائے ہوں اللہ پر اور یوم آخرت پر۔"

یہاں تک یہ معلوم ہوا کہ کافر کو مسجد بنانے کا کوئی حق نہیں اور مسجدیں صرف مسلمانوں کے لیے ہیں اب رہا ان کا مسلمانوں کی مسجدوں میں آنا جانا تو یہ انکے بھی مجاز نہیں ان کا یہ تعامل ان کے مسلمان ہونے کا گمان پیدا کرتا ہے مسلمان مامور ہیں کہ مسجد میں عام آنے جانے والے کو مسلمان سمجھیں جس طرح یہ مسجد بنانے کے اہل نہیں انہیں مسجدوں میں عام داخلے کی بھی اجازت نہیں۔

حافظ ابوبکر جصاص الرازی لکھتے ہیں:

عمارۃ المسجد تکون بمعنیین احدھما زیارتہ والکون فیہ والآخر ببنائہ وتجدید ما استرم منہ فاقتضت الآیۃ منع الکفار من دخول المسجد ومن بنائھا وتولی مصالحھا والصیام بھا لانتظام اللفظ لا مرین۔[1]

"مسجد کو آباد کرنا دو طرح سے ہے اس میں آنا جانا اور اس میں رہنا اور دوسرے اسے بنانا اور اور اس کی مرمت وغیرہ یہ آیت تقاضا کرتی ہے کہ کافروں کو مسجدوں میں داخل ہونے بنانے ان کے امور کا متولی ہونے اور وہاں ٹھہرنے سے روکا جائے کیونکہ آباد کرنے (عمارت) کا لفظ دونوں باتوں کو شامل ہے۔"

تمام مساجد کا قبلہ مسجد حرام ہے وہاں مشرکوں کو داخلے کی اجازت نہیں یہ حکم کو خاص ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ فروع اپنی اصل میں کلیۃً خالی بھی نہیں ہوتیں خاص خانہ کعبہ سے متعلق تو لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی بھی تسلیم کرتے ہیں۔

۱۔ احکام القرآن جلد ۲ ص ۱۰۸

"خانہ کعبہ کی تولیت کسی مشرک قوم یا کافر قوم کے سپرد نہیں ہو سکتی"۔ ۱

پس اگر اس اصول کو جملہ مساجد عالم میں کارفرما مانا جائے تو اسکے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اورنگ زیب عالمگیر کے استاذ شیخ ملا جیون احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

ان المسجد الحرام قبلة جميع المساجد فعامره كعامرها وهذا على القراءة المعروفة وحينئذ عدينا الحكم الى سائر المساجد لان النص لايختص بمورده۔ ۲

"یعنی مسجد حرام دنیا کی تمام مساجد کا قبلہ ہے۔ سو اس کو آباد کرنے والا اسی طرح ہے جس طرح ان دیگر مساجد کو آباد کرنے والا۔ یہ معنی معروف قرأت پر ہے۔ اور اس لئے ہم نے مسجد حرام کے اس حکم کو تمام مساجد تک متعدی کیا ہے کیونکہ نص اپنے مورد تک محدود نہیں ہوتی۔"

علامہ ابوبکر محمد بن عبداللہ معروف بابن العربی لکھتے ہیں:۔

فمنع الله المشركين من دخول المسجد الحرام نصًا و منع من دخوله سائر المساجد تعليلاً بالنجاسة ولوجوب صيانة المسجد عن كل نجس وهذا كله ظاهر لا خفاء فيه۔ ۳

"اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے نصاً روکا ہے اور دوسری تمام مساجد میں داخل ہونے سے اس طرح روکا ہے کہ روکنے کی علت بیان کر دی اور وہ انہیں نجاست سے بچانا ہے کہ مسجد کو ہر ناپاکی سے بچانا واجب ہے اور یہ سب بات ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔"

اسلامی ملک میں آباد اہل ذمہ مسجد میں داخل ہونا چاہیں تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک کے نزدیک انہیں مسلمانوں کی اجازت کے بغیر اس میں داخل ہونے کی اجازت نہیں اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں سے پوچھے بغیر اس میں داخل ہو جائے تو حاکم شرعی اسے تعزیر (سزا)

---

۱ بیان القرآن ج ۱ ص ۵۸ ۲ تفسیرات احمدیہ ص ۴۹۸ مطبع مجیدی دہلی

۳ احکام القرآن ص ۹۰۲ ج ۲

دے سکتا ہے۔

علامہ محمد بن عبداللہ الزرکشی (۷۹۴ھ) لکھتے ہیں:

فلو دخل بغیر اذنٍ عُزِّرَ الاان یکون جاھلاً بتوقفه علی الاذن فیعذر۔ ۱

''اگر کوئی غیر مسلم بغیر اجازت کے مسجد میں داخل ہو جائے تو اسے تعزیر دی جاسکتی ہے۔ مگر یہ کہ وہ اس سے بے خبر ہو کہ مسجد میں داخل ہونا مسلمانوں کے اذن پر موقوف تھا اس صورت میں اسے معذور سمجھا جاسکتا ہے۔''

کافر اپنی عبادت گاہ کو مسجد کا نام دیں اس سے مسلمانوں کا تشخص مجروح ہوتا ہے۔ یمن میں مشرکین کا ایک عبادت خانہ تھا جسے وہ کعبہ یمانیہ کہتے تھے کعبہ مسلمانوں کی عبادت گاہ تھی اور مشرکین اسی نام سے اپنی عبادت گاہ چلانا چاہتے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ڈیڑھ سو آدمی ساتھ لے کر اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کعبہ سے موسوم ہونے والی نئی عبادت گاہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے اور صورت حال کی اطلاع دی آپ اس پر بہت خوش ہوئے اور انہیں دعا دی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی اس کارگزدگی کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لفظوں میں دی تھی۔

والذی بعثك بالحق ما اتیتك حتی ترکنا ھا مثل الجمل الاجرب قال فبرك النبی ﷺ۔ ۲

منافقوں کی بنائی مسجد ضرار پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو عمل کیا اسکی تشریح اگر حدیث کی روشنی میں کی جائے تو بات نکھر کر سامنے آئے گی کہ کافر گو وہ منافق کے درجے میں ہوں اپنی عبادت گاہ مسجد کے نام سے نہیں بنا سکتے اگر بنائیں تو وہ ان کے ایک محاذ جنگ کے طور پر استعمال ہوگی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

---

۱ اعلام الساجد باحکام المساجد ص ۳۲۰ ، قاہرہ

۲ کتاب الخراج ص ۲۱۰

اذان کے بارے میں چند گزارشات یہ ہیں:

قرآن مجید کی تین آیات میں نماز کے لئے بلاوے کا ذکر ہے

(یا ایھا الذین امنو لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزواً ولعباً من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء واتقوا اللّٰہ ان کنتم مومنین ۔ واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزواً ولعباً)۔ (المائدہ ۵۸)

و من احسن قولا ممن دعا الی اللّٰہ و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین۔ (حم سجدہ: ۳۳)

یا ایھا الذین امنو اذا نُودِیَ للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللّٰہ۔ (الجمعہ: ۹)

ان تینوں آیات میں اذان کے بارے میں ایمان والوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ پہلی اور تیسری آیت میں ابتداء میں "یا ایھا الذین امنو" کا ذکر ہے دوسری آیت کے آخر میں اذان دینے والے کے مسلمان ہونے کا ذکر اننی من المسلمین کے الفاظ میں مذکور ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات سے معلوم ہوا کہ نماز کے لیے اذان دینا مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے۔ قرآن کریم اور حدیث میں کہیں ایک ایسا واقعہ نہیں ملتا جس میں نماز کے لیے اذان کسی غیر مسلم نے دی ہو پس اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شعائر اسلام ہے۔

نوٹ: روایت میں ایک غیر مسلم بچے ابو محذورہؓ کا اذان دینا مروی ہے یہ اذان نماز کے لیے نہ تھی۔ بچے ہنسی مذاق میں کلمات اذان نقل کر رہے تھے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس سے اذان کہلوائی تو یہ بھی نماز کے لیے نہ تھی محض تعلیماً تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ایمان ابو محذورہؓ کے دل میں اتر رہا تھا چنانچہ وہ مسلمان بھی ہو گئے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم پر چڑھائی کرتے تو رات کے پچھلے حصے میں اذان کی طرف توجہ رکھتے اگر اذان سن لیتے تو ان پر حملہ نہ

کرتے ورنہ جہاد جاری رکھتے۔ صحیح بخاری میں ہے:

فان سمع اذانا کف عنهم وان لم يسمع اذانا غار عليهم۔ (صحيح بخاری جلد ۱ ص ۸۲)

پس اگر اذان سن لیتے تو ان پر (کفار پر) حملہ کرنے سے رک جاتے اور اگر اذان نہ سنتے تو ان پر حملہ کر دیتے۔

اس سے پتہ چلا کہ اذان وہاں کے لوگوں کا امتیازی نشان ہے جہاں اذان کہی جائے گی وہاں کے لوگوں کو مسلم سمجھا جائیگا اب اگر غیر مسلم کو بھی اذان دینے کی اجازت ہو تو اذان سنتے ہی جنگ سے رک جانا اور ہتھیار پیچھے کر لینا اس پر عمل کیسے ہوگا۔ قادیانیوں کو اذان دینے کی اجازت سے اس قسم کی احادیث عملاً معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

اذان علامات اسلام میں سے ہے علامہ ابن ہمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (۶۸۱ھ) لکھتے ہیں:

الاذان من اعلام الدين۔ [1]

اذان دین اسلام کی علامات میں سے ہے۔

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

الاذان من اعلام الدين۔ [2]

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ بھی اذان کو شعائر اسلام میں سے کہتے ہیں:۔

الاذان من اعلام الدين۔ [3]

فقہ حنبلی کی معتبر کتاب المغنی لابن قدامۃ (۶۲۰ھ) الحنبلی میں ہے:

ولا يصح الاذان الامن مسلم عاقل ذكر فاما الكافر والمجنون فلا يصح منهما لانهما ليسا من اهل العبادات [4]

کسی عاقل مرد مسلمان ہی کا اذان دینا صحیح ہے۔ پس کافر و مجنون کا اذان دینا درست نہیں کیونکہ وہ اہل عبادات میں سے نہیں ہیں۔

---

[1] فتح القدیر ص ۲۴۰ ج ۱ [2] البحر الرائق جلد ۱ ص ۲۶۹
[3] رد المحتار ص ۳۸۴ ج ۱ [4] المغنی مع الشرح الکبیر ص ۴۲۹

فقہ حنفی کی تعلیم بھی یہی ہے کہ کافر اذان نہ دے علامہ شامی لکھتے ہیں:

انه یصح اذان الفاسق وان لم یصل به الاعلام ای الاعتماد علی قبول قوله فی دخول الوقت خلاف الکافر و غیر العاقل فلا یصح اصلاً۔[1]

"فاسق کی اذان معتبر ہے اگرچہ اس سے صحیح اطلاع نہ ہو پائے یعنی نماز کا وقت ہو جانے میں اس کے قول پر اعتماد نہ ٹھہرے لیکن کافر کی اذان اور غیر عاقل کی اذان بالکل ہو نہیں پاتی (یعنی وہ اذان نہیں کہتے)۔"

فقہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی مسئلہ اسی طرح ہے:

ولا یصح الاذان الامن مسلم عاقل فاما الکافر والمجنون فلا یصح اذانهما لانهما لیسا من اهل العبادات۔[2]

"مسلم عاقل کے سوا کسی کی اذان معتبر نہیں پس کافر اور پاگل کی اذان معتبر نہیں کیونکہ یہ دونوں اس عبادت کے اہل نہیں۔"

سورۂ جمعہ کی آیت:

یا ایها الذین آمنو اذا نودیَ للصلوٰة۔

میں لفظ "نودی" مجہول کا صیغہ ہے جس کا فاعل مذکور نہیں۔ آیت کا حاصل یہ ہے! اے ایمان والو جمعہ کے دن جب بھی نماز کے لیے تمہیں آواز دی جائے تم نماز کے لیے دوڑ کر آؤ۔ پس اگر غیر مسلموں کی بھی اذانیں ہوں اور ان کی بھی مسجدیں ہوں اور مسلمانوں پر اذان سنتے ہی ادھر آنا ضروری ٹھہرے کیوں کہ یہاں نودی کا فاعل مذکور نہیں اور اس طرح مسلمانوں کی نمازیں ضائع ہونے کے مواقع عام ہوں تو کیا اس کی وجہ یہ نہیں کہ غیر مسلموں کو اذان دینے کا اصولاً حق نہ تھا اور اگر مسلمان ان نداؤں پر حاضر نہ ہوں تو اس طرح کیا یہ آیت اپنے عموم میں عملاً معطل ہو کر نہ رہ جائے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اذان مسلمانوں کا شعار ہے اور کسی مذہب کو شریک ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ ورنہ شعار اسلام نہ رہے گا۔

---

[1] ردالمحتار جلد ا ص ۳۹۳

[2] المجموع شرح المهذب ص ۹۸ ج ۳

فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

الاذان سنة الاداءِ المکتوبة بالجماعة عرف ذلک بالسنة و اجماع الامة وانه من شعائر الاسلام حتی لو امتنع اهل مصر او قریة او محلة اجبرهم الامام فان لم یفعلوا قاتلهم۔[1]

''اذان فرض نماز با جماعت پڑھنے کے لیے سنت ہے یہ سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے اور یہ بے شک شعائر اسلام میں سے ہے اگر کسی شہر یا قصبے یا محلے کے لوگ اذان کہنا چھوڑ دیں تو امام انہیں مجبور کر کے اذان جاری کرائے گا پھر بھی نہ کریں تو ان سے جہاد کرے گا۔''

فقہاء نے تو اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ جہاں اذان ہوتی ہو وہاں ذمی لوگ برسر عام ناقوس بجائیں اور مسلمانوں سے ایک طرح کا ٹکراؤ ہو بلکہ انہیں ان کی عبادت گاہوں کے اندر محدود کیا گیا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی اذانوں کے مقابلہ میں غیر مسلم اپنی اذان دیں اور مسلمانوں کے لیے التباس پیدا کریں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد امام محمد ؒ لکھتے ہیں:

وکذلک ضرب الناقوس لم یمنعوا منه اذا کانوا یضربوا له فی جوف کنائسهم القدیمة فان ارادوا الضرب بها خارجاً فلیس ینبغی ان یترکوا لیفعلوا ذالک لما فیه من معارضة اذان المسلمین فی الصورة۔[2]

''اور اہل ذمہ کو اگر وہ ناقوس اپنے عبادت خانوں کے اندر ہی بجائیں اس سے روکا نہ جائے گا اگر وہ باہر ناقوس بجانا چاہیں تو انہیں ایسا کرنے نہ دیا جائیگا کیونکہ اس میں بجانا ان کا اذان سے معارضہ ہوگا۔''

اسلام کی امتیازی علامات ایک دو نہیں متعدد ہیں انہیں زبانی، مکانی، علامتی اور مرتبی کئی

---

[1] فتاویٰ قاضی خان بحاشیہ فتاویٰ عالمگیری' جلد ا ص ۶۹

[2] سیر کبیر' جلد ۳ ص ۲۵۲

جہات سے دیکھا جا سکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بحث میں انہیں ذکر کیا ہے اذان اور مسجد اس فہرست میں مذکور ہیں تاہم احاطہ ان میں بھی نہیں ہے۔

شعائر اللہ در عرف دین مکانات و ازمنہ و علامات و اوقات عبادت را گویند اما مکانات عبادت پس مثل کعبہ و عرفہ و مزدلفہ و جمار، ثلاثہ و صفا و مروہ منا و جمیع مساجد اند و اما ازمنہ پس مثل رمضان و اشھر حرم و عید الفطر و عید النحر و جمعہ و ایام تشریق اند و اما علامات پس مثل اذان و اقامت و ختنہ و نماز بجماعت و نماز جمعہ و نماز عیدین اند و در ہمہ ایں چیزہا معنی علامت بودن متحقق است۔ ۱

مسجد اور اذان شعائر اسلام میں سے ہیں اس کا مرزا غلام احمد نے بھی اقرار کیا ہے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

سکھوں کی متفرق حکومتوں کے وقت میں ہم پر اور ہمارے دین پر وہ مصیبتیں آئیں کہ مساجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور بلند آواز سے اذان دینا بھی مشکل ہو گیا اور پنجاب میں دین اسلام مر چکا تھا پھر انگریز آئے اور انگریز کیا ہمارے نیک طالع پھر ہماری طرف واپس ہوئے اور انہوں نے دین اسلام کی حمایت کی۔۔۔ اور پھر مدت دراز کے بعد پنجاب میں شعائر اسلام دکھائی دینے لگے۔ ۲

اب اس سے زیادہ مسلمانوں کی مظلومی کیا ہوگی کہ خود دار الاسلام (پاکستان) میں شعائر اسلام خالصاً مسلمانوں کا نشان نہ رہیں اور کوئی غیر مسلم گروہ مسلمانوں کے ان شعائر میں شریک رہے۔ غیر مسلم قادیانی مسلمانوں کو کافر بھی کہیں اور انکے شعائر میں التباس پیدا کریں اور خود انہی شعائر کو اپنائیں اس سے بڑھ کر ان شعائر اسلام کی بے حرمتی کیا ہوگی اب جبکہ صدر مملکت نے اس آرڈیننس کے ذریعہ مسلمانوں کے ان شعائر کو تحفظ دیا ہے تو ان کے بے جا استعمال کرنے والی غیر مسلم قوم محض اس لیے نالاں ہے کہ مسلمان انہیں اپنے ہاں گھسنے کا موقع کیوں نہیں دیتے۔ مرزا غلام احمد ایک اور بحث میں لکھتے ہیں:

''شعائر اللہ کی ہتک کرنے والا شخص قابل رحم نہیں ہو سکتا۔'' ۳

---

۱ تفسیر فتح العزیز ص ۵۷۹ مطبوعہ دہلی ۲ ضرورۃ الامام ص ۲۳، ر خ ص ۴۹۳ ج ۱۳
۳ ملائکۃ اللہ ص ۸۰

لازم ہے کہ اسلامی سلطنت میں مسلمان سربراہ شعائر اللہ کی پوری حفاظت کرے

شعائر اسلام کی حفاظت امام کے ذمہ ہے:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلم سربراہ کے ذمہ لگایا ہے کہ وہ منکرات کے خلاف آرڈیننس نافذ کرے، ایسے ہی یہاں نہی عن المنکر سے ذکر کیا گیا ہے:

الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ و امروا بالمعروف و نھوا عن المنکر وللّٰہ عاقبۃ الامور۔ (الحج: ۴۱)

ان ہی ذمہ داریوں کو شرح مواقف المرصد الرابع المقصد الاول کے تحت ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

ھی خلافۃ الرسول اقامۃ الدین و حفظ حوزۃ الملّۃ بحیث یجب اتباعہ علیٰ کافۃ الامۃ وبھذا القید الاخیر یخرج من ینصبہ الامام فی ناحیۃ کالقاضی۔ (ص۷۲۹)

''یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے اقامت دین میں حوزہ ملت کی حفاظت میں۔ بایں طور کہ اس کی اتباع ساری امت پر لازم آئے۔ اس قید اخیرہ سے وہ شخص نکل جاتا ہے جسے امام کسی علاقہ میں قاضی بنا کر بھیجے۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نیابت رسول کی یہ تعریف کی ہے:

ھی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لاقامۃ الدین باحیاء العلوم الدینیۃ واقامۃ ارکان الاسلام ـــ ورفع المظالم والامر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابۃ عن النبی ﷺ۔

یہ تمام سربراہی ہے اقامت دین کے لیے جو دینی علوم کے احیاء اور ارکان اسلام کے قائم کرنے کے لیے ہو اور رفع مظالم کے لیے اور امر بالمعروف کے لیے اور نہی عن المنکر کے لیے بایں طور کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرنا ہو۔

امام جس طرح ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرے گا دین کی نظریاتی سرحدوں کی

حفاظت بھی اس کے ذمہ ہوگی۔ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام کی ان نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے مسیلمہ کذاب پر چڑھائی کی تھی۔ حالانکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بھی کرتا تھا۔

امام کے ذمہ حوزۂ اسلام کی حفاظت اس طرح ہے کہ شعائر اسلام کے ساتھ تمام افراد اسلامیہ کے دینی تحفظ کی بھی اس میں پوری ذمہ داری ہو ان کے دینی تقاضوں اور دیگر اہل ذمہ کے مذہبی امور میں اگر کہیں تصادم ہو تو اہل ذمہ پر پابندی لازم آئے گی کہ وہ کھلے بندوں اپنے شعائر کا اظہار نہ کریں۔

اہل ذمہ کے مذہبی شعائر پر پابندی:

اسلامی سلطنت میں ذمی لوگوں کو اپنے مذہبی شعائر اپنی عبادت گاہوں تک محدود رکھنے کا حکم ہے۔ کھلے بندوں وہ ان کا اظہار نہیں کر سکتے یہ وہ امور ہیں جن میں مسلمانوں کے لیے کوئی وجہ التباس نہیں لیکن جو غیر مسلم مسلمانوں کی سی اذانیں دیں اور اس میں ہر لمحہ مسلمانوں کے لیے سامان اشتباہ ہو انہیں اس درجہ میں بھی اذان دینے کی اجازت دینا مسلمانوں کی عبادات اور ان کے شعائر کو خطرہ میں ڈالنا ہوگا۔ بغداد یونیورسٹی کے استاد ڈاکٹر عبدالکریم زیدان لکھتے ہیں:

للذميين الحق في اقامة شعائر هم الدينية داخل معابدهم ويمنعون من اظهارها في خارجها في امصار المسلمين لان امصار المسلمين مواضع اعلام الدين و اظهار شعائر الاسلام من اقامة الجمع والاعياد و اقامة الحدود و نحو ذلك فلا يصح اظهار شعائر تخالفها لما في هذا الاظهار من معنى الاستخفاف بالمسلمين والمعارضة لهم۔[1]

''ذمیوں کی اپنی عبادت گاہوں کے اندر اندر اپنے مذہبی شعائر قائم کرنے کا حق ہے باہر مسلمانوں کے علاقوں میں انہیں ان کے اظہار کی اجازت نہیں مسلمانوں کے علاقے دین اسلام کے نشانوں کی جگہیں ہیں اور جمعہ عیدین اور اقامت حدود وغیرہ

---

[1] احکام الذمیین والمستأمنین فی دار الاسلام ص ۱۹

شعائرِ اسلام کے اظہار کے مواضع ہیں سو (اسلامی سلطنت میں) ایسے شعائر کا کھلا اظہار درست نہیں جو اسلامی شعائر کے خلاف ہو کیونکہ مسلمانوں کا اختلاف اور ان سے (انکے شعائر میں) ٹکراؤ ہوگا۔"

مصالح عامہ کے لیے تعزیر کا اجراء:

شریعت کا عام ضابطہ تو یہی ہے کہ اسلامی سربراہ انہی کاموں پر تعزیر جاری کر سکتا ہے جو حرام لذاتہٖ ہوں اور انکی حرمت منصوص ہو لیکن امام مصالح عامہ کے لیے اگر کسی ایسی چیز پر تعزیر کا حکم دے جسکی حرمت منصوص نہیں تو شریعت میں اس کی بھی اجازت ہے اس سے زیادہ مصلحت عام کیا ہوگی کہ دارالاسلام میں عامۃ المسلمین کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اور انہیں الحاد وارتداد کے ہر مظہر التباس سے بچانے کے لیے اسلامی سربراہ آرڈیننس نافذ کرے جناب عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں:

الشریعۃ تجیز استثناء من هذه القاعدة العامة ان یکون التعزیر فی غیر معصیة ای فیمالم ینص علی تحریمه لذاته اذا اقتضت المصلحة العامة التعزیر والافعال والحالات التی تدخل تحت هذا الاستثناء ولا یمکن تعیینها ولا حصرها مقدما لانها لیست محرمة لذاتها وانما تحرم لوصفها فان توفر فیها الوصف فهی محرمة وان تخلف عنها الوصف فهی مباحة والوصف الذی جعل علة للعقاب هو الاضرار بالمصلحة العامة او النظام العام فاذاتوفر هذا الوصف فی فعل او حالة استحق الجانی العقاب۔[1]

"شریعت اس عام قاعدے سے استثناء کی اجازت دیتی ہے کہ جب مصلحت عامہ کا تقاضا ہو تعزیر ان کاموں پر بھی لگ سکے گی جو معصیت نہیں یعنی انکے حرام لذاتہٖ ہونے پر نص وارد نہیں اور وہ افعال اور حالات جو استثناء کے ذیل میں آسکتے ہیں ان کی تعین

---

[1] التشریع الجنائی الاسلامی ص ۱۴۹، ۱۵۰ مطبوعہ ۱۹۵۹ء

اور احاطہ پہلے سے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ حرام بالذات نہیں اپنے وصف سے وہ حرام ہو رہے ہیں ان میں جتنا یہ وصف زیادہ ہوگا اتنی ہی انکی حرمت ہوگی یہ وصف ہوگی یہ وصف نہ پایا جائے تو وہ مباح ہونگے جو وصف سزا دینے کی علت ٹھہرا گیا ہے وہ مصلحت عامہ یا ملک کے نظام عام کو نقصان پہنچاتا ہے کسی کام یا حالات میں یہ صورت ہو تو قصوروار سزا کا مستحق ہے۔"

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں:

در رسالہ جامع تعزیرات از بحر الرائق منقول است السیاسۃ فعل یشا من الحاکم لمصلحۃ براھا وان لم یرد بذلک دلیل جزئی۔[1]

"جامع تعزیرات میں البحر الرائق سے منقول ہے کہ سیاست (سزا دینا) ایک فعل ہے جو حاکم سے صادر ہو ایسی مصلحت کے لیے جس کو وہی جانتا ہو گو اس کے لیے کوئی جزئی وارد نہ ہوئی ہو۔"

اور اسی میں یہ ہے:

سیاست نوع از تعزیر است کو در عقوبات شدیدہ مثل قتل و حبس ممتد و اخراج بلد مستعمل مے شود۔ (ص:۱۱)

"سیاست ایک طرح کی تعزیر ہے یہ لفظ سخت سزاؤں جیسے قتل لمبی قیدیں اور جلا وطنی وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔"

سربراہ سلطنت اسلامی جو ایسا کرنے کا مجاز ہوا سکے لیے ضروری نہیں کہ بطور خلیفہ منتخب ہوا ہو ہر وہ سربراہ جس کو تسلط اور غلبہ حاصل ہو وہ ایسے احکام جاری کرنے کا مجاز ہے۔

فقہاء لکھتے ہیں:

"معتبرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کو تسلط حاصل ہو خواہ بادشاہ اصطلاحی ہو یا صوبیدار وغیرہ۔"[2]

---

[1] مجموعہ فتاوے عبدالحی جلد ۲ ص ۱۱۴ طبع قدیم

[2] حاشیہ غایۃ الاوطار جلد ۲ ص ۸۴

جب یہ معلوم ہو گیا کہ مسلم سربراہ سلطنت ان کاموں سے بھی روک سکتا ہے جو اپنی ذات میں تو ناجائز نہ ہوں لیکن اپنے کسی خاص وصف یا حالت میں مصالح عامہ کے خلاف ہوں اور ان پر تعزیر بھی لگا سکتا ہے تو اب ان چند کاموں کا جائزہ لیں جو اپنی ذات میں نیکی ہیں مگر اپنے وصف میں مقرون بالمعصیت ہو جاتے ہیں کیا ان سے روکا جا سکتا ہے؟

جو نیکی مقارن بالمعصیت ہو اس سے روکنا:

اس کے لیے مندرجہ ذیل آیات اور احادیث سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ قرآن پھیلانا اور اس کی دعوت کافروں تک پہنچانا اپنی ذات میں ایک بڑی نیکی ہے۔

واوحی الی هذا القرآن لانذر کم به و من بلغ۔ (الانعام: ۱۹)

لیکن ایسے حالات ہوں کہ غیر مسلم اقوام کی طرف سے مصحف پاک کی توہین کا مظنہ ہو تو قرآن ان کے ہاں لے جانا ممنوع ٹھہرا۔ حالانکہ ایسے حالات میں بھی صحابہ تعلیم قرآن جاری رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ان رسول الله ﷺ نهی ان یسافر بالقرآن الیٰ ارض العدو۔[۱]

کعبہ شریف میں حطیم پر چھت نہیں حالانکہ وہ کعبہ کا جزو ہے بناء ابراہیم میں یہ جگہ بھی چھت میں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند تھی کہ حطیم بھی کسی طرح چھت کے نیچے آ جائے تعمیر کعبہ سے زیادہ اور نیکی کیا ہو سکتی تھی۔ لیکن محض اس لیے کہ اسلام میں نئے نئے آئے ہوئے لوگ اسے توہین کعبہ نہ سمجھ لیں اور اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں آپ نے کعبہ کی تعمیر جدید کا اقدام نہ فرمایا کیونکہ یہ نیکی اس صورت میں مقارن بالمعصیت ہو سکتی تھی آپ نے اپنی خواہش کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اظہار فرمایا اور تعمیر کعبہ کو بناء ابراہیمی پر نہ لوٹانے کی یہی وجہ بیان فرمائی:

لو لا حداثة عهد قومك بالكفر لنقضت الكعبة ولجعلتها علی اساس ابراهيم۔[۲]

---

[۱] صحیح بخاری ص ۴۲۰ ج ۱   [۲] صحیح مسلم ص ۴۲۹ ج ۱ باب نقض الکعبہ وبناءھا

"اگر تیری قوم نئی نئی کفر سے نہ نکلی ہوتی تو میں کعبہ کی عمارت گرا کر اسے اساس ابراہیمی پر لوٹا دیتا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ نیکی کے مقارن بالمعصیت ہونے کا اندیشہ بھی ہو تو اسے عمل میں لانے کا جواز نہیں رہتا اس سے لوگوں کو منع کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے دین اور اسلامی تہذیب کو غیر اسلامی اثرات سے بچانے کے لیے اہل ذمہ پر جو شرطیں عائد کیں ان میں یہ شرط بھی تھی:

ولا یعلم اولادنا القرآن۔[1]

تعلیم قرآن نیکی ہے اسکے نیکی ہونے میں شبہ نہیں مگر اس پہلو سے کہ ذمی بچے اسے سیکھ کر مسلمان بچوں سے بحث ومباحثہ کرتے پھریں گے یا ذمیوں کے بچے کہیں اس کا مذاق نہ اڑائیں انہیں قرآن سیکھنے سے منع کر دیا گیا۔

حافظ ابن عساکر دمشقی اس شرط کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ولا نتعلم القرآن ولا نعلمه اولادنا۔[2]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو نیکی مقارن بالمعصیت ہونے کا احتمال بھی رکھتی ہو اس سے منع کرنے میں کوئی حرج نہیں اور امام اگر اس روکنے میں مصلحت عامہ سمجھے تو اسکے مرتکب ہونے پر تعزیر بھی جاری کر سکتا ہے۔

شعائر ملی کا تحفظ:

جس طرح شعائر مکانی (جیسے کعبہ اور مسجدیں) شعائر زمانی (جیسے رمضان اور جمعہ) شعائر عملی (جیسے نماز کے لیے اذان دینا) کی تعظیم وتوقیر مسلمانوں پر واجب ہے۔ مسلمانوں کے شعائر ملی کا تحفظ واکرام بھی مسلمانوں پر واجب ہے۔ مسلمانوں کے نام جو انکے دین کا پتہ دیں اور انکے اعتقادی اور انتظامی مدارج ومراتب (جیسے صحابہ اور ام المومنین اور اہل بیت جیسے القاب اور امیر المومنین جیسے مراتب) جو ان کی تاریخ اور اقتدار کے امتیازی نشان ہوں ان سب

---

[1] احکام اہل ذمہ لابن القیم جلد ۲ ص ۶۶۱ [2] تاریخ ابن عساکر ص ۲۹۴

کا اکرام و احترام مسلمانوں کے ذمہ ہے اور مسلم سربراہ کے ذمہ ہے کہ وہ ان شعائر مرتبی کو غیر مسلم اقوام میں بے آبرو نہ ہونے دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ماتحت غیر مسلم لوگوں سے جو عہد لیا اس میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

ولا نکتنی بکناھم وعلینا ان نعظمھم ونوقرھم۔[1]

"ہم مسلمانوں کی کنیتیں اختیار نہ کریں گے اور ان کی توقیر و تعظیم ہمارے ذمہ ہوگی۔"

کنیت کا لفظ کنایہ سے ہے اور اس سے نسبتوں کا اظہار ہوتا ہے اس اصولی شرط کو اگر پوری وسعت نظری سے دیکھیں تو اس سے مسلمانوں کے تمام شعائر مرتبی کا تحفظ لازم آتا ہے۔ اور اسلامی سربراہ کے ذمہ ہے کہ انکے تحفظ کے لیے آرڈیننس جاری کرے۔

اس طرح جو نام مختص بالمسلمین ہیں غیر مسلموں کو وہ نام رکھنے کی اجازت نہیں۔[2]

قرآن کریم میں ام المومنین کا اعزاز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو دیا گیا ہے دنیا کی کسی اور عورت کو نہیں۔ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے کہ انکی ازواج امہات المومنین سمجھی جائیں۔ یہ اعزاز دنیا میں کسی اور شخص کا نہیں کہ انکی نسبت سے انکی بیوی کو ام المومنین کہہ سکے۔ مسلم عوام کسی دوسری محترمہ کو مادر ملت کہہ دیں تو ان کا یہ احترام کسی کی بیوی ہونے کے پہلو سے نہیں۔ بیوی ہونے کے پہلو سے یہ اعزاز صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ ان کی ازواج کو امہات المومنین کہا جائے۔

قادیانی مرزا غلام احمد کی بیوی کو مرزائی نبوت کی نسبت سے ام المومنین کہتے ہیں اور یہ اسلام کے شعائر مرتبی کی ایسی بے حرمتی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں اسکی نظیر نہ ملے گی۔ نبوت کی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے سوا آج تک کسی کو ام المومنین نہیں کہا گیا اور نہ اسے کبھی کسی نے گوارا کیا ہے۔ قادیانیوں نے خود بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کی بیوی کو نبوت کی نسبت سے ہی ام المومنین کہتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے پیراؤں میں مرزا صاحب کی نبوت کے بارے میں ۱۹۳۷ء میں راولپنڈی میں ایک مباحثہ ہوا تھا جسے قادیان سے مباحثہ

---

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر ص ۵۶۳ [2] حاشیہ رد مختار للطحطاوی جلد ۲ ص ۲۰۴

راولپنڈی کے نام سے شائع کیا ہے اس میں قادیانی گروہ نے مرزا صاحب کے لاہوری پیراؤں کو مخاطب کیا:

"فرمایئے آپ لوگ اب بھی حضرت ام المومنین ؓ کو ام المومنین کہتے ہیں؟ اگر نہیں تو آپ نے عقیدہ میں تبدیلی کرلی اگر کہتے ہیں تو حضرت اقدس کے اس ارشاد کے ماتحت کہ قرآن میں انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کو مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے آپ کے لیے ضروری ہوگا کہ اب حضرت اقدس کو نبی تسلیم کرلیں۔"[1]

اسی طرح صحابہ کا لفظ بھی جب مطلقاً بولا جائے تو یہ اپنے اندر نبوت کی نسبت رکھتا ہے۔ اور اس اعتبار سے یہ لفظ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا اعزاز ہے نسبت نبوت سے کسی شخص کو صحابی کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سوا کسی اور کے لیے ثابت نہیں۔ قادیانی بھی اس نسبت سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھیوں کے لیے صحابی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ حکیم نور دین یا مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھیوں کے ساتھ یہ لفظ استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کیلئے یہ تابعی کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح رضی اللہ عنہ کا اعزاز بطور طبقہ صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہی شان ہے امت کے کسی بڑے سے بڑے بزرگ کو بطور طبقہ کہیں رضی اللہ عنہ نہیں کہا گیا۔ بعض بزرگوں کے لیے جو کہیں کہیں رضی اللہ عنہ کے الفاظ ملتے ہیں وہ ان پر بطور طبقہ نہیں بولے گئے۔ انکے شخصی مقام و احترام کے باعث ایک کلمہ دعا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کے پیرو مرزا صاحب کے ساتھیوں کے لیے مرزا صاحب کی نبوت کی نسبت سے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں مسلمانوں کے ہاں رضی اللہ عنہ کا یہ اعزاز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے بطور طبقہ آپ کے صحابہؓ کے لیے استعمال ہوتا ہے اور یہ بھی درحقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز ہے کہ آپ کی صحبت پانے والا ہر مومن (گو اس نے ایک لمحہ ایمان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہو) رضی اللہ عنہ کی شان پا گئے۔

---

1 مباحثہ راولپنڈی ص ۱۶۳

اسی طرح امیر المومنین یا امام المسلمین ایسے انتظامی مراتب ہیں کہ سوائے مسلمان کے انہیں کوئی نہیں پا سکتا۔ کسی غیر مسلم سربراہ پر ان مراتب کا اطلاق قرآنی آیت کے خلاف ہے۔

لن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔ (النساء:۱۴۱)

فقہاء کرام نے ان ناموں کی بھی نشاندہی کر دی ہے جو مسلمانوں کے شعائر ہیں علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ درمختار کی شرح میں لکھتے ہیں:

فی جواز تسمیتھم باسماء المسلمین تفصیل ذکرہ ابن القیم قسم یختص بالمسلمین فالاول کمحمد واحمد و ابی بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر۔

"اہل ذمہ مسلمانوں کے لیے نام رکھ سکتے ہیں یا نہیں اسکی تفصیل ہے جو ابن قیم نے ذکر کی ہے کہ وہ نام نہیں جو مسلمانوں کے ساتھ خاص .... ہے جیسے محمد، احمد، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر یہ نام رکھنے کی انہیں (غیر مسلموں کو) اجازت نہیں دی جا سکے گی۔"

اسلام ایک بسیط حقیقت ہے:

کسی چیز کے بسیط ہونے سے مراد اس کا نا قابل تقسیم ہونا ہے لفظ بساطت ترکیب کے مقابلہ میں ہے اسلام ایک بسیط حقیقت ہے یہ ہوگا تو پورا ہوگا' نہ ہوگا تو کچھ بھی نہیں' یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شخص پورا اور کوئی آدھا مسلمان ہو قرآن و حدیث کی روشنی میں اسلام نا قابل تقسیم ہے اسلام کے مقابلے میں کفر ہے۔ یہ درست نہیں کہ کوئی شخص آدھا مسلمان ہو اور آدھا کافر۔ اسلام کسی پہلو سے قابل تقسیم نہیں ایک شخص پورا مسلمان ہونے کے باوجود نیک یا گنہگار ہو سکتا ہے لیکن اسکے پورا مسلمان ہونے میں کوئی شک نہ کیا جا سکے گا اس سلسلہ میں قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۱) ھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن۔ (التغابن:۲)

"وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا سو تم میں کافر ہیں اور تم میں سے مومن ہیں۔"

اس آیت کی رو سے انسان یا مومن ہونگے یا کافر، دونوں کے بیچ میں کوئی تیسری قسم نہیں۔ منافق کافروں کے ہی ایک طبقے کا نام ہے اہل کتاب بھی کافروں کی ہی ایک قسم ہیں مرتد اور زندیق بھی کفار ہی ہیں۔ کفر کسی رنگ اور پیرایہ میں ہو کفر ہی ہے اور تمام اہل کفر دراصل ایک ہی ملت ہیں "الکفر ملة واحدة" مشہور مثل ہے۔

(۲) یا ایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انه لکم عدو مبین۔ (البقرۃ: ۲۰۸)

"اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور نہ پیروی کرو شیطان کے قدموں کی بیشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔"

اگر کوئی شخص بعض ایمانیات کا اقرار کرے، اور بعض کا انکار تو سوال یہ ہے کہ کیا اسکے اس کچھ ایمان کا اعتبار ہوگا؟ کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کچھ کفر کیوجہ سے اسکے کچھ ایمان کا کچھ لحاظ کیا جائے یا اسے پورا کافر ہی سمجھا جائے اور اس کے بعض ایمانیات کا ہرگز کوئی اعتبار نہ ہوگا؟

اس سلسلہ میں اس آیت سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے:۔

ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا اولٰئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا الیمًا۔ (النساء: ۱۵۰)

"اور کہتے ہیں ہم بعض چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ایک بیچ کی راہ نکالیں ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔"

معلوم ہوا کہ اسلام میں کچھ مومن ہونا اور کچھ کافر ہونا اسکی ہرگز کوئی گنجائش نہیں اسلام میں اس بیچ کی راہ کی کوئی قیمت نہیں ایسے لوگ پورے کے پورے کافر ہونگے۔ یہ نہیں کہ آدھے مسلمان ہوں اور آدھے کافر۔ اسلام واقعی ایک بسیط حقیقت ہے جو قابل تقسیم نہیں۔

مشرکین مکہ اللہ رب العزت کو مان کر اسکے ماتحت دیگر معبودوں پر ایمان رکھتے تھے۔ مسلمان صرف اللہ رب العزت کو مانتے تھے اور دیگر معبودوں کی خدائی کے منکر تھے۔ دونوں قوموں میں اللہ رب العزت نقطہ اشتراک تھا مگر ان مشترکات کا اسلام میں کچھ اعتبار نہ کیا گیا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بامرالٰہی انہیں صاف کہہ دیا۔

لا اعبد ماتعبدون۔ (الکافرون)

"میں اسکی عبادت نہیں کرتا جسکی تم عبادت کرتے ہو۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معبود حقیقی کی عبادت نہیں کرتے تھے جسے وہ مشرکین بھی بڑا خدا مانتے تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معبود تو بیشک وہ ہی تھا لیکن ان کافروں کا معبود وہ نہ رہا جب انہوں نے اسکے ساتھ اور کو بھی خدائی میں شریک کر لیا اب ان کفریات کے ہوتے ہوئے انکے اقرار سے خداوند اکبر کا بھی اعتبار نہ رہا اور وہ لوگ پورے کے پورے کافر قرار پائے معلوم ہوا کہ اسلام ایک بسیط حقیقت ہے اور دین میں مسلمانوں اور کافروں کے مابین کوئی نقطہ اشتراک نہیں۔ اس اساسی اشتراک کے باوجود انہیں اپنے سے کلی علیحدہ کر دیا گیا اور

لکم دینکم ولی دین

"تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

کہہ کر تعبدی امور میں سے ہر قسم کی علیحدگی اختیار کر لی گئی۔ قرآن کریم کی یہ آیات تعبدی امور میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہر نقطہ اشتراک کا انکار کرتی ہیں۔ مگر قادیانی لوگ اپنے لیے ایک نیا دائرہ کھینچنا چاہتے ہیں کہ وہ بعض ضروریات دین کے انکار کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ ایک دائرہ اسلام میں شریک رہیں اپنے سوا باقی کل مسلمانوں کو کافر سمجھنے اور کہنے کے باوجود مسلمان انہیں کسی نہ کسی پہلو سے دائرہ اسلام میں اپنے ساتھ شریک رکھیں۔

قادیانی اپنے اس مفروضہ کے لیے درج ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

قالت الاعراب امنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم۔ (الحجرات: ۱۵)

"اعراب کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے آپ ان سے کہیں تم ایمان نہیں لائے البتہ تم یہ کہو ہم نے فرمانبرداری قبول کر لی اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا

باللّٰہ۔ (آل عمران: ۶۵)

"آپ کہیں اے اہل کتاب آؤ ایک ایسے کلمے کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔"

یہ آیات ان آیات کے خلاف ہیں جو اسلام کو ایک بسیط حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔ پہلی آیت میں اعراب سے مراد جنگلوں میں رہنے والے وہ بدو ہیں جو تہذیب و تمدن سے دور اور ظاہری علم سے بے بہرہ تھے۔ یہ قحط زدہ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امداد کے لیے حاضر ہوئے اور اپنے اسلام لانے کا اظہار کیا اور اپنے دعویٰ ایمان کو سچ ثابت کرنے کے لئے کچھ اعمال بھی مسلمانوں جیسے کرنے لگے تھے۔

یہ اس درجے کے نومسلم تھے کہ ظاہر طور پر انقیاد کر کے ایمان کی سرحد پر آچکے تھے لیکن ایمان کامل ابھی انکے دلوں میں داخل نہ ہوا تھا اسلئے اعمال میں وہ لوگ صادق اکمل نہ تھے۔

قرآن کریم نے شہادت دی ہے کہ وہ ایمان کی سرحد پر آچکے تھے۔ حضور ﷺ کی مخالفت کے ارادے انکے دلوں میں نہ تھے اور امید کی جا سکتی تھی کہ آئندہ ایمان کامل انکے دلوں میں جگہ لے گا۔ صرف اتنا کہا گیا کہ ابھی تک ایمان انکے دلوں میں داخل نہیں ہوا انکے ایمان کی سرحد پر آنے کی شہادت اسی سورت کی آیت ۱۸ میں ہے:

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علی اسلامکم بل اللّٰہ علیکم ان هداکم للایمان۔ (الحجرات: ۱۷)

ان هداکم للایمان کی روشنی میں لمایدخل الایمان کا مطلب ان سے ایمان کامل کی نفی ہوگی ایمان مطلق کی نہیں۔ اس تفسیر کی روشنی میں ان لوگوں کو کافر نہ کہا جائیگا نفاق کا لفظ کہیں ہے تو اس سے مراد نفاق عملی ہوگا جو ابتدائی درجے کے مسلمان میں بھی ہو سکتا ہے۔ پس اس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ کافر اور بے ایمان مسلمانوں کے ساتھ دائرہ اسلام میں جمع ہو سکتے ہیں صحیح نہیں۔ آیت کی ایک تفسیر موجود ہے جو اسلام کے ایک بسیط ہونے سے معارض نہیں اس کے لیے درج ذیل تفاسیر سے مزید راہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے کلیہ الشریعہ کے استاذ محمد علی الصابونی۔

ولما یدخل الایمان

ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا، کے لفظ "لَمّا" (ابھی تک) کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ولفظة لما تفيد التوقع كانه يقول سيحصل لكم الايمان عنه اطلاعكم على محاسن الاسلام و نذو فكم حلاوة الايمان قال ابن كثير هولاء لاعراب المذكورون في هذه الاية ليسوا منافقين و انما هم مسلمون لم يتحكم الايمان في قلوبهم فادعو الانفسهم مقاماً على مما وصلوا اليه فاء يو افي ذلك۔ [1]

"اور لفظ "لما" امید کا پتہ دیتا ہے گویا کہا گیا کہ جب تم محاسن اسلام پر اطلاع پاؤ گے اور ہم تمہیں ایمان کی حلاوت چکھائیں گے۔ ابن کثیر نے کہا ہے کہ یہ اعراب جن کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے منافقین نہ تھے یہ وہ مسلمان تھے کہ اسلام نے ابھی ان کے دلوں میں جڑ نہ پکڑی تھی سو انہوں نے اپنے لیے اس سے اونچے درجے کا دعویٰ کیا جس مقام پر کہ وہ تھے سو انکی تادیب کی گئی۔"

جامعہ ازہر مصر کے استاذ شیخ محمد محمود الحجازی لکھتے ہیں:

قالت الاعراب آمنا لله ورسوله وهم في الواقع لم يو منو ا ايماناً خالصاً لوجه الله ثم عاد القرآن فجبر خاطر هم ونفى عنهم الايمان مع ترتب حصوله لهم وقال لم يد خل الايمان قلوبكم اى الآن لم يدخل ولكنه سيدخل فيها وهذا تشجيع لهم على العمل و الدخول صفوف المومنين ۔ [2]

"یہ جنگلی عرب کہتے ہیں ہم اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے اور واقع میں وہ پورا

---

[1] صفوة التفاسیر حصہ: ۲۶ ص ۵۱

[2] التفسیر الواضح جلد: ۲۶ ص ۴۷

ایمان جو خالصاً اللہ کے لیے ہو وہ نہیں لائے۔ قرآن پھر اس مضمون کی طرف لوٹا اور انکے دلوں پر ضرب لگائی اور ان سے ایمان کی نفی اس طرح کی کہ اسکے حاصل ہونے کی امید ساتھ ساتھ بندھی رہے۔ اور کہا کہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں نہیں اترا یعنی اب تک لیکن عنقریب یہ (تمہارے دلوں میں) اتر جائیگا۔ یہ پیرایہ انہیں بیان عمل پر ابھارنے کے لیے ہے اور مومنین کی صفوں میں حقیقی طور پہ داخل ہونے کے لیے ہے۔''

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت پر لکھتے ہیں:

''ایمان و یقین جب پورے دل میں واضح ہو جائے اور جڑ پکڑ لے اس وقت غیبت اور عیب جوئی وغیرہ کی خصلتیں آدمی سے دور ہو جاتی ہیں جو شخص دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور آزار پہنچانے میں مبتلا ہو سمجھو کہ ابھی تک ایمان اسکے دل میں پوری طرح پیوست نہیں ہوا'' [1]

اور آگے ھداکم للایمان پر لکھتے ہیں:

''اللہ کا احسان ہے کہ اس نے ایمان کی طرف آنے کا رستہ دیا اور دولت اسلام سے سرفراز کیا''[2]

مرزا غلام احمد کے پیراؤں میں مولوی محمد علی بھی لکھتے ہیں:

''مسلم تو ہر وہ شخص ہے جو دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا خواہ ابھی اسلام کے احکام پر پورے طور پر عامل ہے یا نہیں اور خواہ دل میں وساوس بھی پیدا ہوتے ہوں۔ یہاں ایمان کامل یعنی اسکے تینوں پہلوؤں کا ذکر ہے۔'' [3]

مولوی محمد علی صاحب نے یہاں ان نومسلموں میں اسلام کے ساتھ کمی عمل یا وساوس کو تو جمع کیا ہے لیکن یہ انہوں نے بھی نہیں کہا کہ اسلام کے ساتھ صریح کفر جمع ہو سکتے ہیں۔

---

[1] تفسیر عثمانی ص ۶۷۱

[2] تفسیر عثمانی ص ۶۷۱

[3] تفسیر عثمانی ص ۱۲۹۰

پھر یہ بات ایک وقتی بات تھی اور محض آنی تھی اس لئے ان کا انقیاد ظاہری یعنی آنا لفظ اسلمنا سے بیان ہوا جو جملہ فعلیہ ہے جملہ اسمیہ نہیں جملہ اسمیہ دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں بتلایا گیا کہ پوری طرح مسلمان ہونے سے پہلے وہ اسلمنا تو کہہ سکتے ہیں کہ وقتی طور پر انہوں نے اپنے آپ کو بچا لیا۔ جملہ اسمیہ میں نحن مسلمون نہیں کہہ سکتے۔ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ میں ایک جزئیہ ایسا نہیں ملے گا جس میں کسی فرد یا طبقے کو اس کے کھلے کفری اعتقادات کے باوجود ظاہری اقرار شہادتوں (اظہار کلمہ توحید و رسالت) پر مسلم کہا گیا ہو۔ سو قادیانی حضرات کو اس آیت کی راہ سے داخل دائرہ اسلام ہونا قطعاً درست نہیں۔

اب دوسری آیت کو لیجئے جسے قادیانی مسلمانوں کے ساتھ تعبدی امور میں شامل ہونے کے لئے دلیل اشتراک بناتے ہیں۔

﴿ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم ﴾

آؤ اس بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں برابر ہے۔ کہ ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ یہاں دو سوال سامنے آتے ہیں:

وہ کلمہ سواء کہ ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے کیا اس وقت کے عیسائی اسے مانتے تھے یا وہ حضرت مسیح کو ابن اللہ کہہ کر تین خداؤں کی خداوندی کے قائل تھے؟

اگر وہ اس وقت توحید خالص کے مدعی نہ تھے تو قرآن نے اسے کلمہ سواء (مشترکہ بات) کیسے کہہ دیا۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے قرآن پاک کی آیات صریحہ (پارہ ۶ سورۃ المائدہ آیت: ۱۸، ۷۳ پارہ ۷ المائدہ آیت: ۱۱۶، پارہ ۱۰ التوبہ آیت: ۳۰، ۳۱) اس کی تردید کر رہی ہیں اور بتا رہی ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کی خدائی میں شریک کرتے تھے۔ جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے ایک خدا کی عبادت کو ان قوموں کے انبیاء کی اصل دعوت کے لحاظ سے کلمہ سواء (مشترکہ بات) کہا گیا ہے اور دعوت دی گئی ہے کہ اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک دعوت رہی ہے کہ ہم ایک خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں سو یہ دعوت اپنی اصل کے لحاظ اور اہل کتاب کے اس وقت کے حالات کے پیش نظر دعوت اسلام ہے

مشرک عیسائیوں سے دعوت اشتراک نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے روم کے عیسائی بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے جو والا نامہ ارسال فرمایا اس میں آپ نے:

اَسْلِمْ تَسْلَمْ یوتک اللہ اجرک مرتین

کے ساتھ یہ آیت بھی لکھوائی:

تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم [1]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو دعوت اسلام کے طور پر پیش کیا ہے دعوت اشتراک کے طور پر نہیں۔

تفسیر سراج منیر میں ہے:

بان دعاھم الی ما وافق علیہ عیسیٰ علیہ السلام والانجیل و سائر الانبیاء والکتب۔ [2]

''شرک اور کفر اہل کتاب کے اصل دین میں نہ تھا سو اس آیت میں انہیں اپنے اصل دین کی طرف لوٹنے کی دعوت دی جا رہی ہے اور یہ حقیقت میں دعوت اسلام ہے انکے اختراعی دین میں اشتراک نہیں۔''

تفسیر المراغی میں ہے:

اما اھل الکتاب فالشرک والکفر قد عرض للکثیر منھم عروضاً و لیس من اصل دینھم۔ [3]

اسلام خود ایک کامل دین ہے اس میں تعبدی امور میں کسی اور دین سے سمجھوتہ کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں دوسرے ادیان کو دعوت اشتراک دینے کی ابتداء مسیلمہ کذاب سے ہوئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مسیلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دعوت اشتراک ان لفظوں میں بھیجی تھی:

---

[1] صحیح البخاری ص ۵ ج ۱ [2] جلد ۱ ص ۲۱۹

[3] ص ۱۳۶ ج ۶

"من مسیلمة رسول اللّٰہ الیٰ محمد رسول اللہ اما بعد فان الارض نصفھالی و نصفھا لک"[1]

یہ خط مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کے نام ہے زمین آدھی میرے نام ہے اور آدھی آپ کے نام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعوت اشتراک کو اور اسکے دعوے رسالت کو دونوں کو رد فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کسی مدعی نبوت کے پیروں کے ساتھ کسی بات میں اشتراک نہیں کر سکتے۔

افراد امت کا تحفظ:

شعائر اسلام کی حفاظت اور اس کا ہر آمیزش سے تحفظ یہ عظمت شعائر کے پیش نظر تھا لیکن اسلام میں جملہ افراد امت کی ہر دنیوی اور دینی فتنے سے حفاظت یہ بھی حکومت اسلامی کے ذمہ ہے۔ کسی غیر مسلم اقلیت کی مذہبی آزادی اگر افراد امت محمدیہ کے لئے کسی فتنے کا دروازہ کھولتی ہو تو مسلم سربراہ پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا آرڈیننس نافذ کرے جس سے اسباب کی حد تک جملہ افراد امت کا پورا تحفظ ہو جائے۔

حوزہ امت کا تحفظ:

امت محمدیہ کی سالمیت کا تقاضا ہے کہ اسکے لئے جس طرح مملکت اسلامی کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت لازمی کی جاتی ہے۔ اس امت کی نظریاتی سرحدوں کا بھی پوری فکری کاوش سے پہرہ دیا جائے۔ قادیانی لٹریچر کی اشاعت اگر عام رہے اور انکے مبلغین کھلے بندوں مسلمانوں میں اپنے نظریات کی تبلیغ کرتے رہیں تو اس حوزہ امت کا کسی طرح تحفظ نہ رہ سکے گا اور حکومت کے لئے نت نئے مسائل اٹھتے رہیں گے۔ سو ضروری ہے کہ قادیانیوں کی تبلیغ ان کے اپنے حلقوں میں محدود کی جائے اور انہیں کھلے طور پر اپنے خیالات پھیلانے کی اجازت نہ ہو۔ ان کے لٹریچر کی کھلی اشاعت بھی خلاف قانون قرار دی جائے تا کہ امت کی نظریاتی سرحدیں پوری طرح محفوظ رہ سکیں۔

---

[1] مشکوۃ التفاسیر جلد ا ص ۳۵۰

قادیانی لٹریچر کس طرح کا الحادی اور غیر اخلاقی مسئلہ پیدا کرتا ہے اس کے لئے ان کے لٹریچر کا ایک مختصر خاکہ پیش کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی ان آیات اور احادیث کی ایک تلخیص بطور خلاصہ پیش کی جاتی ہے۔ جس میں اسلامی حکومت کی اس ذمہ داری کا بیان ہے کہ جہاں تک ہو سکے۔ منکرات کو روکنے میں زیادہ سے زیادہ کوشاں رہے۔ منکرات کو روکنے اور ختم کرنے کے بغیر اسلامی مملکت میں معروفات کا قیام بہت مشکل ہے۔

اسلامی سلطنت میں قادیانی تبلیغ پر پابندی:

قادیانی تبلیغ کے نام پر کس طرح کا لٹریچر پیش کرتے ہیں اور عامۃ المسلمین کے ذہنوں پر اس کا کس قدر مہلک اور مخرب اخلاق اثر پڑ سکتا ہے اسے پیش کرنے سے پہلے ایک اصولی بات گذارش ہے۔

اسلامی سلطنت کے سربراہ کا فرض ہے کہ ان تمام منکرات کا سد باب کرے جس سے مسلمانوں کے عقائد اور اخلاق پر برا اثر پڑے اس باب میں درج ذیل آیات و احادیث سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے:

اَلَّذِین ان مکّنّٰهُمْ فِی الارض ۔۔۔۔۔۔وَنَهَوْا عَنِ المُنْكر (سورة حج)

یا یها الذین اٰمنوا قوا انفسکم و اَهْلِیْکُمْ ناراً وقودها النّاس والحجارہ علیها ملٰئکة غلاظ شدادٌ (التحریم: ٦)

عن ابن عُمر عن النّبی ﷺ انه قال الا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیّته علی الناس راع وهو مسئول عن رعیته الخ۔[1]

عن ابی سعید الخدری عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من رای منکم منکراً فلیغیّره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه وذلك اضعفُ الایمان۔[2]

ان آیات اور احادیث کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان اقتدار پر آنے کے بعد منکرات کو روکے

---

[1] صحیح مسلم ص ۱۲۲ ج ۲ [2] مشکوٰۃ ص ۴۳۶ بحوالہ مسلم

ہیں اور ہر سربراہ کا فرض ہے کہ اپنے عیال کو کفر اور بدی کی آگ سے بچانے کی پوری کوشش کرے عامۃ المسلمین اسلامی سربراہ کے عیال اور رعایا ہیں پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہے اس میں عامۃ المسلمین کی دینی اور اخلاقی قدروں کی صیانت اور حفاظت کرنا اور اسکے لئے فرامین جاری کرنا اور آرڈیننس بنانا سربراہ اسلامی سلطنت پر ایک بڑا فرض ہے۔ ایک اسلامی سلطنت میں الحاد و زندقہ پھیلانے والا خلاف اسلام لٹریچر اور بے حیائی پھیلانے والا مخرب اخلاق لٹریچر پھیلے قادیانیوں کی کھلی تبلیغ پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس غلط لٹریچر سے مسلمانوں میں اس قسم کے عقائد و نظریات بیشک پھیلتے رہیں اور مسلمانوں کو اس سے عام اور کھلے بندوں الحاد و ارتداد کی دعوت ملتی رہے۔ اس باب میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے متبعین کی مندرجہ ذیل تحریرات لائق توجہ ہیں کیا یہ منکرات نہیں؟ کیا انہیں پھیلنے دینا چاہیے؟ اور کیا مسلمانوں میں انکی اشاعت عام کی اجازت دیجا سکتی ہے؟

آیئے پہلے یہ دیکھئے کہ قادیانیوں میں نبوت کا تصور کیا ہے اور کس قسم کا آدمی نبی ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب کہتے ہیں۔

> مثلاً ایک شخص جو قوم کا چوہڑہ یعنی بھنگی ہے اسکے ہاں اور ایک گاؤں کے شریف مسلمانوں کی تیس چالیس سال سے یہ خدمت کرتا ہے کہ دو وقت انکے گھروں کی گندی نالیوں کو صاف کرنے آتا ہے اور انکے پاخانوں کی نجاست اٹھاتا ہے اور ایک دو دفعہ چوری میں بھی پکڑا گیا ہے اور چند دفعہ زنا میں بھی گرفتار ہو کر اسکی رسوائی ہو چکی ہے اور چند سال جیلخانہ میں قید بھی رہ چکا ہے اور چند دفعہ ایسے برے کاموں پر گاؤں کے نمبرداروں نے اسکو جوتے بھی مارے ہیں اور اسکی ماں اور دادیاں اور نانیاں ہمیشہ سے ایسے ہی نجس کام میں مشغول رہی ہیں اور سب مردار کھاتے اور وہ اٹھاتے ہیں۔
>
> اب خدا تعالیٰ کی قدرت پر خیال کر کے ممکن تو ہے کہ وہ اچھے کاموں سے تائب ہو کر مسلمان ہو جائے اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ کا ایسا

فضل اس پر ہو کہ وہ رسول اور نبی بھی بن جائے۔ اور اسی گاؤں کے شریف لوگوں کی طرف دعوت کا پیغام لیکر آوے اور کہے کہ جو شخص تم میں سے میری اطاعت نہیں کریگا خدا اسے جہنم میں ڈالے گا۔[1]

ایک اور گستاخی ملاحظہ کیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی فضیلت جتلانا ان کے لٹریچر میں عام ملتا ہے۔ اس قسم کا لٹریچر پھیلنے سے لوگوں کا ایمان کیسے بچ سکتا ہے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے معارف قرآنی سے محروم رکھے گئے اور وہ حقیقتیں مرزا صاحب پر کھلی۔ مرزا صاحب کہتے ہیں:

"پس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے بارہ میں بیان فرمایا اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ بدیہی البطلان ہے۔"[2]

ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ابن مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ علم بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے موبمو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر زراع گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یاجوج ماجوج کی عمیق تہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہو اور نہ دابۃ الارض کی ماہیت کماھی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوی کے ممکن ہے اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔[3]

(۳) لَهٗ خُسِفَ القمر المنير و ان لي غسا القمران المشرقان أتنكر

"اس کے (حضور ﷺ) لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کریگا؟"[4]

اب انکے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود سے بھی سن لیجئے۔

---

[1] تریاق القلوب ص ۱۵۱، ۵۲ اور روحانی خزائن ج ۱۵ ص ۲۷۹، ۲۸۰

[2] کرامات الصادقین ص ۱۹ روحانی خزائن ص ۶۱ ج ۷

[3] ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۶۹۱ روحانی خزائن ص ۳۷۳ ج ۳

[4] اعجاز احمدی ضمیمہ ص ۷۱ نزول المسیح ص ۷۱ روحانی خزائن ص ۱۸۳ جلد ۱۹

(۴) یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتی کہ محمدؐ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ [۱]

(۵) مرزا صاحب نے پھر یہ بھی لکھا ہے۔

واعطانی مالم یعط احد من العالمین۔ [۲]

''یعنی مجھے اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ دیا جو تمام جہانوں میں کسی کو نہ دیا گیا تھا۔''

کیا یہ کل انبیاء و مرسلین اور اولاد آدم پر فضیلت کا دعویٰ نہیں؟ اور کیا اس قسم کے لٹریچر سے عامۃ المسلمین کا ایمان محفوظ رہ سکتا ہے۔

(۶) آسمان سے کئی تخت اترے۔ پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔ [۳]

فضلناك علی فاسواك

''یعنی تیرے سوا جتنے ہیں ان سب پر ہم نے تجھے بزرگی دی۔'' [۴]

روضۂ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار [۵]
محمدؐ پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں [۶]

اس قسم کے مرزا کے لٹریچر کے عام پھیلنے سے مسلمانوں پر کیا اثر پڑے گا اور ان کی اعتقادی سطح کس طرح متزلزل ہوگی یہ بات از خود واضح ہے۔

---

[۱] ڈائری مرزا محمود احمد، مطبوعہ روزنامہ الفضل ص ۵ ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء
[۲] آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴ روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۶۴
[۳] تذکرہ ص ۳۲۸ [۴] تذکرہ ص ۷۰۹
[۵] براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۱۳ درثمین اردو ص ۱۳۵ (مرزا قادیانی) رخ ص ۱۴۴ ج ۲۱
[۶] ''بدر'' قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنی فضیلت:

(۱) مرزا غلام احمد صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کس خلاف تہذیب انداز میں کی ہے اسے دیکھئے۔ اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے اور اگر کوئی امر میری نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ [۱]

(۲) اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔ [۲]

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے۔ [۳]

شراب پینا:

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ [۴]

گالیاں دینا:

ہاں آپ کو گالیاں دینے اور بد زبانی کرنے کی عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات پر غصہ آجاتا تھا اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ [۵]

---

[۱] حقیقۃ الوحی ص۱۴۹، ۱۵۰ ر خ ج۲۲ ص۱۵۳، ۱۵۴ [۲] دافع البلاء ص۱۳ ر خ ج۱۸ ص۲۳۳

[۳] دافع البلاء ص۲۰ ر خ ج۱۸ ص۲۴۰ [۴] حاشیہ کشتی نوح ص۶۶ ر خ ج۱۹ ص۷۱

[۵] حاشیہ انجام آتھم ص۵ روحانی خزائن جلد۱۱ ص۲۸۹

جھوٹ اور چوری کی عادت:

یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی جن جن پیشگوئیوں کا اپنی ذات کی نسبت توریت میں پایا جانا آپ نے بیان فرمایا ہے ان کتابوں میں ان کا نام و نشان نہیں پایا جاتا بلکہ وہ اوروں کے حق میں تھیں۔ جو آپ کے تولد سے پہلے پوری ہو گئیں۔ اور نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے۔ یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے گویا میری تعلیم ہے۔ لیکن جب سے یہ چوری پکڑی گئی عیسائی بہت شرمندہ ہیں۔

آپ نے یہ حرکت شاید اس لیے کی ہوگی کہ عمدہ تعلیم کا نمونہ دکھلا کر رسوخ حاصل کریں۔ لیکن آپ کی اس بیجا حرکت سے عیسائیوں کی سخت روسیاہی ہوئی اور پھر افسوس یہ ہے کہ وہ تعلیم بھی کچھ عمدہ نہیں عقل اور کانشنس دونوں اس تعلیم کے منہ پر طمانچے مار رہے ہیں آپ کا ایک یہودی استاد تھا جس سے آپ نے توریت کو سبقاً سبقاً پڑھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو قدرت نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہ دیا تھا اور یا اس استاد کی یہ شرارت تھی کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا بہرحال آپ علمی اور عملی قوت میں بہت کچے تھے اسی وجہ سے آپ ایک مرتبہ شیطان کے پیچھے پیچھے چلے گئے۔ (العیاذ باللہ)۔ [۱]

آپ کا کوئی معجزہ نہ تھا:

عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اسی دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرامکار اور حرامی کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرامکار اور حرامی کی اولاد بنیں۔ [۲]

۱۔ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ روحانی خزائن جلد ۱۱ ص ۲۹۰

۲۔ حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶ روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰

آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے کچھ نہ تھا:

ممکن ہے کہ آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کو اچھا کیا ہو یا کسی اور بیماری کا علاج کیا ہو۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے۔ اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ ل

تین دادیاں اور نانیاں زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں:

آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان میں ہے ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے ہاتھ پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔ ۲

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں:

اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ ۳

وشتان ما بینی و بین حسینکم

فانی اؤید کل آن وانصر

ل انجام آتھم ص ۷ حاشیہ روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱

۲ انجام آتھم ص ۷ روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱

۳ دافع البلاء ص ۱۷ روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳

اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے
کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا
کی تائید اور مدد مل رہی ہے [1]

و امام حسین فاذکروا دشت کربلا
الی ھذہ الایام تبکون فانظروا
مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو
اب تک تم روتے ہو پس سوچ لو [2]

وانی ورثت المال مال محمد
فما انا الا آلہ المتخیر
اور میں محمد ﷺ کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں
پس میں اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو ورثہ پہنچ گئی [3]

طلبتم فلاحا من قتیل بخیبۃ
فخیبکم رب غیور متبر
تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی کہ جو نومیدی سے مر گیا
پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نومید کیا وہ خدا جو ہلاک کرنیوالا ہے [4]

و واللہ لیست فیہ منی زیادۃ
وعندی شہادات من اللہ فانظروا
اور بخدا اسے مجھ سے کچھ زیادت نہیں
اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو [5]

---

[1] اعجاز احمدی ص ۷۰ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳
[2] اعجاز احمدی ص ۷۰ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۴
[3] اعجاز احمدی ص ۷۰ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۴
[4] اعجاز احمدی ص ۸۱ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳
[5] اعجاز احمدی ص ۸۱ روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۹۳

وانی قتیل الحب لکن حسینکم
قتیل العدا فالفرق اجلی واظهر

اور میں خدا کا کشتہ ہوں اور تمہارا حسین
دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔[1]

نسیتم جلال اللّٰہ والمجد والعلیٰ
وما وردکم الا حسین اتنکر

تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا
اور تمہارا ورد صرف حسین ہے کیا تو انکار کرتا ہے

فھذا علی الاسلام احدی المصائب
لدی نفحات المسک قذر مقنطر

پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے
کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔[2]

مسلمانوں کے اسلام پر طعن:

حضرت صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) نے فرمایا کہ کیا مجھے چھوڑ کر تم مردہ اسلام دنیا کے سامنے پیش کروگے۔[3]

چوہدری ظفر اللہ خاں کی تقریر:

اگر نعوذ باللہ آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے وجود کو درمیان سے نکال دیا جائے تو اسلام کا زندہ مذہب ہونا ثابت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح خشک درخت شمار کیا جائے گا۔[4]

---

1. اعجاز احمدی ص۸۱، روحانی خزائن ج۱۹ ص۱۹۳
2. اعجاز احمدی ص۸۲، روحانی خزائن ج۱۹ ص۱۹۴
3. ذکر حبیب ص۱۴۷ مطبوعہ قادیان
4. الفضل ربوہ ۳ مئی ۱۹۵۲ء

اخلاقی بے حیائی کا فروغ:

(۱) میرا ذاتی تجربہ ہے کہ بعض عورتیں جو قوم کی چوہڑی یعنی بھنگن تھیں جنکا پیشہ مردار کھانا اور ارتکاب جرائم کا م تھا انہوں نے ہمارے روبرو خوابیں بیان کیں اور وہ سچی نکلیں۔ اس سے بھی عجیب تر یہ کہ بعض زانیہ عورتیں اور قوم کے کنجر جن کا دن رات زنا کاری کا م تھا ان کو دیکھا گیا کہ بعض خوابیں انہوں نے بیان کیں اور وہ پوری ہو گئیں۔[1]

اگر نطفہ اندام نہانی کے اندر داخل ہو جائے اور لذت بھی محسوس ہو تو اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس نطفہ کو رحم سے تعلق ہو گیا ہے۔ بلکہ تعلق کیلئے علیحدہ آثار اور علامات ہیں۔ پس یاد الٰہی میں ذوق وشوق جس کو دوسرے لفظوں میں حالت خشوع کہتے ہیں نطفہ کی اس حالت سے مشابہ ہے جب وہ ایک صورت انزال پکڑ کر اندام نہانی کے اندر گر جاتا ہے اور اس میں کیا شبہ ہے کہ وہ جسمانی عالم میں ایک کمال لذت کا وقت ہوتا ہے لیکن تاہم نطفہ اس قطرہ منی کا اندر گرنا اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحم سے اس نطفہ کا تعلق بھی ہو جائے اور وہ رحم کی طرف کھینچا جائے۔

پس ایسا ہی روحانی شوق ذوق اور حالت خشوع اس بات کو مستلزم نہیں کہ رحیم خدا سے ایسے شخص کا تعلق ہو جائے اور اس کی طرف کھینچا جائے۔ بلکہ جیسا کہ نطفہ کبھی حرام کاری کے طور پر کسی رنڈی کے اندام نہانی میں پڑتا ہے تو اس میں بھی وہی لذت نطفہ ڈالنے والے کو ہوتی ہے۔ جیسا کہ اپنی بیوی کے ساتھ پس ایسے ہی بت پرستوں اور مخلوق پرستوں کا خشوع اور خضوع اور حالت ذوق اور شوق رنڈی بازوں سے مشابہ ہے یعنی خشوع اور خضوع مشرکوں اور ان لوگوں کا جو محض اغراض دنیویہ کی بنا پر خدا تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ اس نطفہ سے مشابہت رکھتا ہے جو حرام کار عورتوں کے اندام نہانی میں جا کر باعث لذت ہوتا ہے۔ بہر حال جیسا کہ نطفہ میں تعلق پکڑنے کی استعداد ہی حالت خشوع میں بھی تعلق پکڑنے کی استعداد ہے۔ مگر صرف حالت خشوع اور رقت اور سوز اس بات پر دلیل نہیں ہے کہ وہ تعلق ہو بھی گیا ہے۔ جیسا کہ نطفہ کی صورت میں جو اس روحانی صورت کے مقابل ہی مشاہدہ کر رہے ہے۔

---

[1] حقیقت الوحی ص ۳ روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵

اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی عورت کے اندام نہانی میں داخل ہو جائے اور اس کو اس فعل سے کمال لذت حاصل ہو تو یہ لذت اس بات پر دلالت نہیں کرے گی کہ حمل ضرور ہو گیا ہے۔ ¹

نوٹ: قادیانی لٹریچر میں اس قسم کی فحش باتیں بھی نقل کی گئی ہیں جن کے نقل کرتے ہوئے بھی شرافت لرزتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ایک مخالف کی بات کو کس گندے الفاظ میں نقل کیا ہے۔ دیکھو جی مرزا رات کو لگائی سے بدکاری کرتا ہے اور صبح کو بے غسل نور ابھرا ہوا ہوتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ مجھے الہام ہوا ہے اور وہ الہام ہوا۔ میں مہدی ہوں، میں مسیح ہوں ²

مرزا غلام احمد آریوں کے خدا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''پرمیشر ناف سے دس انگلی نیچے ہے (سمجھنے والے سمجھ لیں)۔'' ³

اس زبان کے لٹریچر کو کھلے بندوں شائع کرنے دیا جائے تو اسکا نتیجہ کتنا مخرب اخلاق اور حیا سوز ہوگا۔

بدزبانی کا فروغ:

اے بدذات فرقہ مولویوں!

تم کب تک حق کو چھپاؤ گے۔ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔ ⁴

دنیا میں سب جانداروں سے زیادہ پلید اور کراہت کے لائق خنزیر ہے مگر خنزیر سے زیادہ پلید وہ لوگ ہیں جو اپنے نفسانی جوش کیلئے حق اور دیانت کی گواہی چھپاتے ہیں۔ اے مردار خور مولویو! اور گندی روحو تم پر افسوس۔ ⁵

---

1. ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۲۷ ج ۵
2. تذکرۃ المہدی ص ۱۵۷ از پیر سراج الحق مطبوعہ قادیان
3. چشمہ معرفت ص ۱۰۶، روحانی خزائن ص ۱۱۴ ج ۲۳
4. ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱، روحانی خزائن ص ۲۱ ج ۱۱
5. ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۱، روحانی خزائن ص ۳۰۵ ج ۱۱

یہ سب کچھ ہوا مگر اب تک بعض بے ایمان اور اندھے مولوی اور خبیث طبع عیسائی اس آفتاب ظہور حق سے منکر ہیں۔ [1]

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق:

ترجمہ از عربی: ان تو علماء میں آخری، اندھا شیطان اور گمراہ دیو جسے رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں وہ (مولانا) محمد احسن امروہی کی طرح بد بخت ہے اور لعنتی ہے۔ [2]

مولانا سعد اللہ لدھیانوی کے متعلق:

مشہور نو مسلم مولانا سعد اللہ لدھیانوی کے بارے میں مرزا صاحب کی زبان ملاحظہ ہو۔

اور لئیموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں
کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ
بدگو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کرنے دکھلانے والا
منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے
تو نے اپنی خباثت سے مجھے بہت دکھ دیا ہے
پس میں سچا نہیں ہوں گا اگر ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو۔ [3]

پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی کے متعلق:

مجھے ایک کتاب کذاب کی طرف سے پہنچی ہے
وہ خبیث کتاب اور بچھو کی طرح نیش زن

☆☆☆

پس میں نے کہا اے گولڑہ کی زمین تجھ پر لعنت
تو ملعون کے سبب ملعون ہو گئی پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی

---

[1] ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۳، روحانی خزائن ص ۳۰۹ ج ۱۱

[2] انجام آتھم ص ۲۵۲

[3] انجام آتھم ص ۲۸۱، ۲۸۲، روحانی خزائن ص ۲۸۱، ۲۸۲ ج ۱۱

اس فرمایہ نے کمینہ لوگوں کی طرح گالی کے ساتھ بات کی
اور ہر ایک آدمی خصومت کے وقت آزمایا جاتا ہے[1]

☆☆☆

کیا تو اے گمراہی کے شیخ یہ گمان کرتا ہے
کہ میں نے یہ جھوٹ بنالیا ہے پس جان کر میرا دامن جھوٹ سے پاک ہے![1]

عام مسلمانوں کے متعلق:

ہمارے دشمن جنگلوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔[2]

تِلْكَ كُتُب ينظرُ اِليها كل مسلمٍ بعين المحبة والمودة و ينتفع من معارفها و يقبلني و يصدّق دعوتي الا ذرّيةُ البغايا الّذين ختم اللّٰه عليٰ قلوبهم فهم لا يقبلون۔

میری مذکورہ بالا کتابوں کو ہر مسلمان محبت اور پیار کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے ذریعہ معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور مجھے قبول کرتا ہے اور میرے دعوے کی تصدیق کرتا ہے۔ سوائے کنجریوں کی اولاد کے جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہریں لگادی ہیں وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔[3]

ذریۃ البغایا کا معنی مرزا صاحب نے خود یہ کیا ہے:

من هو من ولد الحلال وليس من ذرية البغايا

اور اس کا اردو ترجمہ یہ کیا ہے:

"ہر ایک شخص جو ولد حلال ہے اور خراب عورتوں کی نسل سے نہیں۔"[4]

جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز

---

[1] اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح ص ۷۵، ۷۶، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸

[2] نجم الہدیٰ ص ۵۳، روحانی خزائن ج ۱۴ ص ۵۳

[3] آئینہ کمالات اسلام ص ۵۴۷، ۵۴۸، روحانی خزائن ج ۵ ص ۵۴۷، ۵۴۸

[4] نور الحق ص ۱۲۳ ج ۱، روحانی خزائن ج ۸ ص ۱۶۳

نہ آنے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔ ا

اس قسم کی تحریرات اور بدزبانی انسانی شرافت پر بہت گران ہے ایک اسلامی ملک میں اس قسم کا لٹریچر عام ملے اور اس پر کسی قسم کی پابندی نہ ہو بلکہ کچھ لوگ اسکی تبلیغ و اشاعت میں زندگیاں وقف کئے ہوئے ہوں تو اس سے نہ صرف اسلامی عقائد کو سخت دھچکا لگے گا بلکہ ان مخرب اخلاق تحریروں سے انسانی شرافت بھی بری طرح پامال ہوگی۔ ان حالات میں سربراہ مملکت اسلامی پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی اس قسم کی تبلیغ کو خلاف قانون قرار دیں اور اس مخرب اخلاق لٹریچر کی طباعت اور اشاعت اس ملک میں خلاف قانون قرار پائے۔ صدر پاکستان نے اس آرڈیننس کے ذریعے جسے قادیانی حضرات نے وفاقی شرعی عدالت میں خلاف کتاب و سنت کہا ہے اپنا ایک بڑا فرض سرانجام دیا ہے۔

قادیانی لٹریچر اسلام کے جذبہ جہاد کی روک تھام:

یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور اسلام سے ہی اس کی بقاء وابستہ ہے اسکی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت بھی دراصل اسلام ہی کے گرد ایک حفاظتی پہرہ ہے سو اس ملک میں عامۃ المسلمین میں عموماً اور نوجوانوں میں خصوصاً جذبہ جہاد اور اب اس قربانی کی آبیاری بہت ضروری ہے اور قادیانیوں کے خلاف جہاد لٹریچر کا پوری طرح سدباب ہونا چاہئے۔ قادیانیوں کے خلاف جہاد لٹریچر کا ایک نمونہ عرض خدمت ہے۔

> ''سو آج سے دین کیلئے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کیلئے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی نام رکھ کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اسکے رسول کا نافرمان ہے۔'' ۲

مرزا غلام احمد نے صرف ہندوستان میں ہی انگریزوں کو اپنا اولی الامر نہیں بنایا بلکہ اس

ا انوار الاسلام ص ۳۰ روحانی خزائن ج ۹ ص ۳۱

۲ اشتہار چندہ منارۃ المسیح صفحہ ب ت ضمیمہ خطبہ الہامیہ روحانی خزائن ج ۱۶ ص ۱۷

کی تحریک پورے عالم اسلام میں انگریزوں کے ایجنٹ کے طور پر ان کی سیاسی خدمات بجالانے کے لئے تھی۔ مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر اس پر گواہ ہے۔

میں نے بیسیوں کتابیں عربی، فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ (برطانیہ) سے ہرگز جہاد درست نہیں۔ بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زر کثیر چھاپ کر بلاد اسلام میں پہنچائی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک پر بھی پڑا ہے۔ [1]

مرزا صاحب نے اپنی نبوت اور سلطنت برطانیہ کی خیر خواہی کو کس انداز میں جوڑا ہے اسکے لئے ان کی درج ذیل تحریر بڑی واضح ہے۔

آج کی تاریخ تک تیس ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ میرے ساتھ جماعت ہے جو برٹش انڈیا کے متفرق مقامات میں آباد ہے اور ہر شخص جو میری بیعت کرتا ہے اور مجھ کو مسیح موعود مانتا ہے اسی روز سے اس کو یہ عقیدہ رکھنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں جہاد قطعاً حرام ہے کیونکہ مسیح آچکا۔ خاص کر میری تعلیم کے لحاظ سے اس گورنمنٹ انگریزی کا سچا خیر خواہ اس کو بننا پڑتا ہے۔ [2]

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

> دوسرا امر قابل گزارش یہ ہے کہ میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیروں اور انکے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں۔ جو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں۔ [3]

مرزا غلام احمد کی تحریک صرف مقامی نہ تھی عالمی تھی اس باب میں ان کی مندرجہ ذیل تحریر ان

---

[1] تبلیغ رسالت، جلد ششم صفحہ ۶۵

[2] گورنمنٹ انگریزی اور جہاد ضمیمہ صفحہ ۶ روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۸

[3] مجموعہ اشتہارات ص ۱۱ ج ۳

کے سیاسی مقصد کو پوری طرح اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔

اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کیلئے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کیلئے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جنکی چھپوائی اور اشاعت پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ ل

مرزا صاحب نے جہاد کو مسلمانوں کے عام حالات کے پیش نظر یا اپنی ایک وقتی فکر سے بند نہ کیا انگریزوں کی اس خدمت کو خدا کا نام لے کر آسمانی دعووں کے سہارے سرانجام دیا۔

آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا۔ خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا اب اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ ۲

سلطنت برطانیہ کی ان خدمات پر اب کچھ مراعات کی طلب ہے اس کا ایک نمونہ درج ذیل تحریر میں لائق توجہ ہے۔

گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ وہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت تدبیر سے زمین کے اندرونی حالات دریافت کرے۔۔۔ ہمارے امام (مرزا صاحب) نے ایک

ل کتاب البریہ صفحہ ۷، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۶، ۷

۲ خطبہ الہامیہ مترجم ص ۲۸، ۲۹، مجموعہ اشتہارات ص ۲۹۴ ج ۳ روحانی خزائن ص ۲۸، ۲۹ جلد ۱۶

بڑا حصہ عمر کا جو بائیس برس ہیں اس تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام اور قطعاً حرام ہے۔ یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد اسلام عرب، شام، کابل وغیرہ میں تقسیم کیا۔ [1]

مرزا صاحب کے دل ودماغ میں جہاد سے کس قدر نفرت سی ہو چکی تھی اس کے لئے یہ ان کی مندرجہ ذیل تحریرات دیکھئے۔ ان تحریرات کی کھلی اشاعت سے کیا اس ملک کے نوجوانوں کے لئے فکری اور عملی زندگی کا کوئی پہلو زخمی ہوئے بغیر رہ سکتا ہے۔

یہ وہ فرقہ ہے جو فرقہ احمدیہ کے نام سے مشہور ہے۔۔۔ یہی وہ فرقہ ہے جو دن رات کوشش کر رہا ہے کہ مسلمانوں کے خیالات میں سے جہاد کی بیہودہ رسم کو اٹھا دے۔ [2]

یاد رہے کہ مسلمانوں کے فرقوں میں سے یہ فرقہ جس کا خدا نے مجھے امام اور پیشوا اور رہبر مقرر فرمایا ہے۔ ایک بڑا امتیازی نشان اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ اور وہ یہ کہ اس فرقہ میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں۔ اور نہ اس کی انتظار ہے بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا۔ اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے۔ [3]

جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا۔ اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔ [4]

---

[1] رسالہ ریویو آف ریلیجنز، مولوی محمد علی قادیانی بابت ۱۹۰۲ء جلد ۱، ۲۷
[2] فرمان مرزا مندرجہ ریویو آف ریلیجنز ۱۹۰۲ء جلد ۱، ۱۲
[3] اشتہار واجب الاظہار تریاق القلوب صفحہ ۳۸۹، ۳۹۰ روحانی خزائن ص ۵۱۷، ۵۱۸
[4] اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵ حاشیہ

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال ۔ دیں کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے ۔ دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسمان سے نور خدا کا نزول ہے ۔ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد ۔ منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد[1]

میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ چونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے۔[2]

اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بدخیال جہاد اور بغاوت کے دلوں میں مخفی رکھتے ہیں میں ان کو سخت نادان، بدقسمت ظالم سمجھتا ہوں۔[3]

اس قسم کے خیالات اور ایمان سوز محرکات جس ملک میں کھلے بندوں پھیلتے رہیں وہ ملک اسلامی بنیادوں پر کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کے لئے اور مسلمانوں کو ایک زندہ قوم کے طور پر اٹھانے کے لئے قادیانیوں کا اس قسم کا لٹریچر کلی طور پر خلاف قانون ہونا چاہیے۔ صدر پاکستان نے اس زیر بحث آرڈیننس میں قادیانیوں کی کھلی تبلیغ پر پابندی عائد کر کے تحفظ پاکستان کی طرف ہی قدم بڑھایا ہے اور اقدام کسی پہلو سے بھی قرآن و حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

﴿قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین.﴾ (النمل: ۶۴)

اسلامی مملکت میں مسلمانوں میں خلاف اسلام تعلیم و تبلیغ کی کیا کھلی اجازت ہے؟

اگر سربراہ مملکت اسلامی اس پر پابندی لگائے اور اسے بذریعہ آرڈیننس خلاف قانون قرار دے تو کیا یہ پابندی قرآنی ارشاد:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

''اگر تم سچے ہو تو اپنے جواب پر دلیل لاؤ۔''

---

[1] ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۴۱، ۴۲، روحانی خزائن ص ۷۷، ۸۰ جلد ۱۷

[2] مجموعہ اشتہارات ص ۱۹ ج ۳

[3] تریاق القلوب صفحہ ۲۸ روحانی خزائن ص ۱۵۶ ج ۱۵

کے خلاف نہیں؟ کیا اس سے ایک گروہ کی شخصی آزادی تو سلب نہیں ہوتی؟ قرآن کریم تو اپنے نہ ماننے والوں کو یہاں تک اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے سب حمایتیوں کو بیشک بلالیں۔

وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین

"اگر وہ اپنے حمایتیوں کو گواہ بنا کر ساتھ لائیں تو انکی یہ گواہی کیے خلاف اسلام ایک شہادت نہ ہوگی؟"

جواب: وادعوا شھداء کم من دون اللہ ان کنتم صادقین

کس سیاق و سباق میں آرہی ہے؟ قرآن پاک کے معجزہ ہونے کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ اگر تم قرآن پاک کو الٰہی کلام نہیں سمجھتے اسے انسانی کلام کہتے ہو تو تم بھی تو انسان ہو ایسا ایک قطعہ کلام تم بھی بنالاؤ اور بیشک اس پر تم اپنے سب مددگاروں کو بھی بلالو۔۔۔ یہاں انہیں اپنے عقائد کی تبلیغ کا موقع نہیں دیا جارہا انہیں قرآن کریم کی مثل لانے سے عاجز ثابت کیا جارہا ہے قرآن پاک کے معجزہ ہونے کا بیان ہی اسی لیے ہے کہ اسکی مثل لانے سے ہر ایک عاجز ٹھہرے اور کوئی انسانی کلام اس کلام کا مقابلہ نہ کرسکے۔ آگے ولن تفعلوا کہہ کر جتلایا گیا کہ تم ایسا کبھی نہ کرسکو گے۔ اسی طرح آیت:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

بھی یہود و نصاریٰ سے تصحیح نقل کا مطالبہ کررہی ہے اور انہیں اپنے نظریات کی تبلیغ کا موقع نہیں دے رہی۔ یہود و نصاریٰ نے کہا تھا جنت میں ہم داخل ہوں گے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ ان سے کہیں کہ اس پر حوالہ پیش کریں تصحیح نقل کا مطالبہ اور بات ہے اور انہیں آزادی دینا کہ خلاف اسلام جو چاہیں کہتے رہیں یہ امر دیگر ہے۔

اسی طرح آیات:

قل أرأیتم ماتدعون من دون اللّٰہ اروني ماذا خلقوا من الارض۔

(الاحقاف: ۴)

اور

قل ارأیتم شرکاء کم الذین تدعون من دون اللّٰہ اروني ماذا خلقوا من

الارض۔ (الفاطر: ۴۰)

میں مشرکین سے انکی حقانیت کی دلیل نہیں پوچھی جارہی ان سے ان کے غلط معبودوں کا تخلیق کا کام مانگا جارہا ہے ان سے طلب کیا جو رہا ہے کہ ان معبودوں کی کوئی تخلیق بتائیں کسی چیز کی سند اور حوالہ مانگنا اور بات ہے اور انہیں اس میں بحث کا حق دینا یہ امر دیگر ہے اور پھر یہ سب باتیں وہاں ہو رہی ہیں جہاں اقتدار مشرکین کا تھا۔ اس سے یہ بات نہیں نکلتی کہ کسی کو مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کرنے کا حق دیا جارہا ہے۔ یہ اسلامی سلطنت کی بات نہیں ہے مشرکین سے برابر کی سطح کی ایک بات ہے۔

قرآن پاک میں ایسے مضامین ان مشرکین کی تعجیز و تبکیت کے لئے آئے ہیں انہیں مسلمانوں میں اپنے عقائد کفریہ کی تبلیغ کا حق دینے کے لیے نہیں۔ اپیل کنندگان نے اپنی اپیل میں ان آیات کو بالکل بے محل نقل کیا ہے۔ سورہ نمل کی آیت:

قل ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین

کے سلسلہ آیات میں فضیلۃ الاستاذ احمد مصطفی المراغی لکھتے ہیں:

ثم انتقل من التوبیخ تعریضاً الی التبکیت تصریحاً۔[1]

مشرکین کے پاس اس پر کیا دلیل ہوسکتی تھی جو ان سے طلب کی گئی؟ کچھ نہیں۔

تفسیر جلالین میں ہے:

قل ھاتو ابرھانکم علی ذلک ولا سبیل الیہ۔[2]

سو جب اس پر کوئی استدلال ممکن نہیں تو یہ محض تبکیت اور تعجیز ہے ان سے مناظرہ میں طلب دلیل نہیں اپیل کنندگان نے اپنے اس استدلال میں:

قل ھاتوا برھانکم (الانبیاء: ۲۴)

ام لکم سلطان مبین (الصافات: ۱۵۶)

قل ھل عند کم من علم فتخرجوہ لنا (الانعام: ۱۴۸)

---

[1] تفسیر المراغی ص ۷ ج ۲۰

[2] تفسیر جلالین ص ۳۲۹

ان الذین یجادلون فی آیات اللّٰہ (المومن: ۵۶)

اور دیگر چند آیات بھی پیش کی ہیں اور بات انہوں نے بالکل نظر انداز کر دی ہے کہ یہ بات کہاں کی جارہی ہے؟ اسلامی مملکت میں یا اقتدار مشرکین میں؟ سورۃ انبیاء سورۃ النحل، سورۃ الصافات، سورۃ الانعام، سورۃ المومن سب مکی سورتیں ہیں جن سے یہ آیات لی گئی ہیں ان سے یہ استدلال کرنا کہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلامی نظریات کی تبلیغ کا حق دیا جارہا ہے کسی طرح لائق تسلیم نہیں ہے۔ مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کی راہ کھولنے کے لیے اپیل کنندگان نے یہ آیات بالکل بے محل نقل کی ہیں۔

ایک ضروری بات:

پھر یہ بھی دیکھئے کہ کافروں کو اپنے نظریات پر دلیل پیش کرنے کی دعوت کون دے رہا ہے؟ وہ جو ان کے مغالطے کو پوری طرح سمجھ سکے اور علمی پہلو سے اسے توڑ بھی سکے۔ کوئی عام آدمی ان غیر مسلموں کو دلیل پیش کرنے کے لئے نہیں کہہ رہا کیونکہ اس کے لیے غیر مسلموں کی یہ تبلیغ اچھا خاصا فتنہ بن سکتی ہے۔

کسی کافر یا بد مذہب کو کسی عالم کے سامنے اظہار خیال کا موقع دینا اور اس سے اسکے معتقدات پر دلیل کرنا اور بات ہے اور اسے عامۃ المسلمین میں اپنے خیالات پھیلانے کی صورتیں مہیا کرنا یہ امر دیگر ہے۔ بات کی پیشکش کا تعلق پہلی صورت سے ہے دوسری صورت سے نہیں۔

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین میں خطاب خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن کے سامنے ان میں سے کسی کی کوئی بات نہ چل سکتی تھی۔ سو ان آیات میں عامۃ المسلمین میں خلاف اسلام نظریات کی تبلیغ واشاعت کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔ پھر اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی رو سے کافروں کے پاس جا کر کہیں ان سے انکی حقانیت کی دلیل نہیں مانگی۔ قرآن کریم کا یہ جملہ:

قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

ان غیر مسلموں کو تبلیغ کا موقعہ دینے کے لیے نہیں تھا انکی تجھیل اور تعجیز کے لیے تھا یہ

اسلوب عرب میں اس قسم کے الفاظ دوسروں کے عجز کو نمایاں کرنے اور ان کے بے دلیل چلنے کو بے نقاب کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه ۱؎

جہاں تک تم بدی کو ہاتھ سے روک سکو روکو، زبان سے روکنے کا درجہ دوسرا ہے اب اگر کوئی غیر مسلم گروہ مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کر رہا ہے۔ حکومت مسلمانوں کی ہے اور وہ اسے ایسا کرنے سے بذریعہ قوت نفس بھی روک سکتے ہیں لیکن اگر وہ ایسا نہیں کرتے اگلی اس خلاف اسلام تبلیغ کو صرف تقریروں اور مناظروں سے بے اثر کرتے ہیں تو یہ صورت عمل کیا اس حدیث کے صریح خلاف نہیں؟ یہ صورت عمل یقیناً قرآن و حدیث کے خلاف ہوگی۔

مسیلمہ کذاب نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نبوت کا خط لکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دلائل طلب نہ فرمائے اسے استدلال اور مناظرے کا موقع نہ دیا اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے غیر تشریعی نبوت جاری رہنے کے دلائل نہیں پوچھے نہ اسے تقریر و تحریر کی آزادی دی بلکہ

"**من رأى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه**"

کے تحت ان منکرات کا بزور سلطنت ازالہ کیا۔ بعض آئمہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دعویٰ نبوت کرے اور کوئی شخص اس سے معجزہ طلب کرے (بشرطیکہ یہ طلب تعجیز و تبکیت کے لیے نہ ہو) تحقیق کے لیے ہو تو وہ شخص خود کافر ہو جائیگا۔ یہ طلب دلیل بتلاتی ہے کہ ابھی تک اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر یقین نہ تھا۔ علامہ ابو الشکور السالمی نے کتاب التمہید میں اس کی تصریح کی ہے۔ ۲؎

اسلامی سلطنت میں اگر اس قسم کے لوگ پائے جائیں تو حکم شریعت یہ نہیں کہ انہیں اس قسم کے خلاف اسلام نظریات پھیلانے کی آزادی دی جائے بلکہ اس صورت حال میں سربراہ مملکت

۱؎ مشکوٰۃ مترجم ص ۴۷۸ جلد ۲ ۲؎ زاکی رالملحدین ص ۵۲

اسلامی کے ذمہ ہوگا کہ وہ ایسا آرڈیننس نافذ کرے جسکی رو سے ان منکرات پر پوری پابندی لگ جائے۔ یہ آرڈیننس غیر مسلم اقلیتوں کی اپنے حلقوں میں تعلیم وتبلیغ کی آزادی سے متصادم نہ ہوگا یہ آرڈیننس اسلامی مملکت میں بسنے والی غیر مسلم اقوام کی اپنے حلقوں میں تقریر وتحریر کی آزادی کے خلاف نہیں مسلمانوں کو غیر مسلم ہونے سے بچانے کے لئے افراد امت اور حوزہ امت کی حفاظت کرے۔

اپیل کنندگان نے اپنی اس اپیل میں پچھلی سات آیات کے ساتھ ان آیات کو بھی پیش کیا ہے جن میں مسلمانوں کو غیر مسلموں میں تبلیغ کے آداب کی تعلیم دیگئی ہے۔ مسلمان اپنا حق تبلیغ کس طرح استعمال کریں یہ اس کا بیان ہے غیر مسلموں کو اسلامی سلطنت میں مسلمانوں میں خلاف اسلام باتوں کی تبلیغ کی اجازت نہیں دیجارہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ادفع بالتی ھی احسن السیئة نحن اعلم بما یصفون (المومنون: ۹۶)

وَلا تجادلوا اهل الکتاب الابالتی ھی احسن (العنکبوت: ۴۶)

اُدْعُ الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة (النحل: ۱۲۵)

سورۃ النحل، سورۃ المومنون اور العنکبوت بھی کی سورتیں ہیں ان میں یہ کہیں مذکور نہیں کہ سلطنت اسلامی میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کی آزادی ہونی چاہئے پس یہ آیات کسی صورت بھی صدر پاکستان کے جاری کردہ آرڈیننس کے خلاف نہیں ہیں۔ آیت:

اَوَلَوْ جئتك بشیءٍ مبین (الشعراء: ۳۰)

یہ فرعون کے دربار میں موسیٰ علیہ السلام کا سوال تھا دارالکفر میں یہ ایمان کی ایک صدا تھی اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کرنے کا پورا حق ہے یہ بات اس آیت سے نہیں نکلتی قادیانیوں نے اسے بھی بے محل پیش کیا ہے۔

اپیل کنندگان بے موقع آیات لانے اور ان سے غلط استدلال کرنے میں اس حد تک آگے نکل چکے ہیں کہ مشرکین سے جو سوال آخرت میں پوچھے جائیں گے اور انہیں جواب دینے کا موقع دیا جائیگا کہ وہ جان سکیں کہ انہیں کن اعمال کی سزا دی جانے والی ہے۔ اس سے بھی انہوں نے استدلال کیا ہے۔ وہاں مشرکوں کو جواب دینے کا موقع ملنے سے یہ استدلال کرنا کہ اسلامی

مملکت میں مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کرنے کو روکنا قرآن کی اس آیت کے خلاف ہے نہایت ہی بے محل بات ہے۔ قادیانیوں نے مسلمانوں میں تبلیغ کا حق مانگنے کے لیے یہ آیت پیش کی ہے۔

ونزعنا من کل امۃ شھیدا فقلنا ھاتوا برھانکم فعلموا ان الحق للہ وضل عنھم ما کانوا یفترون۔ (القصص: ۷۵)

"اور نکالیں گے ہم ہر ایک امت سے ایک احوال بتلانے والا پھر کہیں گے ہم لاؤ اپنی سند تب جان لیں گے کہ سچ بات ہے اللہ کی اور کھوئی جائیں گی ان سے جو باتیں وہ جوڑتے تھے۔"

یہ آیت سرے سے اس دنیا کے بارے میں ہی نہیں آخرت کے بارے میں ہے۔ ان لوگوں کو جنھوں نے اللہ پر افترا باندھا مثلاً کہا کہ ان پر وحی اترتی ہے حالانکہ ان پر کوئی وحی نہ آتی تھی محض افترا تھا۔ انہیں جواب دینے کا موقع فراہم کیا جائیگا۔ اس موقع کے فراہم ہونے سے یہ استدلال کریں دنیا میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلام تبلیغ کرنے کی پوری آزادی ہونی چاہیے۔ نہایت ہی بے جوڑ بات ہے اس آیت سے پہلی آیت صاف بتا رہی ہے کہ ھاتوا برھانکم کی یہ بات قیامت کے دن ہوگی فرمایا۔

ویوم ینادیھم فیقول این شرکائی الذین کنتم تزعمون۔ (القصص: ۷۴)

قادیانیوں کی پیش کردہ تیرہ آیات کی یہ تفصیل کر دی گئی ہے کہ ان میں سے ایک آیت بھی موضوع سے تعلق نہیں رکھتی اور کسی ایک آیت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اسلامی سلطنت میں غیر مسلموں کو مسلمانوں میں خلاف اسلام نظریات کی تبلیغ کا حق دیا گیا ہے۔ یہ لوگ اپنے غلط موقف پر آیات پیش کرتے یوں معلوم ہوتے ہیں گویا آیات قرآنی سے کھیل رہے ہوں۔ صدر پاکستان نے اپنے آرڈیننس میں ان پر جو پابندیاں لگائیں ان آیات میں سے کوئی آیت اس آرڈیننس کے خلاف نہیں ہے۔

تحفظ افراد امت کا تقاضا ہے کہ اسلامی سربراہ مملکت اپنے ملک میں مسلمانوں میں کسی قسم

کے خلاف اسلام نظریات پھیلانے کی کسی جتھے یا فرد کو اجازت نہ دے اور تحفظ حوزہ امت کے لیے مسلمانوں کی اعتقادی سرحدوں کی حفاظت کرے۔ ارشاد قرآنی:

قوآ انفسکم واھلیکم نارًا (التحریم: ۲)

کا یہ صریح تقاضا ہے۔ مسلمانوں کے ان دینی حقوق کے اس مختصر جائزہ (وحدت امت کا تحفظ افراد امت کا تحفظ شعائر امت کا تحفظ، اور حوزۂ امت کا تحفظ) کے بعد اب اصل سوال کی طرف رخ کیا جاتا ہے کہ اسلامی مملکت میں قادیانی غیر مسلم اقلیت کو کیا کیا مذہبی حقوق حاصل ہو سکتے ہیں؟

اس سوال کا براہ راست جواب دینے سے پہلے ایک اور مرحلہ محتاج عبور ہے اس سے گزرے بغیر آگے بڑھنا مفید نہ ہوگا۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں لیکن یہ غیر مسلموں کی کونسی قسم ہیں یہ بات پہلے طے ہونی چاہیے۔ غیر مسلم لوگ گو اپنی تمام اقسام کے ساتھ امت واحدہ ہیں تاہم اسلام میں ان اقسام کے دینوی احکام کچھ مختلف بھی ہیں گو آخرت میں سب کا انجام ایک سا ہوگا حشر کے دن مومنوں اور مسلمانوں کے سوا کوئی فلاح نہ پا سکے گا جو اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے صحیح راستے پر ہیں وہی اس دن فلاح پائیں گے۔

اولئک علی ھدی من ربھم فاولئک ھم المفلحون

میں انہی کے فلاح پانے کا بیان ہے۔

کافر سب ایک ملت ہیں:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کیساتھ ایک مقام پر (یہود وصابئین، نصاریٰ، مجوس اور مشرکین) مختلف قسم کے کفار کا ذکر فرمایا ہے اور پھر ان تمام کو (مومنین اور ان جمیع کفار کو) دو فریق قرار دیا ہے۔ (۱) مومن (۲) کافر پہلے یوں ذکر فرمایا:

ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئین والنصاریٰ والمجوس والذین اشرکوا۔ (الحج: ۱۷)

اور کافروں کو ایک ملت قرار دیتے ہوئے مومنوں کے مقابلے میں یوں

ذکر فرمایا۔

ھٰذان خصمان اختصموا فی ربھم (الحج: ۱۹)

یہ دو مدعی ہیں جو اپنے پروردگار کے بارے میں جھگڑ رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کافر سب ایک ملت ہیں "الکفر ملة واحدہ" مگر قرآن وحدیث کی رو سے دنیا میں ان کے احکام مختلف ہیں۔

(۱) دہریہ منکرین خدا (۲) مشرک ہندو

(۳) منکرین نبوت فلاسفہ (۴) اہل کتاب، یہود ونصاری

(۵) مجوس آتش پرست (۶) منافق اعتقادی

(۷) ملحد (۸) مرتد اقراری

(۹) مرتد تاویلی (۱۰) زندیق باطنیہ وغیرہ

پھر ان میں جو مطلق کافر ہیں ان میں کچھ حربی کافر بھی ہوتے ہیں۔ مومنوں کے مقابلہ میں یہ سب ایک ہیں۔

ھوالذی خلقکم فمنکم کافرو منکم مومن (التغابن: ۲)

قرآن کریم میں ملحدین کا ذکر:

آج چونکہ زیر بحث کے موضوع میں کافروں کی دیگر اقسام سے بحث نہیں البتہ ملحدین کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ قادیانی افکار ونظریات اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان الذین یلحدون فی اٰیاتنا لا یخفون علینا افمن یلقی فی النار خیر امن یاتی اٰمنا یوم القیامة اعملوا ماشئتم انه بما تعملون بصیر ٥ ان الذین کفروا بالذکر لما جاء ھم وانه لکتب عزیزہ لایاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمیدہ (حمٓ السجدہ آیت: ۴۰، ۴۱، ۴۲)

• "جو لوگ ہماری آیات میں الحاد (ٹیڑھا پن) سے چلتے ہیں وہ ہم سے

چھپے نہیں رہتے بھلا وہ جو پڑتا ہے آگ میں بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے
دن امن میں ہوگا کئے جاؤ جو چاہو بیشک وہ تمہارے کئے کو دیکھتا ہے۔ جو
لوگ کافر ہو گئے قرآن سے جب وہ آچکا ان کے پاس اور وہ کتاب عزیز
ہے۔ اس میں جھوٹ چل نہیں سکتا نہ سیاق میں نہ سباق میں۔ اتارا ہوا
ہے۔ سب حکمتوں والے کا سب تعریفوں والے کا۔"

ان آیات نے ایک ایسے گروہ کا پتہ دیا۔

(۱) جو آیات قرآنی میں الحاد کی راہ اختیار کریں گے۔

(۲) وہ چھپے چھپے یہ کام کریں گے۔ لیکن ہم سے مخفی نہ رہیں گے۔

(۳) قیامت کے دن انہیں امن حاصل نہ ہوگا وہ آگ والے ہونگے۔

(۴) الحاد کے ساتھ وہ قرآن سے کافر ہو جائیں گے۔ (کھلے طور پر نہ کہیں گے کہ وہ قرآن کو نہیں مانتے)۔

(۵) ان کا کفر الحاد قرآن کا کچھ بگاڑ نہ سکے گا قرآن میں باطل کو کوئی راہ نہ ملے گی۔ (یعنی اللہ تعالیٰ قرآن کی حفاظت کے ایسے اسباب کھڑے کر دینگے جو ان ملحدین کی تاویلات باطلہ کو بالکل کھول کر رکھ دیں گے۔

قرآن وحدیث کا ظاہری انکار کیے بغیر ایسے معنی اختیار کرنا کہ اصل معنی کا انکار ہو جائے زندقہ اور باطنیت کہلاتا ہے۔ پہلے دور میں بھی ایک فرقہ باطنیہ ہو گزرا ہے جو ظواہر نصوص سے کھنچتے تھے۔ اور انہیں کچھ باطنی تاویل مہیا کرتے۔ قادیانیوں کے عقائد و نظریات پر تفصیلی اور تحقیقی نظر کرنے سے قادیانی کافروں کی ہی وہ قسم ٹھہرتے ہیں۔ جنہیں ملحدین، زنادقہ یا جدید باطنیہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

ملحد سے مراد وہ شخص ہے جو حق سے روگردانی کر کے الفاظ شریعت کو ایسے معنی پہنائے جو انکی حقیقی مراد نہ ہوں زندیق بھی وہی ہے جو الفاظ شریعت پر ایمان ظاہر کرے اور ان میں ایسے معانی داخل کرے۔ جس سے اصل کا انکار ہو جائے اور تاویل کا یہ کھیل ضروریات دین سے بھی کھیلا جائے۔

الملحد العادل عن الحق المدخل فیه مالیس منه یقال الحد فی الدین و لحداي حاد اعنه۔ ا

المراد من الا لحاد تغییرها و تبدیل احکامها۔ ۲

الزندیق فی عرفِ الفقهاء من یبطن الکفرِ مصراً علیه ویظهر الایمان تقیةً ونقل عن شرح المقاصد ان الکافران کان مع اعترافه بنبوة النبی ﷺ و اظهاره شرائع الاسلام یبطن عقائد هی الکفر بالاتفاق خص باسم الزندیق۔ ۳

فالمراد بابطان الکفرلیس هو الکتمان من الناس بل المراد ان یعتقد بعض مایخالف عقائد الاسلام مع ادعائه ایاه۔ ۴

ان تصریحات کی روشنی میں فرقہ باطنیہ زنادقہ اور ملحدین کی حقیقت ایک ہی ہے عنوان اور پیرائے ان کے مختلف ہیں لیکن حکم ان سب کا ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ سب کافر ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔

تفسیر الزندقة والحادو الباطنیة وحکمها واحد وهو الکفر۔ ۵

یہ کتاب اکفار الملحدین شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی مصدقہ ہے اور مولانا عثمانیؒ کے اس پر دستخط موجود ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ظل اور بروز کے پردے میں فرقہ باطنیہ کی تشکیل جدید کی ہے۔ کسی عبارت میں دوسرے معنی داخل کرنا تو درکنار اس نے ایک شخصیت میں دوسری شخصیت اتارنے کا جو فلسفہ پیش کیا ہے اس میں کوئی بات بھی اپنی جگہ نہیں رہ جاتی جملہ شرائع اسلام کی بنیادیں ہل جاتی ہیں۔ مثلاً مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت کے تین ظہور بتلائے ہیں۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پہلا ظہور جو مسیح ناصری کی شکل میں ہوا۔

ا لسان العرب ص ۳۸۸ ج ۳ ۲ مجمع البحار ص ۲۳۶ ج ۳

۳ شیخ زادہ بحاشیہ تفسیر بیضاوی ص ۱۳۲ ج ۲

۴ اکفار الملحدین ص ۳ ۵ اکفار الملحدین ص ۱۲

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرا ظہور حضور ﷺ کی شکل میں عرب میں ہوا۔

(۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تیسرا ظہور جو غلام احمد کی شکل میں ہوا۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آخری ظہور جو قہری صورت میں ہوگا۔

مرزا غلام احمد نے اس بار بار ظہور کے لیے بروز اور حلول وغیرہ کے سب الفاظ استعمال کیے ہیں۔ جو باطنیہ کی ایجاد تھے قرآن و حدیث میں یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے یہ خالصۃ غیر اسلامی اور الحادی اصطلاحات ہیں جنہیں کوئی قانونی حیثیت حاصل نہیں اور قرآن و حدیث اور فقہ میں ان کا کوئی وزن نہیں۔

پھر مرزا غلام احمد نے یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور ﷺ کی صورت میں دوسرا ظہور چاہا اور پھر اپنے بارے میں دعویٰ کیا کہ میں حضور ﷺ کا بروز ہوں۔ قرآن و حدیث میں ان باطنی سلسلوں کا کہیں ذکر نہیں یہ بیرونی فکر اسلام میں داخل کی گئی ہے۔ اس بیان کی تائید میں مرزا غلام احمد کی یہ تحریرات گزارش کی جاتی ہیں۔

> (۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی خو طبیعت اور دلی مشابہت کے لحاظ سے قریباً اڑھائی ہزار برس اپنی وفات کے بعد پھر عبداللہ پسر عبد المطلب کے گھر میں جنم لیا اور محمد کے نام سے پکارا گیا (ﷺ)۔ [1]
>
> (۲) حضرت مسیح علیہ السلام کو دو مرتبہ یہ موقعہ پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا اول جب ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گزر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کذاب تھا۔۔۔ تب باعلام الٰہی مسیح کی روحانیت جوش میں آئی اور اس نے ان تمام الزاموں سے اپنی براءت چاہی اور خدا تعالیٰ سے اپنا قائم مقام چاہا تب ہمارے نبی ﷺ مبعوث ہوئے۔۔۔ مسیح ناصری کی روحانیت کا یہ پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے نبی خاتم الانبیاء ﷺ کے

---

[1] حاشیہ تریاق القلوب ص ۳۲۹ روحانی خزائن ص ۴۷۷ ج ۱۵

ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔ فالحمد للہ پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی ۔۔۔ اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا۔ وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا۔۔۔ یہ وہ دقیق معرفت ہے جو کشف کے ذریعہ اس عاجز پر کھلی ہے۔۔۔ تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آکر جلدی طور پر اپنا نزول چاہے گی تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہوکر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دیجائیگی اس سے معلوم ہوا کہ مسیح کی امت کی نالائق کرتوتوں کی وجہ سے مسیح کی روحانیت کے لیے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔[1]

مرزا غلام احمد نے اپنے میں صرف حضرت عیسیٰ کے نزول کا دعویٰ ہی نہیں کیا اپنے آپکو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دوسرا بروز بتلایا مرزا غلام احمد نے لکھا۔

وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اسلئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے۔ [2]

اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ [3]

مرزا غلام احمد کے پیرو قادیانی گروپ ہو یا لاہوری مرزا غلام احمد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی بروز سمجھتے ہیں اور آپ نے جو عرب میں ظہور کیا وہ اس سے اس قادیانی ظہور کو زیادہ کامل جانتے ہیں۔ مرزا صاحب کی زندگی میں البدر ۱۹۰۶ء میں انکے حق میں یہ اشعار شائع ہوئے

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

---

[1] آئینہ کمالات اسلام ص ۳۴۱ تا ۳۴۲ روحانی خزائن ص ۳۴۱ تا ۳۴۲ ج ۵

[2] ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۱ روحانی خزائن ص ۲۱۵ ج ۱۸

[3] ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۲ روحانی خزائن ص ۲۱۶ ج ۱۸

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قادیانی تحریک باطنیہ کے خلاف اسلام حلول و بروز کے تصورات پر مبنی ہے اگر اسے قانونی شکل نہ دی جاتی تو اسکی بعض صوفیوں کی واردات کے انداز میں تاویل کی جاتی لیکن مرزا صاحب نے اپنے تصورات میں نہ صرف ایک نئی امت کی تشکیل کی بلکہ خدا تک کو اپنے اندر اترا بتایا اپنے زمین و آسمان نئے بنائے اور اس الحادی راہ سے ایک پورے کا پورا مذہب بنا ڈالا۔

مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

وجدت قدرته وقوته تفور في نفسي والوهيته تتموج في روحي وضربت حول قلبي سرادقات الحضرة . دخل ربي علي وجودي وكان كل غضبي وحلمي وحلوي ومري وحركتي وسكوني له منه صرت من نفسي كالخالين وبينما انا في هذه الحالة كنت اقول انا نريد نظامًا جديدًا سماءً جديدةً وارضًا جديدةً فخلقت السموات والارض ...[1]

''اور میں نے دیکھا اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اسکی الوہیت مجھ میں موجزن ہے حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے۔ خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور تلخی اور شیرینی اور حرکت و سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا۔''

مرزا غلام احمد نے ظل و بروز اور تجلی و حلول کے انہی سایوں میں اپنے مذہب کا ایک پورا نظام جدید ترتیب دیا پرانے باطنیہ کی طرح نئے ملاحدہ میدان میں آئے اور انہوں نے

[1] آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴، ۵۶۵ روحانی خزائن ص ۵۶۴، ۵۶۵ جلد ۵

ضروریات دین میں وہ تاویلیں کیں جن سے انکے اصل اسلامی معنی کا انکار ہو گیا۔ یہ لوگ بایں طور کہ عنوان اسلام کا کھلا انکار نہیں کرتے لیکن بعض ضروریات دین کو جدید معنی پہناتے ہیں اور انکے اصل معنی کا انکار کرتے ہیں۔ مسلمانوں سے نکل گئے قادیانیوں کے مسلمانوں سے جملہ اختلافات سب اسی الحاد کے سایہ میں مرتب ہوئے ہیں اور اسی لیے جمیع اہل اسلام انہیں اپنے سے جدا ایک علیحدہ امت سمجھتے ہیں۔ اور یہ بھی اپنے آپ مسلمانوں سے ہر بات میں علیحدہ جانتے ہیں مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کہا تھا۔

> ''یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند اور مسائل میں ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات رسول کریم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایک ایک چیز میں۔ ہمیں ان سے اختلاف ہے۔''[۱]

ملحد زنادق کا وجود کھلے کافروں اور دیگر اہل ذمہ سے زیادہ خطرناک ہے انکے الحاد کا تختہ مشق قرآن وحدیث ہوتے ہیں۔ انہیں احسان اور مروت کے طور پر اگر کچھ حقوق دیے جائیں تو انکی تعیین میں دو باتیں الاهم فالاهم کے طور پر ملحوظ رکھنی ہونگی۔

(۱) قرآن وحدیث کو ان کا تختہ مشق بننے سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

(۲) مسلمانوں کو انکے عقائد ونظریات کے زیر اثر آنے سے کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

(۳) بیرون ملک دشمن اسلام طاقتوں سے انکی دوستی کو کیسے روکا جا سکتا ہے اور اسکے خطرناک نتائج سے ملک کو کیسے بچایا جا سکتا ہے۔

ان تین مشکلات پر قابو پانے کے بعد انکے دنیوی اور مذہبی حقوق طے کیے جا سکتے ہیں اور اگر یہ مسلمانوں کی عائد کردہ شرطوں کو تسلیم کر لیں تو مسلمان انہیں انکے جان ومال کی حفاظت کا ذمہ دے سکتے ہیں اس صورت میں انکے جان ومال کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔ بایں ہمہ یہ اہل ذمہ کے سے پورے حقوق نہ پا سکیں گے دوسرے اہل ذمہ اپنے مذہبی معاملات میں

---

[۱] روزنامہ الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۰ء

مسلمانوں کے ساتھ کسی مقام اشتباہ میں نہیں۔ نہ وہ اپنی تبلیغ و اشاعت میں قرآن و حدیث پر کوئی ملحدانہ مشق کرتے ہیں۔ لیکن قادیانی الحاد کی ضرب براہ راست مسلم معتقدات پر آتی ہے۔ اس لئے ان میں اور عام اہل ذمہ میں فرق کرنا ضروری ہے۔

اسلام میں ملحد کی سزا:

اسلامی سوسائٹی میں زندیق اور ملحد کا وجود نا قابل برداشت ہے۔ مسلمانوں کیلئے زندقہ کا وجود ایک مستقل خطرہ اور مسلمانوں کے دین و ایمان پر ایک ہمیشہ کیلئے لٹکنے والی تلوار ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلمان ایسے مشتبہ ماحول میں ہمیشہ کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ حضرت علیؓ کی خدمت میں کچھ زندیق لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان پر سزائے موت کا حکم دیا اور انہیں آگ میں ڈلوایا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے اس طریق سزا سے اختلاف فرمایا۔ [1]

قادیانیوں کو اگر اہل ذمہ کے سے حقوق دیئے جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سلطنت اسلامی عقیدہ ختم نبوت کی بھی حفاظت کرے اور یہ اس پر فرض ہے اور اسکے ساتھ ساتھ وہ عقیدہ انکار ختم نبوت کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے اور یہ کھلا تعارض ہے۔ ہاں اگر انکار ختم نبوت کا عقیدہ ان کے اپنے دائرہ کار تک محدود رہے اور اس کے عام ہونے کے جملہ احتمالات و مواقع سب بند کر دیئے جائیں تو پھر اس میں تعارض نہیں رہتا۔ سربراہ مملکت اسلامی کے اس آرڈیننس کے باوجود اگر یہ لوگ اپنی الحادی تبلیغ مسلمانوں میں جاری رکھیں اور قرآن و حدیث انکے فاسد نظریات کا برابر تختۂ مشق بنے رہیں تو پھر یہ حربی کافر قرار پائیں گے اور انہیں انکے غلط نظریات کی حفاظت کا ذمہ نہ دیا جائیگا۔ قرآن کریم میں حربی کافروں کی سزا یہاں دی گئی ہے۔

انما جزاء الذین یحاربون اللّٰہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا اویصلبوا اوتقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف اوینفوا من الارض۔ (پ ۶/ المائدہ: ۳۳)

”بیشک ان لوگوں کی سزا جولڑائی کرتے ہیں اللہ اور اسکے رسول سے اور

---

[1] مشکوٰۃ ج۱ ص ۳۰۷ عن البخاری

دین میں فساد پھیلانے کی سعی کرتے ہیں یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا سولی چڑھایا جائے ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں اس (اسلامی) زمین سے جلاوطن کر دیا جائے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت کفار و مرتدین کے بارے میں ہے مگر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں۔

ذهب جمهور الفقهاء الىٰ انها نزلت فيمن خرج من المسلمين يسعى فى الارض فسادا ويقطع الطريق وهوقول مالك و الشافعي والكوفيين عن اسماعيل القاضي ان ظاهر القرآن وما مضى عليه عمل المسلمين يدل على ان الحدود المذكوره في هذه الآية نزلت في المسلمين۔ [1]

جمہور فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مسلمانوں میں سے نکلے اور مسلمانوں میں فساد پھیلانے اور راہ کاٹنے کیلئے خروج کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور اہل کوفہ کی بھی یہی رائے ہے۔

اسمٰعیل قاضی کہتے ہیں کہ ظاہر قرآن اور جس پر مسلمانوں کا تعامل رہا یہی ہے کہ یہ آیت مسلمانوں کے بارے میں ہی اتری ہے۔

خدائی احکام سے براہ راست ٹکر لینے کو قرآن کریم نے پارہ ۳ البقرہ آیت ۲۷۹ میں فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ کے الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں صرف میدانی بغاوت مراد نہیں عقائد کی معانی بغاوت بھی اس میں شامل ہے۔ مبانی میں فساد پھیلانے والوں اور معانی میں فساد کرنے والوں ہر دو طبقوں کو یہ آیت شامل ہوگی۔

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ آیت کا جو شان نزول احادیث

---

[1] فتح الباری ص ۹۱ ج ۱۲

صحیحہ میں بیان ہوا ہے وہ بھی اسکو مقتضی ہے کہ الفاظ کو عام رکھا جائے اللہ اور اسکے رسول سے جنگ کرنا زمین میں فساد اور بد امنی پھیلانا یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے وارتداد کا فتنہ رہزنی اور ڈکیتی ناحق قتل مجرمانہ سازشیں مغویانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جسکا ارتکاب کرنے والا چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ہوتا ہے۔ ل

اور حکومت پاکستان کے جاری کردہ اس آرڈیننس کے باوجود جو قادیانی اپنے خلاف اسلامی نظریات وعقائد کی کھلی تبلیغ سے نہ رکیں اور مسلمانوں میں ان خلاف اسلام نظریات کا برابر پرچار کرتے رہیں۔ وہ حربی کافر ہیں اور جو ایسا نہ کریں اپنے نظریات وعقائد کو اپنے تک محدود رکھیں وہ ملحدین اور زنادقہ ہیں اور حکم دونوں کا ایک نہیں جو ملحدین اپنے نظریات اپنے تک محدود رکھیں انہیں احسان اور مروت کے طور پر کچھ حقوق دیئے جا سکتے ہیں۔

زندیق اور مرتد میں فرق:

جس زندیق اور ملحد پر پہلے ایسا وقت گزرا ہو جب وہ مسلمان تھا اور اسکے بعد وہ اسلام کے ان عقائد سے پھرا اور زندقہ والحاد کا مرتکب ہوا تاہم اس نے اسلام کا کھلا انکار نہیں کیا کفر وتاویل کی راہ سے وہ حدود اسلام سے نکلا ایسا شخص زندیق بھی ہے اور مرتد بھی۔ اگر اس پر دور اسلام کچھ بھی نہیں گزرا وہ زندیق ہوگا مرتد نہیں اور اگر نابالغ ہو تو وہ والدین کے مذہب پر انکے حکم میں آئے گا۔

زندیق اور ملحد کا حکم:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں تو ملحد وزندیق اس درجہ مجرم ہے کہ اگر وہ پکڑا گیا اور پھر وہ توبہ کرنے لگا تو اس کی توبہ قبول نہ کی جائیگی۔ حضرت امام فرماتے ہیں:

اقتلو الزندیق سرا فان توبتہ لا تصرف۔ ۲

ل حاشیہ ترجمہ شیخ الہند ص ۱۴۶

۲ احکام القرآن لابی بکر الجصاص ص ۵۱ ج ۱

زندیق اور مرتد کا حکم شرعاً ایک ہے جو لوگ پہلے مسلمان تھے اور پھر قادیانی ہو گئے تو وہ مرتد بھی ہیں اور زندیق بھی اور جو لوگ ان زنادقہ وملحدین کے ہاں پیدا ہوئے یا وہ پہلے ہندو یا عیسائی تھے۔ اس کا اعتبار نہ کیا جائے وہ قطعاً اہل قبلہ میں نہیں رہتے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

من انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد بطل قول لا الہ الا اللّٰہ۔ ل

"جس نے شرائع اسلام میں سے کسی ایک چیز کا بھی انکار کیا اُسے اپنے کلمہ گو ہونے کو باطل کر لیا"

قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا:

قادیانی جب شرعاً زندیق اور مرتد ٹھہرے اور اسلام مرتد اور زندیق کے وجود کو برداشت نہیں کرتا تو سوال یہ ہے کہ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیکر انہیں جان ومال کی حفاظت کا ذمہ دینا شرعاً کیسے جائز اور درست ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ اصل تو یہ لوگ واقعی مرتد اور زندیق ہیں لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہو گئے جو محض انگریزی مروت کے زیر سایہ ان میں ملے اور وہ اسلام کے متواتر تقاضوں سے ناواقف یا غافل تھے پھر انگریزی اقتدار کے زیر سایہ ان کی تعداد اور بڑھتی گئی۔ اب انہیں اسلامی مروت واحسان کے تحت ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر اگر برداشت کر لیا جائے تو ہو سکتا ہے انہیں پھر سے اسلام اور قادیانیت کا مطالعہ کرنے کا موقع ملے۔ اور کچھ لوگ ان میں سے پھر صف اسلام میں لوٹ آئیں۔ مسلم سربراہ یا مسلمانوں کی قومی اسمبلی اس تالیف قلب پر اگر انہیں سزائے موت نہ دے اور کچھ وقت کے لئے ان کو موقع دے کر وہ پھر سے اسلام یا قادیانیت میں سے کسی ایک کا اپنے لئے انتخاب کر لیں تو اس عبوری دور میں ان پر حکم زندیق جاری نہ کرنا اسکی بھی اسلام میں گنجائش ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے خوارج کو اس بات کا ملزم ٹھہراتے ہوئے کہ وہ متواتر اسلام سے نکل گئے ہیں صحیح بخاری میں اس پر یہ باب باندھا ہے۔

ل شرح سیر کبیر ص ۲۶۵ ج ۳

قتل من ابیٰ قبول الفرائض وَمَا نُسِبوا الی الردة

میں اس بات کا بیان ہے کہ جو شخص فرائض اسلام میں سے کسی کا انکار کر دے اس پر قتل کا حکم دیا جائے اس کے ایک باب کے بعد یہ باب باندھا ہے۔

باب قتل الخوارج والملحدین بعد اقامة الحجة علیهم

اور پھر اس ایک باب بعد یہ باب باندھا ہے۔

باب من ترک قتال الخوارج للتالف وان لا ینفر الناس عنه

حافظ ابن حجر عسقلانی اس کے تحت لکھتے ہیں:

قال المهلب التالف انما کان فی اول الاسلام اذا کانت الحاجة ماسة الیه لدفع مضر تهم فاما الیوم فقد اعلی الله الاسلام فلا یجب التالف الا ان ینزل بالناس جمیعهم حاجة لذالک فلا مام الوقت ذلک۔[1]

بعض علماء نے اس ترک قتال کو منفرد سے خاص کیا ہے اور لکھا ہے:

والجمیع اذا اظهروا رایهم ونصبوا للناس القتال وجب قتالهم وانما ترک النبی ﷺ قتل المذکور لانه لم یکن اظهر ما یستدل به علی ماوراه فلو قتل من ظاهره الصلاح عند الناس قبل استحکام امر الاسلام ورسوخه فی القلوب لنفرهم عن الدخول فی الاسلام واما بعده فلا یجوز ترک قتالهم۔

''اور وہ جب گروہ کی صورت میں ایک رائے دیں اور لوگوں کے خلاف بر سر پیکار ہوں تو ان سے قتال واجب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے قتل نہ کیا تو یہ اسلئے تھا کہ جو لوگ اسکے پیچھے تھے ان کے سامنے بات ظاہر نہ ہو سکتی تھی کہ وہ کس لئے مارا گیا۔ اگر کوئی ایسا شخص استحکام اسلام اور اسلام کے دلوں میں راسخ ہونے سے پہلے مارا جائے کہ

[1] فتح الباری جلد ۱۲ ص ۲۸۹

اس کا ظاہر لوگوں کے ہاں اچھا ہو تو یہ بات ان لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روک بنے گی۔ لیکن ان حالات کے بدلنے کے بعد ان کا ترک قتال بشرطیکہ اسکی طاقت ہو جائز نہیں اگر وہ اپنے عقائد کا کھلا اقرار کرتے ہوں جماعت مسلمین کو چھوڑ دیا ہو اور آئمہ کرام کی مخالفت کر رہے ہوں۔"

اس کے بعد علامہ عینی لکھتے ہیں:

قلت وليس في الترجمة ما يخالف ذلك الا انه شار الىٰ انه لو اتفقت حالة مثل حالة المذكور فاعتقدت فرقة مذهب الخوارج مثلاً ولم ينصبوا حرباً انه يجوز للامام الاعراض عنهم اذا ارى المصلحة في ذلك۔[1]

"میں کہتا ہوں امام بخاری کے ترجمۃ الباب میں کوئی ایسی بات نہیں جو اسکے خلاف ہو۔ ہاں ایک اشارہ یہ ہے اگر کوئی ایسی حالت اتفاقاً پیش آجائے جو ان حالات سے ملتی جلتی ہو اور ایک طبقہ خوارج جیسے عقائد اختیار کرلے اور مسلمانوں سے نہ لڑے تو ان سے امام وقت کو اگر انمیں وہ مصلحت دیکھے نرمی کرنا اور درگزر کرنا جائز ہوگا۔ ان مصالح کے پیش نظر پاکستان کی قومی اسمبلی یا سربراہ مملکت اسلامی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ تالیف قلب کے طور پر ترک قتال کی پالیسی کو اپنائیں اور انہیں زندگی کا حق دیں اور انہیں اقلیت تسلیم کرلیں۔ لیکن یہ رعایت انکے ساتھ اسی حد تک برتی جا سکتی ہے کہ وہ جارحیت نہ کریں مسلمانوں میں اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ نہ کریں۔ مسلمانوں کے شعائر اسلام میں دخل نہ دیں اور اپنی مذہبی آزادی کو اپنے گھروں اور اپنے قوموں تک محدود رکھیں جب تک وہ ان

---

[1] عمدۃ القاری بشرح صحیح البخاری جلد ۱۵ ص ۳۳۵

باتوں کی پابندی نہ کریں مسلمانوں پر انکے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری نہ ہو ہوگی۔"

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قادیانی (لاہوری گروہ ہو یا قادیانی) زنادقہ وملحدین ہیں مگر مسلمانوں کو پھر بھی حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ احسان ومروت برتتے ہوئے ان پر انکی اصل سزا نافذ نہ کریں اور دیگر دینی اور ملکی مصالح کے پیش نظر انہیں عبوری طور پر غیر مسلم اقلیت کے حقوق دیں بشرطیکہ اس اجازت سے نہ کتاب وسنت کی عظمت پامال ہو اور نہ مسلمانوں کے شعائر افراد کو کسی قسم کا کوئی نقصان پہنچے اگر یہ مسلمانوں کو اپنے عقائد پر لانے میں برابر کوشاں رہیں اور اس کا کھلا اظہار کریں تو پھر کافر حربی کے حکم میں ہی ہوں گے اور اس صورت میں یہ کسی رعایت کے مستحق نہیں۔

الراقم:

(مولانا) منظور احمد چنیوٹی عفاء اللہ عنہ

نظر ثانی

(علامہ ڈاکٹر) خالد محمود عفاء اللہ عنہ

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

☆☆☆

جھنگ عدالت میں
تحریری بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذاتی تعارف

بندہ ناچیز خادم ختم نبوت منظور احمد چنیوٹی ولد حاجی احمد بخش قوم راجپوت ساکن چنیوٹ، عمر تقریباً سنتالیس ۴۷ سال، ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ کا مؤسس اور ناظم عمومی، جامعہ عربیہ چنیوٹ کا پرنسپل، جمعیت علماء اسلام پاکستان پنجاب کا سیکرٹری اور شوریٰ کا رکن ہے۔ ۷۷ء مارچ اور اکتوبر کے ہر دو انتخابات میں پاکستان قومی اتحاد کی طرف سے حلقہ چنیوٹ کے لئے نامزد نمائندہ ہے۔ شہر چنیوٹ کی جامع مسجد کا خطیب ہے۔ علماء اسلام کا ایک ادنیٰ خادم اور مبلغ ہونے کی حیثیت سے ملک اور بیرون ملک تبلیغی خدمات سرانجام دیتا رہتا ہے۔

قادیانیوں سے مخالفت کیوں؟

قادیانیوں کے عالمی مرکز ''ربوہ'' اور میرے شہر چنیوٹ کے درمیان صرف دریائے چناب حائل اور حد فاصل ہے۔ بندہ ان کا اقرب ترین پڑوسی ہے۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے تمام متبعین کو قرآن وحدیث اور آئین پاکستان کی روشنی میں نہ صرف کافر، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج یقین کرتا ہوں بلکہ ملت اسلامیہ کے خلاف انگریز اور یہود کی ایک خطرناک سازش سمجھتا ہوں۔ میں انکی سرگرمیوں کو جس طرح اسلام کے خلاف ایک کھلی بغاوت قرار دیتا ہوں اسی طرح علی وجہ البصیرت دلائل کی روشنی میں انہیں پاکستان کا بھی وفادار نہیں سمجھتا۔ ان کی تمام تر ہمدردیاں اس ملک کے ساتھ ہیں جہاں پر ان کا روحانی مرکز ''قادیان'' ہے۔ جسے وہ مکہ مکرمہ کی طرح دارالامان قرار دیتے ہیں۔ اور جہاں ان کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی جو ان کا پیشوا، نبی اور رسول بلکہ وہ اپنے دعویٰ کے مطابق تمام انبیاء سے افضل مدفون ہے۔ جس کے متعلق انکے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود کی وصیت اب بھی انکی قبر کی تختی پر لکھی ہوئی ہے کہ جب بھی آپ کو موقع ملے تو ہماری نعشیں ''بہشتی مقبرہ'' قادیان، ہندوستان میں لے جا کر دفن کریں۔ اسی طرح میں ان کو موجودہ حکومت کا بھی خیرخواہ نہیں سمجھتا بلکہ ان کی تمام تر ہمدردیاں سابقہ بدنام

حکومت اور اس کے سربراہ کے ساتھ ہیں اور وہ تمام تخریبی سرگرمیوں میں شریک ہیں اور تخریب کاروں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔

میں اپنا ملی اور مذہبی فرض سمجھتا ہوں کہ انکی خلاف اسلام سرگرمیوں، مسلم ممالک اور خصوصاً پاکستان کے خلاف انکی ریشہ دوانیوں اور سازشوں سے ملت اسلامیہ کو خبردار کرتے ہوئے ان کا نوٹس لوں۔ ورنہ تو میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے عائد شدہ ذمہ داریوں میں کوتاہی کرنے والا اور مجرم ٹھہرتا ہوں۔ جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق گونگا شیطان اور آگ کی لگام کا مستحق ٹھہرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔

مرزائیت کی میرے سے دشمنی کا پس منظر:

میں ان کا قریب ترین پڑوسی ہونے کی وجہ سے چونکہ واقف راز ہوں اسلئے میری ذمہ داری دوسروں کی نسبت اور زیادہ ہے۔ اور ربع صدی سے زائد عرصہ مجھے اس خدمت میں گزر چکا ہے۔ میں نے انکے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ۱۹۵۸ء میں حق و باطل کے فیصلے کے لئے قرآنی طریق کے مطابق مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ تاریخ اور مقام کا تعین ہونے کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مقام موعود پر وقت مقررہ پر پہنچ گیا۔ لیکن ان کے خلیفہ یا اس کے کسی پیروکار کو مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے مسلمانوں کو عظیم الشان فتح نصیب فرمائی اور ان کو شکست و ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان اس روز سے اس خادم کو فاتح ربوہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ میں ان کے جواب میں وقتاً فوقتاً پمفلٹ اور اشتہار بھی شائع کرتا رہتا ہوں۔ جن میں سے چند ایک پیش خدمت ہیں۔

الحمد للہ! مجھے اس بات کا بھی فخر حاصل ہے کہ میں نے سعودی حکومت کو ان کی خلاف اسلام سرگرمیوں سے آگاہ کر کے سعودی مملکت میں نہ صرف ان کا داخلہ ہمیشہ کے لئے بند کرا دیا بلکہ سینکڑوں قادیانیوں کو جو وہاں پر ملازمت کرتے تھے یا حج کے نام پر جاتے تھے گرفتار کروایا اور وہاں سے باہر نکلوایا۔ قادیانیوں کے متعلق میری ان کوششوں کا اعتراف کرتے ہوئے سعودی

حکومت نے متعدد شکریے کے خطوط مجھے بھیجے۔

اسی طرح میں نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ اور سعودی حکومت کے ادارہ دارالافتاء اور دعوت وارشاد کے تعاون سے ۱۹۷۶ء میں افریقی ممالک جہاں پر قادیانیوں کے ارتدادی مراکز موجود ہیں۔ جن کا ان کے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد نے ۱۹۷۰ء میں دورہ کیا تھا۔ میں نے وہاں رابطہ عالم اسلامی اور حکومت پاکستان کی قرارداد اقلیت کی روشنی میں ان کے عقائد کفریہ کی ان کی کتابوں سے وضاحت کرتے ہوئے انکی اسلام دشمن سرگرمیوں سے وہاں کے باشندوں کو آگاہ کیا۔

میرے اس پس منظر میں قادیانی مجھے اپنے نمبر اوّل کے دشمنوں میں شمار کرتے ہیں۔ اور میرے خلاف مختلف سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ پچھلی حکومتوں کے دور میں مجھے جھوٹے مقدمات میں ملوث کرتے رہتے تھے۔ ہر دور میں مجھ پر درجنوں جھوٹے مقدمات رہے لیکن میں ہر مقدمہ میں الحمدللہ بری ہوتا رہا۔

یحیٰی خان کے مارشل لاء کے دور میں بھی میرے خلاف ایک مقدمہ قائم ہوا تھا۔ جس میں ساہیوال کی سمری کورٹ کے ایک مجسٹریٹ اسلم ورک جو کہ قادیانی تھا۔ مرزا قادیانی کو میرے کافر کہنے پر ایک سال کی سزا دی تھی۔ جسے میں نے بخوشی قبول کیا تھا لیکن اپیل میں میری سزا ختم کردی گئی تھی۔

مقام تعجب:

اب جبکہ قادیانیوں کو باقاعدہ دستور میں غیر مسلم اور کافر قرار دے دیا گیا ہے۔ اور پوری دنیا کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے۔ اور میرے خلاف استغاثہ کے گواہان کا بھی یہی عقیدہ ہے جس کا وہ عدالت میں جناب کے سامنے اعتراف کر چکے ہیں۔ تو اب میرا قادیانیوں کو کافر یا بے ایمان کہنے کو جرم قرار دے کر میرے خلاف مقدمہ کا اندراج میرے لئے سخت حیرت اور افسوس کا باعث ہوا ہے۔ مجھے یہ کسی افسر کی ذاتی دشمنی یا اس کی سازش معلوم ہوتی ہے جو موجودہ عبوری حکومت کو بدنام اور ناکام کرنے کی ناپاک سازش میں شریک ہے۔

میری مذہبی ذمہ داری:

پاکستان کے موجودہ دستور کے مطابق ہر فرقہ کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔حتی کہ پاکستان کے سرکاری مذہب "اسلام" کے خلاف عیسائی اور قادیانی کھل کر اپنی تبلیغ کر رہے ہیں۔قادیانی آئے دن اپنی کتابیں، پمفلٹ، اشتہارات شائع کر کے مسلسل اشتعال انگیزی کر رہے ہیں۔ قادیانی میرے پاس بھی اپنے اخبارات ورسائل اور خطوط بھیجتے رہتے ہیں۔اور جن مسلمانوں کو وہ اپنا لٹریچر دیتے ہیں یا ان پر سوالات کرتے ہیں وہ بھی میرے پاس آتے ہیں۔ جمعہ کے موقعہ پر قادیانیوں کے متعلق مختلف سوالات پر مشتمل رقعے بھیجے جاتے ہیں۔میرا مذہبی فرض ہے کہ میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کا جواب دوں۔ ان کے غلط حوالوں اور جھوٹے الزامات کی تردید کروں۔ انکے پیدا کردہ شکوک وشبہات کا ازالہ کروں اور قرآن وحدیث کے مطابق اپنے صحیح عقائد ونظریات کی ترویج واشاعت کروں۔

الزامات کی حقیقت:

مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۷۸ء کو جمعہ کی تقریر پر زیر سماعت مقدمہ، زیر دفعہ مارشل لاء ریگولیشن ۱۸/۳۳ قائم کیا گیا ہے۔میری یہ تقریر مارشل لاء کے اس ضابطہ میں ہرگز نہیں آتی میرے خلاف دو الزامات عائد کیے گئے ہیں۔

۱) قادیانیوں کے خلاف نفرت پیدا کرنا۔

۲) سیاسی سرگرمیوں میں مداخلت۔

جہاں تک سیاسی سرگرمیوں میں مداخلت کا تعلق ہے میری پوری تقریر میں کوئی سیاسی بات نہیں ہے۔ بچوں کے قاتلوں کو پھانسی دینے پر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو پوری دنیا نے مبارک باد دی ہے۔ لیڈروں کے بیانات آئے ہیں۔ اخبارات نے اداریے لکھے ہیں۔ میں نے بھی اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتے ہوئے مبارک باد پیش کی ہے۔ یہ کوئی سیاسی بات نہیں ہے۔ اسی طرح جنرل ضیاء صاحب سے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کی امید اور قوم کا مطالبہ بھی کوئی سیاسی بات نہیں ہے۔ وہ خود بھی ہر تقریر میں اس کا اعلان کرتے ہیں اور قوم بھی یہی چاہتی

ہے۔ اور یہ خاص مذہبی اور دینی بات ہے۔ اب رہا قادیانیوں کے خلاف نفرت پیدا کرنا۔ اس سلسلہ میں میری طرف جو جملے منسوب کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

مرزا غلام احمد چور ہے۔

بے ایمان۔۔۔۔ہے ۔۔۔۔ جھوٹا۔۔۔۔۔۔۔۔ہے ۔۔۔۔ کاذب۔۔۔۔۔۔ہے

میں نے اپنی ٹیپ ریکارڈ تقریر جو اس وقت بھی میرے پاس موجود ہے۔ دو مرتبہ سنی ہے۔ اس میں "مرزا غلام چور ہے" کے الفاظ قطعاً نہیں ہیں۔ میں پورے زور سے اس کی تردید کرتا ہوں۔ یہ الفاظ میری طرف غلط منسوب کئے گئے ہیں۔ یا ڈائری نویس نے میرے مضمون سے اپنے خیال کے مطابق اخذ کئے ہیں۔ میں نے یہ الفاظ ہرگز نہیں کہے۔

مرزا صاحب کی شخصیت:

اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لئے جائیں تو چوری صرف مال کی چوری ہی نہیں ہوتی۔ عبارات اور مضامین کی بھی چوری ہوتی ہے۔ القابات کی بھی چوری ہوتی ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں اس قسم کے کئی سرقے موجود ہیں۔ چنانچہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم نے اپنی کتاب سیف چشتیائی کے صفحہ ۳،۷۵،۸۰،۸۱ پر کئی ایک مثالیں پیش کی ہیں۔ اسی طرح مرزائی مولوی دوست محمد شاہد کا تازہ شائع شدہ رسالہ "کتاب اللہ کا فیصلہ" کے صفحے ۳ میں تحریر کرتا ہے۔

براہین احمدیہ اس شان کی کتاب ہے کہ مخالفین احمدیت اسکے مضامین سے استفادہ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ اس کے الفاظ تک کا سرقہ کرتے رہتے ہیں۔

اسی طرح مرزا قادیانی نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو اپنی کتاب "نزول مسیح" صفحہ ۶۷ پر سرقہ کا الزام دیا ہے۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں ہر قسم کے سرقہ (چوری) کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اسی طرح سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۴۴ میں ایک واقعہ درج ہے۔ کہ مرزا صاحب بچپن میں بغیر کسی کے پوچھے کے (چوری) ایک برتن سے اپنی جیبوں میں چینی سمجھ کر نمک بھر لیا۔ اور راستہ میں ایک مٹھی منہ میں ڈال لی۔ تب پتہ چلا کہ وہ چینی نہ تھی بلکہ پسا ہوا نمک تھا۔

کافر کا کفر واضح کرنا جرم نہیں ہے:

دوسرے جملے جو میری طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ وہ میرے خلاف استغاثہ کے گواہوں نے بھی تسلیم کیئے ہیں۔ کہ وہ کس سیاق وسباق کے ساتھ قرآن وحدیث اور مرزا قادیانی کی کتابوں کی روشنی میں کہے گئے ہیں۔ اگر ان کو سیاق وسباق کے ساتھ دیکھا جائے تو واضح ہو جائیگا کہ یہ الفاظ اپنے حقائق پر مبنی ہیں اور اظہار واقعہ کے طور پر ہیں۔ اسے سب وشتم اور گالی نہیں کہا جاتا جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۸ پر اسکی وضاحت کردی ہے۔

کافر ۔۔۔۔کو ۔۔۔۔کافر کہنا

جھوٹے ۔۔۔۔کو ۔۔۔۔جھوٹا کہنا

یا چور کو ۔۔۔۔چور ۔۔۔۔کہنا

نہ یہ گالی ہیں اور نہ ہی جرم ہے۔

قرآن کریم نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے۔ کہ کافروں کو کافر کہو۔ فرمایا:

قُل یاایّها الکافرُون

کہہ دو اے کافرو

دراصل میں متواتر کئی جمعوں سے سورۃ فتح پارہ ۲۶ کی آیت

ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ

پر تقریر کر رہا ہوں۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ یہ آیت میرے اوپر نازل ہوئی ہے اور اس میں صاف طور پر مجھے رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی یہ وحی

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

اس میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے۔ رسول بھی۔ دیکھو مرزا قادیانی کی کتاب "ایک غلطی کا ازالہ" صفحہ نمبر ۳۴، ۳۵ مطبوعہ اپریل ۱۹۷۸ء میں وضاحت کرتا ہے۔ کہ اس کا مصداق مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

میں نے بتایا کہ یہ قرآن مجید کی ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے۔ جس میں دین اسلام کے غلبہ کا وعدہ دیا گیا ہے۔

غلبہ کی اقسام:

دو طرح کا غلبہ تو حاصل ہو چکا ہے۔ ایک غلبہ دلائل کے اعتبار سے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حاصل ہو چکا ہے اور دوسرا حکومت اور طاقت کے اعتبار سے اور یہ غلبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں حاصل ہو گیا ہے۔ تیسرا غلبہ حقیقی جبکہ تمام باطل مذاہب مٹ جائیں گے اور ایک ملت اسلام کی رہ جائیگی۔ یہ غلبہ ابھی باقی ہے اور یہ ہوگا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ اور امام مہدی جو اس امت میں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے پیدا ہونگے۔ احادیث نبویہؐ کی رو سے مہدی کے زمانہ میں زمین عدل وانصاف سے بھر جائیگی۔ جیسا کہ وہ ظلم وعدوان سے بھری ہوئی۔ عیسائی مسلمان ہو جائیں گے۔ یہودی تمام کے تمام ختم ہو جائیں گے حتیٰ کہ اگر کوئی یہودی کسی درخت یا پہاڑ کی اوٹ میں چھپا ہوگا تو درخت اور پہاڑ پکار کر کہے گا کہ یہ یہودی چھپا ہے اسے قتل کرو۔ چنانچہ ایک یہودی بھی باقی نہ رہے گا۔ مرزا قادیانی نے خود اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ کے صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۴ پر احادیث نبویہؐ کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد جو دنیا کی حالت ہوگی اسکو اشعار میں نظم کیا ہے۔ بطور نمونہ چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

اشعار نظم

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ	عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التواء
جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائیگا	جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائیگا
پیویں گے ایک گھاٹ سے شیر اور گوسپند	کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے گزند
یعنی وہ صداقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا	بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائیگا	وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا
القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشان	کردیگا ختم آکر وہ دین کی لڑائیاں
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار	اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقت مسیح ہے	اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے[1]

[1] ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۴۱ تا ۱۴۴ رخ ۷۷ تا ۸۰ ج ۱۷

میں نے کہا ہے کہ کیا اب یہ تمام حالات پیدا ہو چکے ہیں؟

علامات مسیح کہاں؟

ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے آنے کے بعد دنیا میں امن وامان کا نشان نہیں ہے' گھر گھر میں لڑائی اور فساد ہے۔ یہودی دن بدن زیادہ طاقتور ہوتے جاتے ہیں' عیسائی کثرت سے پھیلتے جاتے ہیں۔ چوری، زنا، ڈاکہ، شراب نوشی وغیرہ تمام جرائم میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر مرزا قادیانی ہی احادیث نبویہ کی رو سے مسیح موعود یا مہدی ہوتا تو ضروری تھا کہ یہ تمام علامات پوری ہو جاتیں۔ اب اسے مرے ہوئے بھی ستر سال ہو چکے ہیں۔ بجائے حالات سدھرنے کے خراب سے خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی سچا مہدی اور مسیح نہیں ہے بلکہ وہ جھوٹا ہے۔

پیشگوئی کا حکم:

میں نے کہا کہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پیشگوئیاں سچی ہوتی ہیں۔ کوئی ایک بھی جھوٹی نہیں ہوتی اور جس کی ایک پیشگوئی بھی جھوٹی ہو وہ سچا نبی نہیں ہو سکتا۔ دین اسلام کے حقیقی غلبہ والی قرآنی پیشگوئی بھی ابھی ظاہر نہیں ہوئی جس کے مطابق حضرت عیسیٰ اور سچے امام مہدی کے زمانے میں ضرور پوری ہوگی۔ مرزا قادیانی نے اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے پیشگوئیاں کی تھیں وہ تمام جھوٹی ثابت ہوئی ہیں۔ ان میں ایک بھی سچی نکل آئے تو وہ نبی بھی ہو جائے۔ ویسے تو میری بھی کئی پیشگوئیاں سچی نکلی ہیں' میں نے پیشگوئی کی تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا اور خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود زندگی میں نہ تو خود میرے ساتھ مباہلہ کرنے کی جرأت کر سکے گا اور نہ ہی اپنے کسی نمائندہ کو اجازت دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا میں وقت مقررہ پر دریائے چناب کے دو پلوں کے درمیان مقررہ جگہ پر پہنچ گیا لیکن مرزا محمود نہ تو خود آنے کی جرأت کر سکا اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کا کوئی نمائندہ میدان مباہلہ میں آ سکا۔ یوں میری پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوگئی اور میری اب بھی پیشگوئی ہے کہ قادیانیوں کے خلیفہ ثالث مرزا ناصر بھی اپنی زندگی کے آخری لمحات تک میرے مقابلہ میں میدان مباہلہ میں ہرگز نہیں آ سکے گا۔

میں نے اس اصول کی وضاحت میں اور بھی چند مثالیں پیش کیں۔ مثلاً یہ کہ نبی شاعر نہیں ہوتا کیونکہ شعر کہنا نبی کی شان کے لائق ہی نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ یٰسین میں ارشاد فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْبَغِي لَهُ۔ (سورۃ یٰسین)

کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ شعر سکھائے ہیں اور نہ ہی آپ کی شان کے لائق ہے اور جو شاعر ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ اور مرزا شاعر ہے اس نے ایک عربی قصیدہ اعجاز احمدی کے نام سے شائع کیا ہے۔ اسی طرح اس کا اردو فارسی میں منظوم کلام "درثمین" کے نام سے شائع ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اچھا یا برا شاعر تو ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ نبی نہیں ہے اور یہ ضروری نہیں جو شاعر نہ ہو وہ نبی بھی ہو، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ نبی لکھنا پڑھنا نہیں جانتا، اُمّی ہوتا ہے۔ اس کا کوئی انسان استاد نہیں ہوتا لیکن یہ ضروری نہیں کہ جو ان پڑھ (امی) ہو کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھے وہ نبی بھی ہو جائے اسکی مزید وضاحت کرتے ہوئے میں نے کہا کہ کسی نبی نے بھی کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔

عیسیٰ علیہ السلام پر بہتان:

لیکن مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہتان باندھتا ہے کہ وہ مکتبوں میں بیٹھے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام تورات ایک یہودی استاد سے پڑھی تھی۔ دیکھئے مرزا کی تصنیف "ایام الصلح"[1]

میں نے کہا کہ یہ انبیاء علیہم السلام پر بہتان اور قرآن کریم کی تکذیب ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے قبل انکی والدہ محترمہ کو بشارت دیتے وقت فرماتے ہیں کہ اے مریم تیرے اس بیٹے کو قرآن، حکمت، تورات اور انجیل ان چاروں کی تعلیم میں دوں گا۔ دیکھئے پارہ نمبر ۳

وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ

پھر دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز جب اپنے احسانات یاد دلائیں گے تو

---

[1] صفحہ ۱۴۷ ر خ ص ۳۹۴ ج ۱۴

فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ یاد کر کہ جبکہ میں نے تجھے قرآن، حکمت، تورات اور انجیل کی تعلیم دی تھی۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بقول مرزا قادیانی ایک یہودی سے تمام تورات پڑھی تھی تو اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ کہاں گیا کہ تورات بھی اسکو میں پڑھاؤں گا۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے روز پھر کیسے احسان جتلائیں گے۔ اگر تو قرآن کریم سچا ہے اور یقیناً وہ خدا کا سچا کلام ہے تو معلوم ہوا کہ مرزا جھوٹا ہے۔ اس نے قرآن پاک کی تکذیب کی اور حضرت عیسیٰ پر بھی بہتان عظیم باندھا اور انہیں یہودی کا شاگرد کہہ کر سخت توہین کی ہے۔ اور اگر مرزا سچا ہے تو پھر نعوذ باللہ یہ جھوٹا ہے اور جو قرآن کو جھوٹا کہے وہ ''بے ایمان'' ہے۔

دروغ گورا حافظہ نہ باشد:

پھر اسکی مزید وضاحت کرتے ہوئے میں نے کہا۔ مرزا قادیانی کہتا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور نبیوں کی طرح کوئی استاد نہیں۔ آپؐ نے کسی انسان سے کوئی سبق نہیں پڑھا سو آنے والے کا نام جو مہدی رکھا گیا ہے اسمیں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ آنے والا مہدی علم دین خدا ہی سے حاصل کرے گا۔ اور قرآن وحدیث میں کسی کا شاگرد نہیں ہوگا۔ سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں۔ میرا حال یہی حال ہے کہ کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہو۔ یا کسی مفسر یا محدث کی شاگردی کی ہو۔ ل

حالانکہ اس کتاب سے ایک سال پہلے اپنی لکھی ہوئی کتاب ''کتاب البریہ'' کے صفحہ ۱۴۸ پر لکھتا ہے کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خواں استاد میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور فارسی کی چند کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔ جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو کے ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ میرے والد صاحب نے ''نوکر'' رکھ کر قادیان میں پڑھانے کیلئے مقرر کیا تھا۔ ان مؤخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو اور منطق اور حکمت

ل ایام الصلح صفحہ ۱۴۷

وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے والد صاحب سے پڑھیں اور وہ فن طبابت میں بڑے حاذق تھے۔ [1]

اسی طرح سیالکوٹ میں ملازمت کے دوران ڈاکٹر امیر شاہ سے انگریزی کی ای چند کتابیں پڑھتا رہا۔ [2]

ان حوالہ جات سے مرزا قادیانی کا انسانوں سے پڑھنا ثابت ہے۔ اور ''ایام الصلح'' میں حلف اٹھا کر کہتا ہے کہ میں نے کسی انسان سے ایک سبق بھی نہیں پڑھا۔ [3] ان دونوں باتوں میں سے ایک بات بہرحال جھوٹی ہے۔

چراغ میرا ہے رات ان کی:

اور مرزا قادیانی اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ پر لکھتا ہے کہ جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں ہے [4] اور اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں تحریر کرتا ہے کہ جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔ [5]

اور واقعہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی انسانوں سے لکھنا پڑھنا سیکھتا رہا ہے لہٰذا اس نے جو حلفاً کہا ہے کہ میرا حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم والا حال ہے اور میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کی شاگردی اختیار کی ہے یہ صریح جھوٹ ہے اور اس نے جھوٹا حلف اٹھایا ہے۔ جو اس کے نزدیک گوہ کھانے اور مرتد ہونے کے برابر ہے۔ اور جب اس کا انسانوں سے پڑھنا ثابت ہوا تو علاوہ جھوٹ کے یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ سچا مہدی موعود نہیں ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب مہدی کا کوئی استاد نہیں ہوگا۔

اب آپ خود فرمائیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ پر، رسولوں پر، قرآن عظیم پر اس قدر جھوٹ باندھتا ہو، وہ کذاب ہوا یا نہیں؟ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق کہ قیامت

---

[1] سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۲۰، ۲۱، روایت نمبر ۲۹

[2] دیکھئے سیرت المہدی مصنفہ مرزا بشیر احمد ایم اے حصہ اول صفحہ ۱۵۵ روایت ۱۵۰

[3] ایام الصلح ص ۱۴۷ روحانی خزائن ص ۳۹۴ ج ۱۴

[4] ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۰ روحانی خزائن ص ۵۶ جلد ۱۷

[5] حقیقۃ الوحی ص ۲۰۶ روحانی خزائن ص ۲۱۵ ج ۲۲

سے قبل میری امت میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو نبوت کے دعوے کریں گے وہ کذاب اور دجال ہونگے۔ میں خدا تعالیٰ کا آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

مرزا قادیانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مصداق ٹھہرتا ہے یا نہیں؟ اس سیاق و سباق کے ساتھ ملا کر جب آپ ان جملوں کو پڑھیں گے جو میری طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ یہ تمام جملے حقائق پر مبنی ہیں اور قرآن وحدیث کے عین مطابق ہیں۔

حقائق بھرا مطالبہ:

باقی میرا مطالبہ کہ ان کی کتب ضبط کی جائیں وہ مسلمانوں کا عقیدہ خراب کرتی ہیں۔ ان میں انبیا علیہ السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کی توہین کی گئی ہیں۔ اور علمائے اسلام اور عام مسلمانوں کو سخت گالیاں دی گئی ہیں۔ جن سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور وہ مسلسل ان کتابوں کی اشاعت کر رہے ہیں۔ بطور نمونہ ان میں سے چند کتب اور انکے چند قابل اعتراض حوالے پیش خدمت ہیں۔ آپ ان کو ملاحظہ فرما کر خود یہ فیصلہ فرمائیں کہ آیا ان کتابوں کی ضبطی کا مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

میں آخر میں دوبارہ عرض کروں گا کہ میری اس وضاحت کی روشنی میں۔ جس کی تائید میرے خلاف استغاثہ کے گواہ بھی کر چکے ہیں۔ میں نے مارشل لاء کے مذکورہ ضابطہ کی کوئی خلاف ورزی نہیں کی۔ میں نے قرآن وحدیث اور قادیانی کی تحریرات کی روشنی میں اس کے جھوٹے دعاوی کی تردید اور انکے مسلمانوں میں پھیلائے ہوئے شکوک وشبہات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اپنے مسلمان بھائیوں کے سامنے صحیح عقائد اور نظریات پیش کئے ہیں جو میرا اخلاقی، مذہبی اور منصبی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے زندگی کے آخری لمحات تک اس فرض کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمادیں۔ آمین

دستخط (مولانا) منظور احمد

مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۷۸ء

خسوف وکسوف
منظور احمد چنیوٹیؒ

دیباچہ طبع ثانی

راقم پچھلے سال ۱۹۹۴ء جب ختم نبوت کانفرنسوں کے سلسلہ میں انگلینڈ گیا تو گلاسکو میں کسی دوست سے "انٹرنیشنل الفضل لندن" کا ایک پرچہ ملا، جس میں امام مہدی کی علامت رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگنے کی بابت ایک چار صفحہ کا طویل مضمون درج تھا۔ راقم نے وہیں انگلینڈ میں بیٹھ کر اس کا ایک جواب تحریر کیا جسے چنیوٹ آکر چھپوا دیا گیا۔

امسال جب رمضان کے مبارک مہینہ میں دوبارہ انگلینڈ جانے کا اتفاق ہوا تو اس کے بہت سے نسخے انگلینڈ کے مختلف شہروں میں تقسیم کئے۔ چنانچہ وہاں تقاضا پیدا ہوا کہ اسے اردو انگلش دونوں میں چھپوا کر اس کی وسیع پیمانہ پر اشاعت کی جائے۔ انگلش میں چھپوانے کی ذمہ داری مولانا ابو الحسن نعمانی مرکزی نائب امیر جمعیت علماء برطانیہ نے اپنے ذمہ لی۔ بعض دیگر احباب نے بھی انگلش میں چھپوا کر تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ ہذا طبع ثانی کے لئے علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی مانچسٹر نے ایک نہایت ہی علمی، تحقیقی، وقیع اور بڑا مدلل و جامع مقدمہ تحریر فرمایا۔ جس میں چاند اور سورج گرہن کی اس پیشگوئی پر ایک نئے علمی انداز میں روشنی ڈالی۔

اب یہ رسالہ "خسوف وکسوف" علامہ صاحب کے مفید مقدمہ کے ساتھ نظر ثانی کے بعد دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس رسالہ کی اہمیت اس لحاظ سے بھی بڑھ گئی کہ امسال بھی جب انگلینڈ جانا ہوا تو "الفضل" جنوری ۱۹۹۵ء کے پرچہ میں پھر اس پیشگوئی پر ایک مضمون نظر سے گزرا۔ جب واپس چنیوٹ پہنچا تو کیے بعد دیگرے تین رسالے اس موضوع پر ملے ایک محمد اعظم اکسیر کا رسالہ ظہور امام مہدی، دوسرا حمید الحق شیخوپورہ کا "امام مہدی کی صداقت کے دو عظیم نشان" تیسرا ربوہ کا ماہنامہ رسالہ "انصار اللہ" کا مستقل کسوف وخسوف نمبر جو تقریباً سوا صد صفحات پر مشتمل ایک ضخیم نمبر ہے۔

ان رسالوں میں وہی دو از کار تاویلات کر کے کھینچ تان کر چاند گرہن کی اس پیشگوئی کا

مصداق مرزا غلام احمد قادیانی کو بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ہر مضمون نگار نے بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے حضرت امام محمد باقر رحمہ اللہ کے اس قول کو حدیث بنا کر پیش کیا ہے۔ انصار اللہ رسالہ کے نمبر میں چالیس سے زائد مرتبہ اس قول کو حضور اکرم ﷺ کی طرف غلط منسوب کر کے حدیث رسول ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ یہ قادیانی اور اس کی امت کا صریح جھوٹ اور زبردست قسم کا دھوکہ ہے کہ امام محمد باقر رحمہ اللہ کے قول کو حضور ﷺ کی حدیث ظاہر کیا اور اس سے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

حدیث رسول اللہ ﷺ تو بالکل اس کے خلاف ہے جیسا کہ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے اپنے مقدمہ میں اس کی وضاحت کر دی ہے کہ چاند اور سورج گرہن کسی کی موت وحیات یا آمد پر نہیں لگتے یہ خدا کی قدرت کے نشان ہیں جن کا قدرت کے ایک نظام کے تحت ظہور ہوتا رہتا ہے اور اگر امام محمد باقر رحمہ اللہ نے ان گرہنوں کو ظہور مہدی کا نشان قرار دیا ہے تو اول تو ان کا قول سند کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہے دوسرا اگر اسے درست تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی مرزا قادیانی اس کا کسی صورت میں بھی مصداق نہیں بن سکتا۔ کیونکہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں رمضان میں گہنوں کا اجتماع یہ عام معمول کا گرہن ہے جبکہ امام باقر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مہدی کی آمد کے نشان کے لئے جو گرہن لگے گا اس جیسا گرہن جب سے آسمان وزمین بنے ہیں کبھی نہیں لگا ہوگا اور وہ تب ہی درست ہو سکتا ہے کہ چاند گرہن رمضان کی یکم کو لگے اور سورج گرہن رمضان کے نصف یعنی پندرہ رمضان کو لگے۔ کیونکہ ان دو تاریخوں میں جب سے آسمان وزمین بنے ہیں کبھی گرہن نہیں لگے۔ ۱۳ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن جو مرزا قادیانی کے زمانہ میں لگے وہ مرزا قادیانی سے قبل ان تاریخوں میں ہزاروں مرتبہ لگ چکے ہیں جو کسی صورت میں بھی کسی مہدی کے لئے نشان نہیں بن سکتے۔

راقم نے قادیانی امت کو چیلنج کیا ہے کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کی اس روایت کو حدیث کی کسی بھی کتاب سے حدیث رسول ﷺ ثابت کر دیں تو انہیں مبلغ دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔ ہے کوئی مرزائی مرد میدان جو مرزا قادیانی کی صداقت ثابت کر کے یہ نقد انعام حاصل کرے؟ میرا چیلنج ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو دوبارہ زندہ کیا جائے تو وہ اور اس کی امت مل کر سب

تلاش کرتے رہیں تو قیامت تو آجائے گی لیکن امام مہدی کا یہ نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے نہیں ملے گا۔ بہرحال امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے اور مرزا قادیانی اس قول کے مطابق بھی سچے مہدی ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ جھوٹے کا جھوٹا ہے جس کی وضاحت آئندہ اوراق میں کی گئی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائیں اور بھٹکے ہوئے قادیانیوں کے لئے باعث ہدایت بنائیں۔ آمین۔

منظور احمد چنیوٹی

۱صفر ۱۴۱۶ھ

☆☆☆

مقدمہ

ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

جو لوگ اس دنیا میں خدا کے نمائندے ہو کر آتے ہیں بسا اوقات ان کے پیچھے کبھی آسمانی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ یہ ان سے پہلے لوگوں کی پیشگوئیاں ہیں جو ان کے آنے کی خبر دیتی ہیں یہ زمین پر ان کے آسمانی جلال کا نشان ہوتا ہے جس کا سامنا کرنے کی کسی میں ہمت نہیں ہوتی۔ تیمن کسی پیشگوئی کو خواہ مخواہ اپنے اوپر منطبق کرنا اور دجل کی راہ سے مامور من اللہ بن بیٹھنا یہ ایک ایسی آسان راہ ہے جس سے کذاب بہت جلد پہچانا جاتا ہے۔ علمی مسائل اور کتاب وسنت کے دلائل تو بسا اوقات پڑھے لکھے لوگوں کو بھی سمجھ نہیں آتے۔ لیکن پیشگوئیاں اور واقعات یہ وہ دلچسپ مباحث ہیں جن سے مجرم بہت جلدی پہچانا جاتا ہے۔

۱) حضرت امام باقر (م ۱۴۸ھ) سے ایک کمزور سند سے ایک پیشگوئی چلی آرہی تھی کہ ہمارے امام مہدی کے وقت میں ایک رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے گا۔

۲) چاند کو رمضان کی پہلی رات اور سورج کو اس ماہ کے وسط میں۔

۳) اور ایسے گرہن پہلے جب سے خدا تعالیٰ نے یہ دنیا پیدا کی کبھی نہ لگے ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے وقت میں ایک دفعہ تیرھویں (۱۳) رمضان چاند کو گرہن لگا اور اسی ماہ کی اٹھائیسویں (۲۸) تاریخ کو سورج کو گرہن لگا۔ مرزا قادیانی نے دعویٰ کر دیا کہ یہ میرے صدق کا نشان ہے اور مہدی میں ہی ہوں[1]

لوگو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی دکھا چکا

مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے کہ رمضان کی پہلی رات سے تیرھویں رات مراد ہے اور

1۔ روحانی خزائن

وسط رمضان سے رمضان کی اٹھائیسویں تاریخ مراد ہے! اور مہدی سے میں مراد ہوں۔ مرزا غلام احمد نے اس پیشگوئی میں دجل کی یہ راہ نکالی کہ امام باقرؒ کی اس پیشگوئی میں پہلی رات سے مراد گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات مراد ہے، کیونکہ چاند کو گرہن تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں کو لگتا ہے اور وسط رمضان سے مراد ان دنوں کا وسط ہے جن میں سورج گرہن لگتا ہے اور یہ اس رمضان میں اٹھائیس کو لگا ہے کیونکہ سورج گرہن ستائیسویں، اٹھائیسویں اور انتیسویں کو لگتا ہے لہٰذا تیرھویں اور اٹھائیسویں رمضان کا چاند گرہن اور سورج گرہن اس پیشگوئی کے عین مطابق ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اس پیشگوئی کا مصداق میں ہی سچا مہدی ہوں۔

عوام کو یہ بات نہیں جانتے کہ چاند گرہن تیرہویں، چودھویں اور پندرھویں کو ہی لگتا ہے اور سورج گرہن چاند کی ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ کو لگتا ہے۔ لیکن علم ہیئت جاننے والے اور علم طبیعات کے ماہرین تو جانتے ہیں کہ چاند گرہن اور سورج گرہن ہمیشہ انہی تاریخوں میں لگتا ہے۔ آیئے اس مختصر مجلس میں حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کی اس پیشگوئی کا مختصر سا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ یہ آسمانی آواز کسی طرح بھی مرزا غلام قادیانی کی تائید نہیں کرتی۔ اور مرزا غلام احمد کا کھینچ کھینچ کر اسے اپنے اوپر منطبق کرنا دجل وفریب کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

آسمانی آواز اصولاً کس سطح کی ہوتی ہے:

آسمانی نمائندوں کی حمایت میں جو آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ عوامی پیرائے میں ہونے چاہئیں۔ تاکہ ہر شخص سمجھ سکے۔ جسے صرف اہل فن ہی جانیں اور وہی اسے سمجھ سکیں اسے عوام کی رہنمائی کسی طرح بھی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ صرف دنیا کے فنون اور سائنس کے انکشافات نہیں جن تک صرف اہل فن کی ہی رسائی ہوتی ہے۔ جو عوام کی پہنچ سے بالا ہیں لیکن دین فطرت کا کوئی ایسا انداز نہیں ہوتا کہ اس تک صرف ایک خاص طبقہ کی ہی رسائی ہو عام لوگ اسے نہ جان سکیں۔

چاند گرہن کب لگتا ہے۔ اسے صرف علم ہیئت والے جانتے ہیں یا وہ جنہوں نے اہل فن سے یہ بات سنی ہو۔ عوام اسے نہیں، آپ کسی عامی سے پوچھیں وہ یہ نہ بتا سکے گا کہ چاند گرہن

چاندنی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں راتوں میں ہی لگتا ہے۔ عوام صرف اتنا جانتے ہیں کہ چاند کو گرہن لگتا ہے اور سورج کو بھی گرہن لگتا ہے گرہن کی راتوں کی تعیین صرف انہی لوگوں کو معلوم ہوتی ہے جو اس فن کے جاننے والے ہوں۔ حضرت امام محمد باقر جب یہ پیشگوئی فرما رہے تھے تو کن لوگوں کو بتا رہے تھے کہ رمضان کی پہلی رات چاند کو گرہن لگے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ عوام کو ہی یہ بات بتا رہے تھے اب آپ ہی فیصلہ فرمادیں کہ رمضان کی پہلی رات سے مراد اس کی کون سی رات ہوگی؟

وہ امت جو مظاہر فطرت کے ساتھ ساتھ چلے ان کو نمازوں کے اوقات پوپھٹنے، سورج نکلنے سورج کے ڈھلنے غروب ہونے اور رات کے سیاہ ہو جانے سے معلوم ہوتے ہیں۔ رمضان اور عید کا تعین عام رویت ہلال سے ہوتا ہے زکوۃ سال پورا ہونے پر فرض ہے اسے عوام وخواص برابر سمجھتے ہیں اسی پیرایہ میں دین جاننے والوں کو امت امیہ کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا و هكذا و هكذا وعقد الابهام في الثالثة والشهر هكذا و هكذا و هكذا يعني تمام الثلاثين۔[1]

"ہم امت امیہ ہیں ہم لکھنے پڑھنے کے عادی نہیں نہ ہمارے فیصلے علم حساب پر ہوتے ہیں مہینہ ۲۹ دن کا ہوگا یا پھر ۳۰ دن کا اور اسے اپنے تین دفعہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بتلایا اور تیسرے دفعہ انگوٹھے کو موڑ لیا یہ ۲۹ کی گنتی ہاتھ کے اشارے سے بتلادی۔ اس حدیث پر امام نووی (م ۶۷۶ھ) شارح مسلم شریف لکھتے ہیں۔"

لان الناس لو كلفوا به ضاق عليهم لانه لا يعرفه الا افراد والشرع انما يعرف الناس بما يعرفه جماهيرهم۔

"اگر لوگوں کو علم حساب کا مکلف ٹھہرایا جائے تو ان پر تنگی ہوگی۔ اس صورت میں

---

[1] صحیح مسلم جلد نمبر ا صفحہ ۳۴۷

اصلی بات کو چند لوگ ہی جانیں گے۔ شریعت لوگوں کو اپنا تعارف اس طرح کراتی ہے کہ اسے سب جان لیں۔"

بارہویں صدی کے مجدد حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۷۶ھ) بھی لکھتے ہیں۔

امیین براء من العلوم المکتبۃ۔ [1]

"امیین سے وہ لوگ مراد ہیں جو محنت سے حاصل شدہ علوم سے بری الذمہ ہوں۔"

مبنی الشرائع علی الامور الظاھرۃ عند الامیین دون التعمق والمحاسبات النجومیۃ بل الشریعۃ واردۃ باجمال ذکرھا وھو قولہ ﷺ انا امۃ امیۃ۔ [2]

"امیین کے ہاں شریعت کی بناء امور ظاہرہ پر ہے زیادہ غور وفکر اور ستاروں کے حساب پر نہیں بلکہ اس پر شرعی حکم موجود ہے کہ اسے نظر انداز کرو اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ ہم امت امیہ ہیں۔"

حضرت امام محمد باقر کی پیشگوئی کن لوگوں کیلئے تھی؟

اب آپ ہی سوچیں کہ حضرت امام باقر کی پیشگوئی کن لوگوں کے لئے تھی۔ عوام کے لئے یا خواص کے لئے؟ جو گرہن کی راتوں کو چاند کے لئے اور سورج کے لئے الگ الگ جانتے اور پہچانتے ہوں۔ حضرت امام مہدی کے لئے یہ دو آسمانی نشان کن لوگوں کے لئے بتلائے جارہے ہیں۔ پیشگوئیوں کے اس اصول کے مطابق جو ہم نے عرض کیا یہاں رمضان کی پہلی رات چاند کو گرہن لگنے کی خبر دی جارہی ہے اس پیشگوئی کے یہ الفاظ کہ جب سے خدا تعالیٰ نے اجرام فلکی کا یہ نظام بنایا ہے ایسا کبھی واقع نہیں ہوا ہوگا اس کی اور تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ واقعی چاند گرہن چاند کی پہلی تاریخ کو کبھی نہیں لگا اور نہ سورج گرہن ہی کبھی وسط مہینہ میں لگا ہے۔ ایسا جب ہوگا تو

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ جلد ۱ ص ۸۸ [2] جلد نمبر ۲ ص ۲۷

پہلی دفعہ ہوگا۔

امت امیہ کے ہاں سورج گرہن کا عام تصور:

امت امیہ کے ہاں سورج گرہن کا یہ عام تصور تھا کہ یہ چاند کی ۲۷، ۲۸، ۲۹ کی تاریخوں میں نہیں لگتا ہے بلکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ زمین کے بڑے بڑے اہم واقعات پر لگتا ہے۔ اتنے بے سمجھ تو وہ بھی نہ تھے کہ سمجھتے ہوں کہ زمین کے بڑے بڑے واقعات اور اہم حادثات چاند کی ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ کو ہی واقع ہوتے ہیں دوسرے دنوں میں نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ان کا سورج گرہن کا یہ عام تصور تبھی ہو سکتا ہے کہ امت امیہ حساب کی رو سے چاند اور سورج گرہن کی معینہ تاریخیں نہ جانتی ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی بعض لوگوں کا خیال تھا کہ سورج گرہن زمین کے اہم واقعات پر لگتا ہے یہ کوئی خاص تاریخوں کی بات نہیں۔ آنحضرت ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو اتفاقاً سورج گرہن بھی لگا وہ اپنے خیال کے مطابق اسے اسی سانحہ پر آسمانی آواز غم سمجھنے لگے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

ان الشمس والقمر من ايات اللّٰه وانهما لا ينخسفان لموت احد ولا لحياته فاذا رايتموها فكبروا وادعوا اللّٰه وصلوا وتصدقوا يا امة محمد۔ [1]

"بیشک سورج اور چاند خدا کی قدرت کے نشان ہیں انہیں کبھی کسی کی موت کے باعث گرہن نہیں لگتا نہ کسی کی آمد کا نشان ہیں۔ جب تم چاند یا سورج میں سے کسی کا گرہن دیکھو تو اے امت محمد (ﷺ) تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا ذکر کرو۔ اللہ تعالیٰ کو پکارو، نماز پڑھو، اور صدقہ کرو۔"

یہ حدیث جس سیاق میں وارد ہے اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ عرب میں تمام لوگ چاند گرہن اور سورج گرہن کے فلکی نظام سے ناواقف تھے انہیں یہ تو پتہ تھا کہ چاند اور سورج کو گرہن

---

[1] صحیح مسلم ا ص ۲۹۵-۲۹۶

لگتا ہے گرہن کیوں لگتا ہے؟ وہ اس کے جغرافیائی اور ہیئت کے نظام سے واقف نہ تھے حضرت محمد باقر رحمۃ اللہ ان لوگوں کے سامنے یہ پیشگوئی فرما رہے تھے اب آپ ہی فیصلہ کریں سننے والوں کے ذہن میں رمضان کی پہلی رات سے کونسی رات مراد ہوگی۔ اسے خواہ مخواہ گرہن کی راتوں میں سے کسی رات پر محمول کرنا اور اس وقت کے سب عوام کو فن ہیئت اور علم جغرافیہ جاننے والا سمجھنا چند ذہنوں کے سوا کچھ نہیں یہ ایک راہ دجل ہے پیشگوئی کو اپنے اصل موضوع سے نکالنا ہے۔

رمضان کی پہلی رات چاند گرہن کیسے لگ سکے گا؟

چاند گرہن یا سورج گرہن سورج چاند اور زمین تینوں کے ایک خاص ہیئت میں آنے سے لگتے ہیں زمین کا سایہ جب چاند پر پڑتا ہے تو وہاں پر سورج کی روشنی نہیں پہنچتی۔ جس وقت یہ تینوں اپنی اپنی گردش میں ہوں۔ چاند گرہن تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو ہی لگ سکتا ہے اس کے خلاف کبھی نہیں ہوا اور سورج گرہن بھی ۲۷، ۲۸، ۲۹ تاریخوں کو ہی لگتا ہے۔ ان کروں کی گردش اس طرح چلی آ رہی ہے۔ اب قیامت کے قریب اللہ تعالیٰ کی قدرت خاصہ سے کوئی اور سیارہ انہیں ایسے رخ پر آجائے کہ چاند پر اسکا سایہ پڑے تو ہو سکتا ہے کہ پہلی رات کا چاند نظر بھی نہ دے اور یہ پہلی رات کا چاند گرہن ہو۔ اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی دمدار ستارہ اور مدار میں آجائے اور اسکا سایہ چاند پر پڑے اور چاند کے اتنے حصے پر سورج کی روشنی نہ پڑے۔

(قیامت کو جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا اور اس میں بھی کسی مسلمان نے شک اور تردد کا اظہار نہیں کیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ موجودہ نظام فلکی قیامت میں ٹوٹ جائے گا تو ان کے وقت میں چاند کی پہلی رات چاند کو گرہن لگنا کوئی ناممکن بات نہ ہوگی گو اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا ہو۔ جب سے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان بنائے اور اس نظام فلکی کو ترتیب دیا۔)

یہ پیشگوئی ابھی پوری نہیں ہوئی نہ ابتک مہدی کا ظہور ہوا ہے:

اس تمہید کے بعد ہم علی وجہ القطع والیقین کہتے ہیں کہ یہ خسوف و کسوف جن کی خبر سنن دار قطنی میں دی گئی ہے کہ مہدی کے وقت میں ایک رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے گا ابتک نہیں لگے نہ زمین کے نظام فلکی میں ابھی تک کوئی تبدیلی ہوئی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی

کا یہ کہنا کہ مجھ پر یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے محض دھوکہ اور فریب ہے۔ نیز اس پیشگوئی کا ابتک پورا نہ ہونا اس بات کا نشان اور دلیل ہے کہ امام آخر الزمان حضرت مہدی ابھی تک نہیں آئے اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور جھوٹ ہے کہ میں مہدی ہوں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور وہ میرے ہرگز برابر نہیں۔ اسلام کی رو سے وہ شخص قطعی مسلمان نہیں جو کہ پیغمبر کی توہین کرے۔ غلام احمد کہتا ہے۔

ایک منم کہ حسب بشارات آمدم عیسیٰ کجا است تا بہ نہد پا بمنبرم

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

"یہ میں ہی ہوں جو بشارات کے مطابق آیا ہوں عیسیٰ بن مریم کہاں ہے جو میرے منبر پر پاؤں رکھ سکے۔"

حضرت عیسیٰ بلا شبہ تشریعی پیغمبر تھے اور صاحب کتاب نبی تھے ان کا اسطرح ذکر کرنے والا کیا اپنے لئے غیر تشریعی نبوت کا مدعی ہوگا یا آپ فیصلہ کریں۔

جب تک دنیا ہے نظام فلکی سے ٹکراؤ ممکن نہیں:

نظام فلکی میں سیاروں کی جو گردشیں ہیں اور ستاروں کی جو گذرگاہیں ہیں وہ شروع دنیا سے ایک ہی نہج پر چلی آرہی ہیں۔ یہ نظام فلکی ہر ۲۲۳ سال میں اپنا ایک دورہ مکمل کرتا ہے اور اس دورے میں جو کچھ ہوا وہی اگلے دورے میں ۲۲۳ سالوں میں پورا ہوتا ہے۔ اس دنیا میں کئی دفعہ رمضان میں ۱۳ اور ۲۸ کو چاند اور سورج کو گرہن لگے ہیں اور جب بھی لگے اس ۲۲۳ سال کے دورے کے بعد اگلے دورے میں پھر لگے اور یہ نظام فلکی آج تک اسی طرح چلا آرہا ہے۔ جب سے دنیا قائم ہے نظام فلکی سے کوئی ٹکراؤ ممکن نہیں۔ امام باقر کی پیشگوئی کے یہ الفاظ کیا بتارہے ہیں۔ (لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموت والارض)

ایسے گرہن جب سے زمین آسمان اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں نہیں لگے ہوں گے۔ یہی نہ کہ دنیا کے آخر میں ایک ایسا وقت آئیگا کہ نظام فلکی میں تبدیلی ہوگی کہ چاند گرہن پہلی رات کو لگے گا اور اگر یہ کبھی نہ ہوگا تو یہ پیش گوئی جعلی ہے۔

رمضان کی تیرہویں اور اٹھائیسویں کو پہلے کب کب چاند اور سورج گرہن لگے ہیں اسکی مفصل تاریخ اور دیگر اہم معلومات آپ کو مولانا سید ابو احمد رحمانی مونگیریؒ کی کتاب " دوسری شہادت آسمانی " سے ملے گی جو اس پیشگوئی کے متعلق ایک سو صفحے کی مفصل کتاب ہے البتہ چاند کی پہلی رات کو چاند گرہن اور پندرہ کو سورج گرہن اب تک نہیں لگا اور اس پیشگوئی میں اسکی خبر دی گئی ہے۔

خسوف کسوف کی اصل حقیقت کیا ہے؟

امام محمد باقر کی یہ پیشگوئی بتاتی ہے کہ ان دو تاریخوں کا گرہن حیات مہدی کا نشان ہوگا کہ اب یہ دور مہدی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اسلام میں چاند گرہن یا سورج گرہن کیا واقعی کسی کی زندگی کا نشان ہو سکتے ہیں؟ اسکا جواب نفی میں ہے۔ حضور ﷺ کی یہ حدیث ہم اوپر پیش کر آئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دو نشان ہیں یہ کسی کی موت اور کسی کی حیات کا نشان نہیں بن سکتے۔ یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر کئی صحابہ کرام سے مروی ہے اور اسے امام بخاری نے اپنی صحیح میں جلد ۱ صفحہ ۱۴۲ اور امام مسلم نے اپنی صحیح صفحہ ۲۹۵ جلد ۱، اور امام نسائی نے اپنی سنن صفحہ ۲۱۳ جلد ۱، میں روایت کیا ہے۔ اب اسکے مقابلے میں ایک جعلی روایت کو امام باقر کے نام سے پیش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا اور وہ بھی حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشاد کے ٹکراؤ میں ۔۔۔۔ اور پھر ایسے الفاظ میں جن کا پرانے نظام فلکی سے بھی ٹکراؤ ہو کسی صاحب علم اور خدا تعالیٰ کا ڈر رکھنے والے شخص کا کام نہیں ہو سکتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل وفریب کے لئے اگر ہم کوئی بھی اور دلیل نہ دیں صرف اسکے اس روایت سے استدلال کرنے کو ہی لوگوں کے سامنے لا دیں تو یہ قادیانیت کے تابوت میں آخری میخ ثابت ہو سکتی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا صرف ایک یہی دعویٰ نہیں:

مرزا غلام احمد کا ایک صرف یہی دعویٰ نہیں کہ میں مہدی ہوں اور میرے اس دعویٰ کی ایک رمضان میں چاند گرہن اور سورج گرہن کی دو شہادتیں ہیں۔ بلکہ اس سے پہلے ایک اور دعویٰ ہے

کہ وہ مسیح موعود ہے اور جس طرح اس نے اپنے دعویٰ مہدیت کے لئے یہ بات بتائی کہ رمضان کی پہلی رات سے مراد رمضان کی تیرہویں رات ہے اسی طرح اس نے اپنے دعویٰ مسیحیت کے لئے یہ بات بتائی کہ احادیث صحیحہ میں ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں آئے اور یہ چونکہ چودھویں صدی ہے اسلئے میں اس صدی کا مجدد ہوں اور اس امت کا مسیح موعود ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ہر دعوے کے پیچھے ایسی ہی بے سروپا شہادتیں ہوتی ہیں جس طرح انگریز اپنی سیاست میں کسی ایک بات پر نہیں جمتے اور ہر معرکہ میں گرگٹ کی چال چلتے ہیں۔ بعینہ مرزا قادیانی بھی اپنے کسی ایک دعوے پر جم نہیں سکا۔ نہ وہ اپنے اس دعوے کی تصدیق میں کسی ایک بات پر ٹھہر سکا ہے۔ ہمیں اسکی وجہ صرف یہی سمجھ میں آتی ہے کہ وہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا اور اسے انہی کی راہ پر چلنا تھا۔ کیونکہ سایہ بھی اپنی اصل سے جدا نہیں ہوتا اور اسکا تو دعویٰ ہی ظلی نبی ہونے کا تھا۔

سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی لائق تبریک ہیں کہ انہوں نے حضرۃ امام باقر ؒ کی مذکور پیشگوئی پر ایک نہایت مفید رسالہ سپرد قلم فرمایا ہے اور اس سے پہلے پیش لفظ میں مرزا غلام احمد قادیانی کی اور بھی چند بے سروپا باتیں نقل کی ہیں۔ جسکے ساتھ اسکے اس دعوے کو ''ایک رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگنا میری صداقت کا نشان ہے'' سمجھنا اور آسان ہو جاتا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

احقر نے مولانا موصوف کے ارشاد پر یہ چند سطور بطور مقدمہ قلمبند کی ہیں۔ مجھے امید واثق ہے کہ اگر قادیانی لوگ بھی تعصب سے بالاتر ہو کر اسے مطالعہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بھی الحاد کے ان کانٹوں سے مخلصی عطا فرما دیں گے جو قادیانیوں نے اسلام کی راہ بیضاء میں بچھا رکھے ہیں۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

خالد محمود عفا اللہ

حال وارد انگلینڈ

۱۲-۴-۹۵

پیش لفظ (طبع اول)

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ ۔ اما بعد

انگریز کا خود کاشتہ پودا:

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی یوں تو بے شمار ہیں ۔ چودھویں صدی کے مجدد سے لیکر دعویٰ نبوت و رسالت تک یہاں تک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خاتم الانبیاء ہونے کا دعویٰ ہے اور یوں اس سے آگے ترقی کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کا بیٹا ہونے کا دعویٰ اور پھر خدائی صفات سے متصف ہو کر خود خدا ہونے تک کا دعویٰ، یہ سب دعاوی اس کی کتب میں موجود ہیں۔

''دعاوی مرزا'' نام سے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مرحوم کا ایک مستقل رسالہ اس مضمون کا موجود ہے ۔ مرزا کے ان دعاوی کی تفصیل اس میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے لیکن سادہ لوح عوام اور ناواقف مسلمانوں کو شکار کرنے کے لئے یہ لوگ ابتداً ان کے سامنے مرزا غلام احمد کے چودھویں صدی کا مجدد، مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرمان نبوی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوتا ہے اب چودھویں صدی کا مجدد ''مرزا غلام احمد قادیانی'' ہے یہ آخری صدی ہے اور اس کا مجدد، مہدی اور مسیح موعود بھی ہے ۔ مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے لہٰذا میں ہی ''مہدی اور مسیح موعود'' ہوں ۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ بڑی جسارت اور بے حیائی سے اس بات کو حضور سرکار دو عالم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا اور کہا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چودھویں صدی کا مجدد ہی مسیح موعود ہوگا اور وہ صدی کے سر پر ظاہر ہوگا مرزا قادیانی نے ''براہین احمدیہ حصہ پنجم ضمیمہ کے ص ۱۸۸'' پر اس جھوٹ کو بڑی شد و مد کے ساتھ یوں تحریر کیا۔

> احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ ''مسیح موعود'' صدی کے سر پر آئے گا اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔

''احادیث'' عربی میں جمع کثرت کا وزن ہے اور جمع کثرت کم از کم دس سے شروع ہوتی

ہے لہٰذا مرزا قادیانی کے دعویٰ کے مطابق کم از کم دس احادیث ایسی ہونی چاہئیں۔ حالانکہ دس احادیث تو کجا احادیث کے پورے ذخیرہ میں ایک ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ایسی نہیں پائی جاتی۔ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چودھویں صدی کا ذکر کیا ہو اور کہا ہو کہ اس کے سر پر مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ مرزا قادیانی کا حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سراسر افتراء جھوٹ اور بہتان ہے مرزا قادیانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ افتراء باندھ کر آپ کے ارشاد کے مطابق اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا چکا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۲۱ کتاب العلم)

''کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔''

راقم کا ایک اشتہار تقریباً ۲۵ سال سے چھپ رہا ہے جس میں مرزائیوں کو چیلنج کیا گیا ہے کہ کوئی مرزائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی حدیث پیش کر دے جس میں آپ نے چودھویں صدی کا ذکر کیا ہو اور فرمایا ہو کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر آئے گا اور یہ کہ وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا راقم اس پر اسے مبلغ دس ہزار روپیہ بطور انعام دے گا لیکن آج تک ماں نے ایسا مرزائی نہیں جنا جو چودھویں صدی کی یہ روایت کتب حدیث سے دکھا کر یہ انعام مذکور حاصل کرے اور مرزا قادیانی کو جہنمی ہونے سے بچا لے۔ راقم اپنے چیلنج پر اب بھی قائم ہے لیکن سورج بجائے مشرق کے مغرب سے تو چڑھ سکتا ہے چاند، سورج بے نور ہو سکتے ہیں آسمان پھٹ سکتا ہے، پہاڑ ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں لیکن چودھویں صدی کی یہ حدیث دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی اور نہ اب تک کسی کو ملی ہے۔

قادیانیو! خدا کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة۔ (البقرة: ۲۴)

مہدی اور مسیح ایک شخصیت نہیں:

پھر مہدی اور مسیح، احادیث صحیحہ کی روشنی میں دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں یہ ایک شخصیت

کے دو نام نہیں ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جو حضرت مریم کے بطن سے بغیر باپ کے خدا تعالیٰ کی قدرت سے پیدا ہوئے۔ قرآن و حدیث کی تصریحات کے مطابق وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور قیامت کے قریب وہ آسمان سے دو فرشتوں کے ذریعہ دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی مینار پر جس کا رنگ سفید ہوگا، دو زرد چادریں پہنے نازل ہوں گے۔ ان تمام احادیث کو مرزا قادیانی بھی صحیح تسلیم کرتا ہے۔ امام مہدی حضور ﷺ کے امتی ہوں گے۔ حضرت فاطمۃ الزہراء کی اولاد میں سے ہوں گے، نام انکا "محمد" ہوگا۔ باپ کا نام "عبداللہ" ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت وہ دمشق کی جامع مسجد میں موجود ہوں گے اور مسلم شریف کی روایت کے مطابق وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے نازل ہونے کے بعد جماعت کرانے کی پیشکش کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام معذرت کریں گے کہ نہیں یہ نماز آپ پڑھائیں میں یہ نماز آپ کے پیچھے ادا کروں گا۔ تاکہ اس امت کی شان ظاہر کی جائے کہ پہلی امت کا نبی آخری عظیم الشان نبی کے امتی کے پیچھے نماز ادا کر رہا ہے۔ ان تمام صریح اور صحیح احادیث کو نظر انداز کرتے ہوئے مرزا قادیانی نے یہ دعویٰ کیا کہ نہیں یہ دو علیحدہ شخصیتیں نہیں بلکہ یہ ایک ہی شخصیت کے دو لقب ہیں مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔

مرزا قادیانی کی عادت ہے اگر کوئی گرا پڑا قول خواہ وہ موضوع اور غلط ہی کیوں نہ ہو اگر کچھ اس کے مفید مطلب ہے تو اس پر ایک عظیم عمارت کھڑی کر دے گا اور اگر بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث ہوں اور وہ اسکے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہوں۔ تو (نعوذ باللہ) کہتا ہے کہ انہیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دو۔ مرزا نے لکھا ہے کہ مہدی کے متعلق تمام احادیث ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں سوائے ایک حدیث "**لا مهدی الا عیسیٰ**" کے کہ مہدی نہیں ہے مگر عیسیٰ۔ حالانکہ محدثین کرام اس حدیث کو سند کی رو سے بالکل ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ یہ دوسری صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے اور اگر اس حدیث کو باوجود ضعف کے مان لیا جائے تو پھر اس کے معنی ہیں کہ مسیح اور مہدی غایت اتحاد میں ایک ہیں ان کا آپس میں کہیں کوئی معارضہ نہ ہے۔ یہ معنی دوسری صحیح احادیث کے خلاف نہ ہوں گے پھر علماء نے اسے اس طرح تطبیق بھی دی ہے کہ یہاں پر مہدی معروف اور اصطلاحی معنی میں مراد نہیں ہے۔ جس کی احادیث صحیحہ میں تفصیلی

علامات بیان کی گئی ہیں بلکہ یہاں پر "مہدی" لغوی معنی میں ہے یعنی ہدایت یافتہ کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے پیغمبر ہی ہدایت یافتہ ہیں اور اس وقت ہدایت کا نشان ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر سے زیادہ ہدایت یافتہ اور کون ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام قرطبی اپنی کتاب تذکرہ میں امام مہدی کا ذکر کرتے ہوئے اس میں اس روایت کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

و هذا لا ينافي ما تقدم في احاديث المهدي ۔ اى انه لا مهدي الا عيسىٰ لعصمته و كماله فلا ينافي وجود المهدي كقولهم "ما فتى الا على"

"یعنی بیان سابق میں جو حدیثیں خاص امام مہدی کے باب میں آئی ہیں انکے مخالف یہ روایت نہیں ہے کیونکہ اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت وشان بمقابلہ امام مہدی کے بیان کرنا مقصود ہے۔ جس طرح عرب کا یہ مقولہ "ما فتى الا على" یعنی کوئی جوان نہیں ہے مگر علی۔"

اب ظاہر ہے کہ اس قول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت علی کے سوا کوئی اور جوان نہیں ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ حضرت علی ایسے عالی حوصلہ اور صاحب قوت جوان ہیں کہ ان کے مقابلہ میں گویا دوسرا جوان ہی نہیں ہے۔ اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی شان ہدایت ایسی عظیم الشان ہے کہ دوسرا ہادی ان کے مقابلہ میں گویا نہیں ہے۔ امام شعرانی نے بھی یہی ذکر کیا ہے۔ یہ معنی اسلئے کئے گئے کہ یہ روایت اپنی ظاہری معنی کے لحاظ سے دوسری احادیث کے مخالف نہ ہو۔ صحیح احادیث کے مطابق یہ دو علیحدہ شخصیتیں ہیں۔

دروغ گورا حافظہ نہ باشد:

کے مصداق مرزا قادیانی کو یہ یاد نہ رہا کہ وہ خود اپنی کتاب "تحفہ گولڑویہ" صفحہ ۱۸ میں لکھ چکا ہے کہ احادیث کی رو سے تین شخصیات مشرق سے ظاہر ہوں گی۔

(۱) عیسیٰ (۲) مہدی (۳) دجال

مرزا قادیانی کا احادیث کی رو سے یہ اعتراف، خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مہدی

اور عیسیٰ دو علیحدہ شخصیتیں ہیں ایک نہیں ہیں اگر یہ دونوں ایک شخصیت کے دو لقب تھے تو پھر مرزا قادیانی کو کہنا چاہیے تھا کہ مشرق سے دو شخصیتیں ظاہر ہوں گی۔ تین کا عدد واضح ثبوت ہے کہ احادیث نبویہ کی رو سے مرزا قادیانی کے نزدیک بھی مسیح اور مہدی دو علیحدہ شخصیتیں ہیں اگر یہ دونوں ایک ہوں تو تین کا عدد کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ پھر تو یہ عیسائیوں کے عقیدہ ''تثلیث'' کے مطابق ایک گورکھ دھندہ ہوگا ان کے نزدیک تین میں ایک اور ایک میں تین کا ایک انوکھا اور نرالا فلسفہ ہے اب مرزائیوں کا بھی عیسائیوں کی طرح ''تثلیث'' کا عقیدہ ہوگا لیکن ان کے نزدیک دو میں تین اور تین میں دو شخصیتیں ہوں گی یہ قادیانی منطق کوئی عقل کا اندھا ہی قبول کر سکتا ہے۔ عقلمند تو اسے ایک لمحہ کے لئے بھی قبول کرنے کو تیار نہ ہوگا۔

اب اس بحث کو بھی چھوڑ دیئے کہ یہ دو علیحدہ شخصیتیں ہیں یا ایک اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء اور بہتان لگاتے ہوئے مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ چودھویں صدی کو بتایا اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کیا ہے کہ چودھویں صدی آخری صدی ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے لہٰذا اب احادیث کی رو سے میں ہی مسیح اور مہدی ہوں کیونکہ اور تو کوئی اس صدی میں یہ دعویٰ کرنے والا موجود نہیں ہے اور میں ہی صرف اس کا مدعی ہوں۔

بہت سے ناواقف اور سادہ لوح مسلمان قادیانی کے اس جھوٹ کو سچ سمجھ کر اس کے اس دھوکہ کا شکار ہو گئے کہ جب احادیث میں آ گیا کہ مسیح اور مہدی چودھویں صدی میں آئے گا۔ اور پھر یہ بھی مشہور کر دیا گیا کہ یہ صدی آخری صدی ہے اور کوئی دوسرا مدعی بھی موجود نہیں تو ہو سکتا ہے کہ مرزا ہی مہدی ہو لہٰذا اس کو مان لیں۔ اگرچہ اس میں مسیح اور مہدی کی ظاہری علامات نہیں پائی جاتیں لیکن چونکہ یہ آخری صدی ہے اس لئے ہم مہدی اور مسیح پر ایمان لائے بغیر کیوں مریں چنواہی کو مان لیتے ہیں۔

کئی ایک نئے مرتد ہونے والے قادیانیوں سے گفتگو کا موقع ملا اور ان سے جب دریافت کیا کہ آپ کیوں قادیانی ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ مولانا چودھویں صدی جب ختم ہو رہی ہے اور اس کے بعد اور کوئی صدی نہیں ہم تو اس لئے ایمان لے آئے ہیں کہیں ہم مسیح اور مہدی پر ایمان لائے بغیر ہی نہ مر جائیں ہم انہیں بتاتا رہا کہ یہ جھوٹ ہے۔ چودھویں صدی آخری نہیں ہے۔

قرآن وحدیث میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے یہ محض مرزا قادیانی کا افتراء ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ موعود صاحب پندرھویں صدی نہیں آنے کی یہی چودھویں صدی آخری صدی آ گئی تو پھر مرزا قادیانی پر لعنت بھیج کر اس کے جھوٹے ہونے کا اعلان کر دیں گے میں دعا کرتا رہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے پندرھویں صدی کے آنے تک زندہ رکھے اور آپ بھی زندہ رہیں تاکہ آپ پندرھویں صدی کا آنا اپنے کانوں سے سنیں اور آنکھوں سے دیکھیں۔

پندرھویں صدی کی آمد:

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس ناچیز بندہ کو زندہ رکھا اور پندرھویں صدی میری زندگی میں آ گئی۔ جب پندرھویں صدی کے محرم کا چاند طلوع ہوا تو ناچیز مکہ مکرمہ میں تھا۔ ہم نے الحمد للہ پندرھویں صدی کا استقبال عمرہ سے کیا۔ یکم محرم رات حرم شریف میں راقم نے بعد نماز مغرب مولانا محمد مکی حجازی صاحب کے مجمع پر تقریر کی اور کہا کہ لوگو گواہ ہو جاؤ۔ آج پندرھویں صدی شروع ہو گئی۔ آپ سب کو نئی صدی کی مبارک ہو۔ آج مرزا قادیانی کا ایک جھوٹ جو ایک سو سال سے چل رہا تھا ختم ہو گیا ہے اگر مرزا قادیانی واقعی سچا ہوتا تو آج پندرھویں صدی شروع نہ ہوتی اور چودھویں صدی ختم ہونے پر قیامت آ جاتی۔ آج سورج مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہوتا لیکن وہ حسب معمول مشرق سے ہی طلوع ہوا ہے۔ اب ثابت ہو گیا کہ چودھویں صدی آخری صدی نہ تھی اور جس نے چودھویں صدی کو آخری صدی بنا کر مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا وہ جھوٹا تھا۔ پندرھویں صدی کی آمد مرزا قادیانی کے جھوٹا ہونے کی ایک نہایت روشن دلیل ہے اب پندرھویں صدی کا ہر آنے والا سال ہر مہینہ ہر دن بلکہ ہر گھنٹہ اور ہر منٹ مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کا پکار پکار کر اعلان کر رہا ہے لیکن مرزائی ہیں کہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر اڑے ہوئے ہیں میں نے وہیں مکہ مکرمہ سے ایک اشتہار لکھ کر بھیجا تاکہ اسے کثیر تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا جائے اس اشتہار کا عنوان تھا کہ۔

مرزائیو! چودھویں صدی ختم ہوئی اب توبہ کر لیجئے:

اگر مرزائیوں میں خوف خدا ہوتا اور ان کو قیامت پر یقین ہوتا ان میں ایمان کا شائبہ تک

ہوتا تو جونہی چودھویں صدی ختم ہو کر پندرھویں صدی شروع ہوئی تھی وہ مرزا قادیانی کے جھوٹے ہونے کا برملا اعلان کرتے اس پر لعنت بھیجتے اور مرزائی مذہب کو خیر باد کہتے ہوئے سچے دل سے مسلمان ہو جاتے لیکن وہ اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر بدستور قائم رہے پھر بھی ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں غور وفکر کی توفیق دیں اور وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز آ کر اپنی عاقبت سنواریں۔

پندرھویں صدی کا مجدد کون؟

اب غور کریں حدیث نبوی کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے۔ اب پندرھویں صدی شروع ہے اس کا بھی کوئی مجدد ہوگا۔ اب اگر کوئی مرزا قادیانی کی طرح یہ دعویٰ کردے کہ یہ آخری صدی ہے اور اس صدی کا میں مجدد ہوں اور چونکہ یہ آخری صدی ہے لہٰذا میں ہی مہدی اور مسیح ہوں تو قادیانی اسے کیسے جھوٹا قرار دیں گے۔ اگر وہ پندرھویں صدی کے مدعی کو سچا مان لیں مرزا قادیانی تب جھوٹا اور اگر وہ اس پر ایمان نہ لائیں مرزا قادیانی تب بھی جھوٹا کیونکہ پندرھویں صدی آنے سے چودھویں تو آخری نہ رہی۔ لہٰذا اس صدی کا مدعی تو ہر حال میں جھوٹا ہوگا۔

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا:

اب مرزا قادیانی ہر طرف سے مایوس ہو کر (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) کے مصداق امام محمد باقرؒ کے ایک قول کا سہارا لیتا ہے جسے وہ بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے حدیث رسول کہہ کر مسلمانوں کو حسب عادت دھوکہ دیتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن لگے گا یہ سچے مہدی کی علامت ہے اب میرے زمانہ میں چاند اور سورج دونوں کو رمضان کے مہینہ میں گرہن لگا لہٰذا میں ہی سچا مہدی ہوں۔ جس پر آسمانی شہادت ہو چکی ہے۔

قطع نظر اس کے کہ مرزا قادیانی نے خود لکھا ہے کہ مہدی کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں اور ناقابل اعتبار ہیں سوائے ایک حدیث کے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اب اس قول کو حدیث رسول قرار دیکر اس پر اتنی عظیم عمارت کھڑی کر دی گئی۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتابوں میں

بڑی شد و مد سے اس گرہن کو اپنی صداقت کا ایک عظیم نشان قرار دیا ہے اور اسکے پیروکار بھی اس ناقابل اعتبار قول کو خدا کے خوف سے عاری ہو کر حدیث رسول قرار دیکر مرزا قادیانی کی صداقت کا ڈھنڈورا پوری دنیا میں پیٹ رہے ہیں ''انٹرنیشنل ہفت روزہ الفضل لندن'' میں چار صفحات کا مفصل مضمون شائع ہوا ہے۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر نے سالانہ جلسہ پر مرزا قادیانی کی صداقت پر یہ دلیل پیش کی ہے کہ ایک رمضان میں سورج اور چاند گرہن لگنا مہدی کے ظہور کی علامت ہے۔ قادیانی چودھویں صدی کی طرح اس قول کو بھی حدیث رسول بتلا کر سادہ لوح عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں راقم نے ضروری سمجھا کہ اس قول کی اصل حقیقت واضح کی جائے۔ کیا یہ حدیث رسول ہے یا عنوانا صرف امام محمد باقر کا قول ہے؟ گر امام باقر سے منقول ہے تو کیا وہ سند کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ اسکو بطور حجت اور دلیل پیش کیا جائے؟ اور اگر بفرض محال اسے صحیح اور قابل حجت بھی مان لیا جائے تو کیا مرزا قادیانی اس قول کے مطابق سچے مہدی ثابت ہوتا ہے؟ اور کیا واقعی اسکے زمانہ میں سورج اور چاند کو گرہن امام محمد باقر کے قول کے مطابق لگا تھا؟ ان سوالات کے جوابات آپ کو ان اوراق میں ملیں گے قادیانیوں نے اس قول میں کئی ایک مغالطے دینے کی کوشش کی ہے جنکی وضاحت کی اس ناچیز نے کوشش کی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھٹکے ہوئے لوگوں کیلئے ذریعہ ہدایت بنائیں اور اگر قادیانی تنہائی میں بیٹھ کر ضد اور ہٹ دھرمی کو یک طرف رکھتے ہوئے غور سے اسے پڑھیں تو

شاید کہ اتر جائے ان کے دل میں میری بات

اور اللہ تعالیٰ ان کیلئے ہدایت کا دروازہ کھول دیں اور وہ جہنم کے سخت عذاب سے بچ جائیں۔

از مرتب

(مولانا منظور احمد چنیوٹی)

ایک رمضان میں چاند اور سورج کو گرہن لگنا

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد

ظہور مہدی کا ایک آسمانی نشان:

ہفت روزہ ''الفضل'' انٹرنیشنل لندن جلد نمبر ۲ شمارہ (۳۰) ۳۱ جمعہ ۹ جولائی ۱۹۹۳ء صفحہ ۹ پر ''خدائے قادر کی گواہی کا درجہ رکھنے والی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مہتمم بالشان پیشگوئی'' کے عنوان سے ایک صاحب جن کا نام درج نہیں۔ ان کا چار صفحات پر مشتمل ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں رمضان المبارک کے مہینہ میں چاند اور سورج کے گرہن لگنے کو مرزا قادیانی کی صداقت پر خدا تعالیٰ کی گواہی کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس گرہن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مہتمم بالشان پیشگوئی قرار دیتے ہوئے مضمون نگار نے اس پیشگوئی کی نسبت بار بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی ہے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آپ پر دانستہ جھوٹ بولنے والے کا ٹھکانہ جہنم میں ہے۔ قادیانی اکثر اس پیشگوئی کا ذکر کر کے دھوکہ دینے کی کوشش کرتے رہتے ہیں مذکور مضمون نگار نے بھی اس مضمون میں کئی ایک مغالطے دیئے ہیں۔ درج ذیل سطور میں ان مغالطوں کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ قارئین کرام خود فیصلہ کر سکیں کہ اصل پیشگوئی کیا تھی؟ مرزا قادیانی اس پیشگوئی کے مطابق بھی کیا سچا مہدی مانا جا سکتا ہے؟

پہلا مغالطہ:

سب سے بڑا مغالطہ تو یہ ہے کہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مہتمم بالشان پیشگوئی بتایا گیا ہے اور مضمون نگار نے بار بار اس نسبت کا تکرار کیا ہے حالانکہ اس روایت کے ظاہر الفاظ کے مطابق بھی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قطعاً نہیں بلکہ اسے امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کا قول بتایا گیا ہے۔ احادیث کے ذخیرہ میں یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں بھی مذکور نہیں ہے اور نہ ہی امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ''قال رسول اللہ'' کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے لہذا اس قول کو حدیث رسول بنا کر پیش کرنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان

عظیم اور کذب وافترا ہے اور حسب حدیث ایسا کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے ہم بلاخوف و تردید قادیانی امت کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اسے حضور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث ثابت کریں اور دس ہزار روپے کا نقد انعام پائیں، ہے کوئی قادیانی مرد میدان جو اپنے بنائے ہوئے نبی کو سچا ثابت کر سکے اور یہ انعام حاصل کرے؟

دوسرا مغالطہ:

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح اور صحیح احادیث میں امام مہدی کی تفصیلی علامات مذکور ہیں جن میں امام مہدی کا نام "محمد" ان کے باپ کا نام "عبد اللہ" ان کا خاندان اور نسب حضرت فاطمۃ الزہراء سے بتایا یعنی وہ فاطمی سید ہوگا۔ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھا ہوگا اور لوگ اسکی بیعت کریں گے امام مہدی حج کریں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت دمشق کی جامع مسجد میں نماز کے وقت موجود ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھانے کی پیش کش کریں گے۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام سے ملکر یہودیوں سے جنگ کریں گے یہودیوں کا دنیا میں نام ونشان مٹ جائے گا۔ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں پوری دنیا پر اسلام کو غلبہ نصیب ہوگا۔ شرک وکفر کا نام ونشان نہ رہے گا۔ ظلم مٹ کر عدل وانصاف قائم ہوگا۔ جنگیں اور جھگڑے ختم ہو جائیں گے شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں گے اور اسی قسم کی دیگر واضح اور صریح علامات ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی مرزا قادیانی میں نہیں پائی گئی ان تمام واضح علامات کو چھوڑ کر ایک ایسے قول کا سہارا لینے کی کوشش کی جو سنداً بالکل غلط انتہائی ساقط اور ناقابل اعتبار ہے ذرا اس کی سند کا حال ملاحظہ فرمادیں۔ اس روایت کا پہلا راوی "عمرو بن شمر" ہے اس کے متعلق فن رجال کے مشہور امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب "میزان الاعتدال" جلد نمبر ۲ صفحہ ۲۶۲ پر لکھتے ہیں۔

لیس بشیئی کذاب، رافضی، یشتم الصحابة، یروی الموضوعات عن الثقات منکر الحدیث، لا یکتب حدیثه متروک الحدیث۔

ان نو عنوانوں سے راوی کی "جلالت شان" واضح ہورہی ہے کہ یہ کذاب رافضی تھا صحابہ کرام کو گالیاں دیتا تھا من گھڑت اور جھوٹی روایات بنا کر ثقہ لوگوں کی طرف منسوب کرتا تھا

منکر الحدیث اور متروک الحدیث تھا' اس کی حدیث نہ لکھی جائے ، دوسرا راوی "جابر" ہے اس نام کے بہت سے راوی ہیں یہاں کون سا "جابر" مراد ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں ایک مجہول آدمی ہے شاید یہ "جابر جعفی" ہو، جس کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس قدر مجھے جھوٹے لوگ ملے ہیں "جابر جعفی" سے زیادہ جھوٹا میں نے کسی کو نہیں پایا۔

تیسرا راوی "محمد بن علی" ہے اس نام کے بہت سے راوی ہیں اس کی کوئی دلیل نہیں کہ اس "محمد" سے "محمد باقر" ہی مراد ہوں۔ کیونکہ "عمرو بن شمر" مذکور کی عادت تھی کہ وہ ثقہ راویوں کی جانب من گھڑت "موضوع" روایت منسوب کر کے نقل کیا کرتا تھا۔

اب از راہِ انصاف غور فرمائیں کہ صحیح روایات میں دی گئی واضح علامات کو چھوڑ کر کس بات پر استدلال کی بنیاد رکھی جا رہی ہے جس کی سند کا یہ حال ہے تو وہ کیسے قابلِ حجت ہو سکتی ہے اور پھر عقائد جیسے اہم معاملہ میں جس میں قطعیات کے سوا کوئی دلیل قابلِ قبول نہیں ہوتی۔

تیسرا مغالطہ:

بفرضِ محال اسے امام محمد باقر کا قول مان بھی لیا جائے اور اس کی ناقابلِ اعتبار سند سے صرف نظر بھی کر لیا جائے تو بھی اس سے مرزا قادیانی اپنے دعوے میں سچا ثابت نہیں ہوتا اور وہ اس قول کا ہرگز مصداق نہیں بنتا۔ کیونکہ امام محمد باقر فرماتے ہیں:

ان لمهدینا آیتین لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه ولم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموات والارض۔[1]

"یعنی ہمارے مہدی کی دو علامتیں ایسی ہوں گی کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے ایسی علامتیں کبھی ظہور میں نہیں آئی ہوں گی' ایک تو چاند گرہن لگے گا رمضان کی پہلی رات میں اور دوسرا سورج گرہن لگے گا رمضان کے نصف میں اور جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے ایسے گرہن (ان تاریخوں میں) کبھی نہیں لگے ہوں گے۔"

---

[1] دارقطنی جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۸۸

مرزا قادیانی کے زمانہ میں رمضان کی جن تاریخوں میں یہ گرہن لگا تھا وہ اس قول کے مطابق نہیں ہے بلکہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں رمضان کی ۱۳ کو چاند گرہن اور ۲۸ کو سورج گرہن لگا اور قانون قدرت کے مطابق ان تاریخوں میں اس سے قبل ہزاروں مرتبہ ایسے گرہن لگ چکے ہیں امام باقر کے قول کے مطابق امام مہدی کی علامت یہ ہوگی کہ خلاف معمول چاند گرہن رمضان کی پہلی تاریخ میں لگے گا اور سورج گرہن بھی خلاف معمول رمضان کے نصف میں لگے گا جبکہ اس سے پہلے ان تاریخوں میں جب سے آسمان اور زمین بنے ہیں کبھی بھی ایسا گرہن نہیں لگا ہوگا۔

قارئین کرام خدارا انصاف کریں۔ کیا مرزا قادیانی اس قول کے مطابق سچا مہدی ثابت ہوا؟ جبکہ اسکے زمانہ میں چاند اور سورج دونوں گرہن امام محمد باقر کی بیان کردہ تاریخوں میں نہیں لگے بلکہ اس قسم کے گرہن ہزاروں مرتبہ اس سے پہلے بھی لگ چکے ہیں۔

چوتھا مغالطہ:

مرزا قادیانی نے اس قول کی تاویل کرتے ہوئے اسے اپنے اوپر یوں چسپاں کیا ہے کہ قانون قدرت ہے کہ چاند گرہن ۱۳، ۱۴، ۱۵۔ ان تین تاریخوں میں کسی ایک تاریخ میں لگتا ہے جب چاند اپنے شباب پر ہوتا ہے اور سورج گرہن چاند کی ۲۷، ۲۸، ۲۹ تین تاریخوں میں سے کسی ایک تاریخ میں لگتا ہے لہٰذا رمضان کی پہلی رات سے مراد چاند گرہن کی تین راتوں میں سے پہلی رات یعنی ۱۳ رمضان کی رات مراد ہے اور نصف رمضان سے مراد سورج گرہن کے تین دنوں میں سے درمیانہ دن یعنی ۲۸ رمضان مراد ہے لہٰذا مرزا قادیانی کے زمانہ میں ۱۳ کو چاند اور ۲۸ کو سورج گرہن جو لگا وہ امام محمد باقر کے قول کے عین مطابق ہے۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ روایت کے الفاظ پر دوبارہ غور فرمالیں اور روایت کے الفاظ قادیانی کی اس بے ہودہ اور لچر تاویل کے ہرگز متحمل نہیں۔ امام باقر نے "اول لیلة من رمضان" فرمایا جس سے واضح طور پر رمضان کی پہلی رات مراد ہے آپ نے "اول لیة من لیلالی الکسوف" نہیں فرمایا کہ جس سے ۱۳ کی رات مراد لی جائے دنیا میں کوئی کم عقل ہی ہوگا جو ۱۳ رمضان کو اول رمضان کہتا ہو۔ اسی طرح "فی النصف منہ" سے مراد رمضان کی نصف

یعنی پندرہ تاریخ مراد ہوگی۔ الغرض تیس تاریخ جو کہ رمضان کی آخری تاریخ کہلاتی ہے کو نصف رمضان قرار دینا کسی عقل کے اندھے ہی کا کام ہوسکتا ہے کوئی عقل مند ۲۸ رمضان کو نصف رمضان نہیں کہہ سکتا۔ نیز ۲۸ تاریخ کو ۲۷ اور ۲۹ کی درمیانی تاریخ کہا جائے گا۔ نصف نہیں کہا جاسکتا۔ نصف اور وسط کا فرق بڑا واضح ہے درمیانی تاریخ کو کبھی مہینے کا نصف نہیں کہتے۔ جس طرح تین چیزوں میں دوسری نصف نہیں بلکہ درمیانی کہی جاسکتی ہے۔

پانچواں مغالطہ:

مرزا قادیانی کا یہ مغالطہ اور تاویل اس لئے بھی باطل ہے کہ اس قول میں امام محمد باقر نے دو مرتبہ یہ جملہ دہرایا ہے۔

لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموات والارض

یعنی ہمارے مہدی کے دو نشان ایسے ہوں گے کہ جب سے آسمان زمین بنے ہیں تب سے ایسے نشان ظاہر نہیں ہوئے ہوں گے۔ یہ قول اسی صورت میں صحیح ہوسکتا ہے کہ جب اسے ظاہر الفاظ کے مطابق رکھا جائے یعنی رمضان کی پہلی اور پندرھویں تاریخیں ہی مراد لی جائیں کیونکہ جب سے آسمان زمین بنے ہیں ان تاریخوں میں کبھی چاند اور سورج گرہن نہیں لگا۔

یہ گرہن لگنا بطور خرق عادت ہوگا ان گرہنوں کو ۱۳ اور ۲۸ میں لا نا انہیں گرہنوں کی عادت کے دائرہ میں کھینچنا ہے حالانکہ الفاظ روایت میں اسے پیش ہی خرق عادت کے طور پر کیا گیا ہے فرمایا:

لم تکونا منذ خلق اللّٰہ السموات والارض

۱۳ رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ رمضان کو سورج گرہن مرزا قادیانی سے پہلے بھی ہزاروں مرتبہ لگ چکا ہے چنانچہ ماہر نجوم مسٹر کیتھ کی کتاب ''یوز آف دی گلوبز'' اور اسی طرح ''حدائق النجوم'' دونوں کتابوں میں ۱۸۰۱ء تا ۱۹۰۱ء ایک صدی کے گرہنوں کی فہرست دی گئی ہے اس میں سے صرف پینتالیس سالوں میں تین مرتبہ انہی تاریخوں میں چاند اور سورج گرہن لگا۔

پہلی مرتبہ ۳ جولائی ۱۸۵۱ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۲۶۷ھ

دوسری مرتبہ ۲۱ مارچ ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ

تیسری مرتبہ ۲۶ مارچ ۱۸۹۵ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۱۲ھ

مسٹر کیتھ کی کتاب ''یوز آف دی گلوبز'' اور ''حدائق النجوم'' ان دونوں کی فہرست کے مطابق پچاس (۴۵) سال کے قلیل عرصہ میں تین مرتبہ گرہن لگنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی تاریخوں میں کئی مرتبہ اور لگ چکا ہوگا۔

گرہن کے متعلق ایک اہم قاعدہ:

''انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا'' کی ۲۷ ویں جلد میں گرہن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سات سو تریسٹھ برس پہلے سے ۱۹۱۱ء کا تجربہ لکھا ہے۔ جس کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ہر ثابت شدہ یا مانا ہوا گرہن ۲۲۳ برس قبل اور بعد میں اسی قسم کا گرہن ہوتا ہے یعنی وہ مانا ہوا گرہن جس مہینہ میں جس طور اور جس وقت کا ہوگا ۲۲۳ برس قبل اور بعد بھی انہیں خصوصیات کے ساتھ ویسا ہی دوسرا گرہن ہوگا۔ اب اس حساب کی روشنی میں غور کرلیں۔ جب ۱۲۶۷ ہجری سے ۱۳۱۲ تک چھیالیس برس میں تین مرتبہ گرہنوں کا اجتماع رمضان المبارک کی ۱۳ اور ۲۸ تاریخ کو ہوا ہے تو حسب قاعدہ دیکھا جائے کہ کس کس وقت گرہنوں کا اجتماع ۱۳ اور ۲۸ رمضان میں ہوا۔

چھٹا مغالطہ:

مرزا قادیانی نے حقیقت الوحی میں دبے لفظوں میں یہ اقرار کیا ہے اس سے پہلے بھی ان تاریخوں پر رمضان میں گرہن لگ چکے ہیں۔ اور اسے یوں بدلا ہے کہ رمضان کی ۱۳ کو چاند گرہن اور ۲۸ کو سورج گرہن اگر پہلے لگا بھی ہے تو اس زمانہ میں کوئی مدعی موجود نہ تھا۔ مرزا قادیانی کا یہ بھی ایک مغالطہ ہے جو اسکی دروغ گوئی یا جہالت کی بین دلیل ہے۔ اول تو امام باقر کے قول میں یہ کہیں موجود نہیں کہ اس زمانہ میں کوئی مدعی موجود ہوگا، بلکہ سچے مہدی کے یہ دو نشان ہیں جو اس کے زمانہ میں پائے جائیں گے۔ علاوہ ازیں ذیل میں چند مدعیوں کے نام پیش کیے جاتے ہیں۔ جنہوں نے گرہن کی انہی تاریخوں میں دعویٰ کیا ہے یہ چند نام جو ہمارے علم میں ہیں ذکر کیے جا رہے ہیں واقع میں کتنے ہوئے انہیں ماہرین تاریخ ہی جان سکتے ہیں۔

(۱) ۱۱۷ھ مطابق ۷۳۶ء رمضان کی ۱۳ اور ۲۸ تاریخوں میں گرہن لگا تو اس وقت ''ظریف'' نامی ایک بادشاہ موجود تھا جو صاحب شریعت نبی ہونے کا مدعی تھا۔

(۲) ۱۶۱ھ مطابق ۷۷۹ء رمضان کی انہیں تاریخوں میں گرہن لگا جبکہ اس وقت ''صالح''

نامی مدعی موجود تھا پھر اسی کے دور میں ۱۹۲ھ مطابق ۸۰۷ء کو بھی رمضان کی مذکورہ تاریخوں میں گرہن لگا۔

(۳) ۳۴۶ھ مطابق ۹۵۹ء رمضان کی انہیں تاریخوں میں گرہن لگا اور اس وقت "ابو منصور عیسیٰ" مدعی نبوت موجود تھا۔

(۴) ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں انہیں تاریخوں میں گرہن لگا جبکہ امریکہ میں "مسٹر ڈوئی اس وقت مسیح موعود ہونے کا جھوٹا مدعی موجود تھا اور اس وقت بہاؤ اللہ ایرانی بھی مدعی موجود تھا۔

(۵) ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں انہی تاریخوں میں گرہن لگا جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے علاوہ بہاؤ اللہ ایرانی ایران میں، مسٹر فرونی اور مسٹر ڈوئی امریکہ میں موجود تھے جبکہ مرزا قادیانی یہ صریح جھوٹ بولتا ہے کہ اس گرہن کے وقت میں مہدی موعود ہونے کا مدعی کوئی زمین پر بجز میرے نہ تھا۔

اب غور فرماویں کہ جب رمضان کی انہی تاریخوں میں پہلے بھی کئی مرتبہ گرہن لگ چکا ہے اور اس زمانہ میں مدعی بھی موجود ہیں تو پھر یہ گرہن مرزا کی صداقت کی دلیل کیسے بن سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ساتواں مغالطہ:

مرزا قادیانی لفظ "قمر" سے ایک اور بڑا مغالطہ دیتا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی اپنی کتاب (انجام آتھم، روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۱) پر تحریر کرتا ہے کہ حدیث میں چاند گرہن کے بارے میں قمر کا لفظ آیا ہے۔ پس اگر یہ مقصود ہوتا کہ پہلی رات میں چاند گرہن ہوگا تو حدیث میں "قمر" کا لفظ نہ آتا بلکہ ہلال کا لفظ آتا کیونکہ کوئی شخص اہل لغت اور اہل زبان میں سے پہلی رات کے چاند پر لفظ "قمر" کا اطلاق نہیں کرتا بلکہ وہ تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ اس علمیت کے ساتھ مولوی کہلاتے ہیں اب تک یہ خبر نہیں کہ پہلی رات کے چاند کو عربی میں کیا کہتے ہیں پھر علماء پر مزید غصہ نکالتے ہوئے اپنی کتاب "تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۳۸، ۱۳۹" میں لکھتے ہیں۔ اے حضرات فدا سے ڈرو جبکہ حدیث میں "قمر" کا لفظ موجود ہے۔ اور بالاتفاق "قمر" اسکو کہتے ہیں جو تین دن کے بعد یا سات دن کے بعد کا چاند ہوتا ہے۔

تو اب "ہلال" کو کیونکر "قمر" کہا جائے۔ ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔

اب اسے مرزا قادیانی کی بے خبری اور جہالت کہا جائے یا اسکا مغالطہ اور صریحاً دھوکہ! فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑا جاتا ہے۔ مرزا اس زور سے دعویٰ کر رہا ہے کہ "قمر" کا اطلاق پہلی تاریخوں پر نہیں ہوتا اسکا اطلاق تین یا سات راتوں کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ "قمر" جس طرح تیسری یا چوتھی یا ساتویں تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ اسی طرح مہینہ کی اول کی شب سے لیکر آخر تک کے چاند کو بھی عربی میں "قمر" کہتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ چاند کے مختلف اوقات اور مختلف صفات کے لحاظ سے مختلف نام رکھے گئے ہیں۔ مثلاً ہلال بدر وغیرہ۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسکا کوئی اصلی نام بھی ہو۔ جس پر یہ مختلف حالتیں طاری ہوتی ہیں اور وہ سب میں مشترک ہو اور وہ لفظ "قمر" ہے۔ اسکی مختلف حالتوں کی وجہ سے اسکے مختلف نام ہوتے ہیں۔ یعنی اصلی نام کے سوا اکثر دوسرے نام لئے جاتے ہیں اور جب وہ حالت نہیں رہتی تو صرف اصلی نام لیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو لغت کی مشہور کتاب قاموس اور اسکی شرح تاج العروس الهلال غرة القمر و هي اول ليلة یعنی ہلال قمر کی پہلی رات کو کہتے ہیں۔ دیکھئے مسئلہ کیسا صاف روشن ہو گیا کہ "قمر" ایسا لفظ ہے کہ پہلی رات کے چاند کو بھی کہتے ہیں اور اسے "ہلال" بھی کہتے ہیں۔ صاحب تاج العروس لکھتے ہیں۔

"يسمى القمر لليلتين من اول الشهر هلالاً"

یعنی مہینہ کی پہلی دو راتوں میں "قمر" کا نام ہلال رکھا جاتا ہے۔ اس سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ پہلی اور دوسری رات کے چاند کو "قمر" تو کہتے ہی ہیں مگر ہلال بھی اسکا نام ہے۔ "لسان العرب" میں بھی یہی عبارت ہے اور یہ لغت کی ایسی مشہور اور مستند کتاب ہے کہ مرزا قادیانی بھی اسے مستند مانتا ہے۔

یہ کتاب کے چند حوالے پیش کیے گئے ہیں جن سے ثابت ہو گیا کہ پہلی رات کے چاند کو "قمر" کہتے ہیں مگر اس کی حالت خاص کی وجہ سے ہلال اور بدر بھی کہا جاتا ہے نہ یہ کہ اس رات کے چاند کو "قمر" کہنا غلط ہے۔ ان شاہدوں کے علاوہ عظیم الشان شاہد قرآن مجید کا محاورہ ہے۔ ملاحظہ کیا جائے۔ سورت یٰسین میں ہے۔

والقمر قدرنه منازل حتی عاد کالعرجون القدیم (یٰسٓ: ۳۹)

یعنی "قمر" کیلئے ہم نے منزلیں مقرر کی ہیں۔ اسکے بعد جب ترقی کرتا ہے پھر اسکی حالت کو تنزل ہوتا ہے یہاں تک سوکھی ٹہنی خمیدہ کے مثل ہو جاتا ہے۔

دوسری آیت سورت یونس کی ہے۔

ھو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نورا وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب۔ (یونس: ۵)

یعنی اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے "شمس" (سورج) چمکدار اور "قمر" (چاند) کو نور بنایا اور اسکے لئے منزلیں مقرر کیں۔ تاکہ تم برسوں کی گنتی کر سکو اور حساب جان سکو۔ اہل علم اور عقل ودانش پر سورج کی طرح روشن ہو رہا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں پورے مہینے کے چاند کو "قمر" کہا ہے۔ خواہ وہ پہلی رات کا چاند ہو یا کسی دوسری تاریخ کا اور قرآن کریم میں یہ صرف دو جگہوں پر نہیں۔ بہت جگہوں پر پورے مہینے کے چاند کو "قمر" کہا گیا ہے۔ قرآن کریم کے استعمال اور اہل لغت کی صراحت کے بعد یہ بات واضح ہوگئی کہ جسطرح چاند اردو زبان میں ہر رات کے چاند کو کہتے ہیں۔ اسی طرح عربی میں ہر رات کے چاند کو "قمر" کہتے ہیں۔ خواہ وہ پہلی رات کا چاند ہو یا کسی دوسری رات کا۔ چونکہ عربی زبان اردو زبان سے بڑی وسیع ہے اسلئے عربی میں بعض خاص حالت کی نظر سے اسے ہلال اور بعض حالت میں اسے بدر کہا ہے۔ اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان خاص حالتوں میں چاند پر لفظ قمر کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس خاص حالت کی نظر سے اسے ہلال اور بعض حالت میں اسے بدر کہا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان خاص حالتوں میں چاند کے لیے دو لغت ہو گئے۔ ایک وہی اصل لفظ "قمر" اور دوسرا "ہلال یا بدر"۔ فصحاء عرب حسب موقع اور ضرورت ہر ایک لفظ کا استعمال کر سکتے ہیں۔ اب اس تفصیل کے بعد ہر ذی علم پر یہ بات واضح ہو گئی کہ مرزا قادیانی نہ تو لغت سے کوئی واقفیت رکھتا ہے اور نہ ہی قرآن جانتا ہے۔ اپنی اس جہالت کے باوجود الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق علماء کو کہہ رہا ہے۔

اے نادانو! آنکھوں کے اندھو، مولویت کو بدنام کرنے والو سوچو کہ حدیث چاند گرہن میں "قمر" کا لفظ آیا ہے اب قارئین خود فیصلہ فرمادیں کہ نادان، عقل کا

اندھا اور مولویت بلکہ ہدایت کو بدنام کرنے والا کون ہے؟ امام محمد باقرؒ کے لفظ ''قمر'' کا اطلاق لغت اور قرآن وحدیث کی تصریح کے مطابق بالکل درست کیا ہے۔ کیونکہ ''قمر'' پورے مہینے کے چاند کو ہی کہتے ہیں۔ اور اس چاند کی پہلی تاریخ کو گرہن خرق عادت کے طور پر ہوگا کہ جب سے آسمان و زمین بنے ہیں۔ چاند کی پہلی تاریخ کو کبھی گرہن نہیں لگا۔ تبھی تو مہدی کے لیے نشان بنے گا بصورت دیگر تو ۱۳، ۱۴، ۱۵ ان تاریخوں میں تو ہمیشہ سے لگتا آیا ہے یہ نشان نہیں بن سکتا۔

آٹھواں مغالطہ:

مرزا غلام احمد نے دار قطنی کے اس قول کو نقل کرتے ہوئے کتاب ''سنن دار قطنی'' کا مرتبہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے برابر کرنے کیلئے اسے صحیح دار قطنی کے نام سے پیش کیا ہے۔ ''سنن دار قطنی'' کا ان کتابوں کے درجہ میں ہونا تو درکنار یہ صحاح ستہ میں سے ہی نہیں چہ جائیکہ اسے صحیح دار قطنی کے نام سے پیش کیا جائے ہم قادیانیوں کو کئی دفعہ چیلنج کر چکے ہیں کہ قدمائے محدثین میں سے کسی ایک محدث کا قول دکھائیں جس نے سنن دار قطنی کو صحیح دار قطنی قرار دیا ہو، دار قطنی کو صحیح دار قطنی لکھنا اجماع امت کیخلاف ہے۔ کسی عالم کسی محدث کسی مجدد نے اسکا دعویٰ کیا ہو کہ میں نے اس میں صحیح حدیثوں کا التزام کیا ہے۔ ہم اسکے خلاف علامہ عینی کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جس سے جلی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اسے صحیح دار قطنی کہنا کسی پڑھے لکھے آدمی کا کام نہیں ہاں مغالطہ دینے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی جیسا کچھ کہہ سکتا ہے اس پر علم، دیانت اور صدق وشرافت کی کوئی گرفت نہیں۔

حضرت علامہ حافظ بدرالدین العینی سنن دار قطنی کے بارے میں لکھتے ہیں:

و قد روى في سننه احاديث سقيمة و معلولة و منكرة و غريبة و موضوعة ولقد روى احاديث ضعيفة في كتابه الجهر بالبسملة واحتج بها مع علمه في ذلك في ان بعضهم استحلفه على ذلك فقال ليس فيه حديث صحيح۔[1]

---

[1] عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۲

"دار قطنی نے اپنی سنن میں سقم (کمزوری) رکھنے والی احادیث وہ روایات جن کی سند میں علت پائی جائے۔ دوسرے راوۃ جن کا انکار کر دیں غریب اور منکر قسم کی روایات نقل کی ہیں۔ نماز میں بسم اللہ اونچی پڑھنے کے بارے میں دار قطنی نے کئی ضعیف روایت نقل کی ہیں۔ اور ان کو ضعیف جانتے ہوئے انہیں روایات کہا ہے یہاں تک کہ بعض حضرات نے انہیں اس پر حلف دیا کہ ان میں کوئی بھی روایت ہو تو بتا دو۔ دار قطنی نے کہا کہ اس باب میں کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ملتی۔"

سورج گرہن اور چاند گرہن کی اس پیش افتادہ روایت کے سلسلہ میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام ذخیرہ احادیث میں کیا مرزا غلام احمد کے نصیب میں یہی ایک روایت رہ گئی تھی جسے کسی تاویل سے بھی حدیث نہیں کہا جا سکتا یہ صرف امام محمد باقر کا قول ہے اور وہ بھی اس طرح کہ اس سے نچلے ضعیف راویوں کے ضعف کو یکسر ایک طرف رکھا جائے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی اس پیش کردہ روایت کو سنن دار قطنی کی بجائے صحیح دار قطنی کہہ کر پیش کیا ہے کہ شاید علما لفظ "صحیح" کے چکر میں آجائیں۔ کیا مرزا صاحب کے اس حیلہ سے یہ انتہائی قسم کی معلوم روایت صحیح سمجھی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں، کیا یہی وہ راہ انصاف ہے جس سے کسی روایت کی پرکھ ہوتی ہے جو قادیانی یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مرزا صاحب کا مجددانہ کارنامہ ہے کہ جس کتاب کو صدیوں سے کسی نے صحیح دار قطنی نہ کہا تھا۔ مرزا صاحب نے اسے صحیح کہہ دیا تو ہمیں ان کے علم و فہم پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ کیا یہی وہ کارنامہ ہے جس کے لئے مجدد مبعوث ہوتے ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

آخر میں قادیانی احباب کی خدمت میں مرزا قادیانی کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔ جن میں مرزا قادیانی نے احادیث کی روشنی میں امام مہدی کی چند نشانیاں بیان کیں ہیں۔

ہوں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند   کھیلیں گے بچے سانپوں سے بے خوف بے گزند
یعنی وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا   بھولیں گے لوگ مشغلہ تیرو تفنگ کا [1]

---

[1] ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۴ روحانی خزائن ص ۸۷ ج ۱۷

ذرا سینے پر ہاتھ رکھ کر قسم اٹھا کر کہیں اب دنیا میں کیا یہی حالات ہیں جنکا ذکر مرزا قادیانی نے احادیث کی روشنی میں اپنے اشعار میں کیا ہے یا معاملہ سراسر اسکے برعکس ہے عیاں راچہ بیان اب تو مرزا قادیانی کو گزرے ہوئے بھی ایک صدی ہونیوالی ہے اور حالات دن بدن بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ عیسائی بڑھتے جارہے ہیں۔ یہودی طاقتور ہوتے جارہے ہیں۔ مسجد اقصیٰ ان کے ہاتھ میں چلی گئی ہے جگہ جگہ لڑائیاں اور جنگیں ہیں بلکہ اس ''مہدی'' کے بعد دنیا میں دو عظیم عالمی جنگیں ہوئیں اور آج تک دنیا کے مختلف حصوں میں جنگیں جاری ہیں۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ جان، مال عزت و آبرو کی کوئی حفاظت نہیں ہر آدمی خوف زدہ اور پریشان ہے حتی کہ خود قادیانی جماعت کا سربراہ مرزا طاہر بھی بغیر باڈی گارڈوں اور محافظوں کے کہیں چل پھر نہیں سکتا اور خوف کے مارے اپنے ملک پاکستان اور اپنے ہیڈ کوارٹر ربوہ میں بھی نہیں جا سکتا۔ اور یہیں لندن میں پناہ گزینی کی عبرتناک زندگی بسر کر رہا ہے۔ اگر مرزا سچا مہدی ہوتا تو ''قادیان'' جو اسکا مولد و مدفن ہے اور جسے مرزا قادیانی نے مکہ مکرمہ کے مقابلہ میں ''دارالامان'' قرار دیا تھا اس میں اسکی اولاد اور خاندان کو تو امن حاصل ہوتا اور وہ بھاگ کر پاکستان نہ جاتے۔ اور پھر جب پاکستان میں بھی امن حاصل نہ ہوا تو وہاں سے بھاگے اور انگلستان میں آکر پناہ لی۔ یہاں بھی ڈر کے مارے کہیں نکل نہیں سکتا۔ مرزا طاہر تو اس ''مہدی'' کا حقیقی پوتا ہے اسے اور اسکی جماعت کو تو کسی قسم کا خوف نہیں ہونا چاہیے تھا کم از کم انہیں تو دنیا میں امن حاصل ہوتا۔ خدارا سوچئے اور بار بار غور کیجئے۔ کیا مرزا قادیانی اس پیشگوئی کا مصداق بن سکتا ہے؟ اور کیا یہی وہ مہدی کا زمانہ جس کا احادیث نبویہ کی روشنی میں خود مرزا قادیانی نے ذکر کیا ہے؟

الراقم

(مولانا) منظور احمد چنیوٹی عفا اللہ عنہ

حال وارد برمنگھم ۲۴۔ اگست ۱۹۹۴ء

☆☆☆

مرزا طاہر کا چیلنج مُباہلہ

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مقدمہ

از مناظر اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ العالی

قادیانیوں کی مباہلہ میں الحاد کی نئی راہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ۔ اما بعد

اہل علم پر مخفی نہیں کہ جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے دیگر کئی آیات الٰہیہ میں ملحدانہ تحریف کی اور ختم نبوت جیسے قطعی عقیدے کو ان کے اصل اسلامی معنی سے نکال کر متوازی شرح مہیا کی ۔ اسلام کا موضوع مباہلہ بھی اس کی ظالمانہ دستبرد سے نہ بچ سکا۔ مباہلہ اعتقادی جھوٹ پر اڑنے والے کے لیے ایک خدائی مار کی دعوت ہے جو ایک عذاب الٰہی کی شکل میں پڑتی ہے ، یہ خدائے جلال کی ایسی تلوار ہے کہ دنیا کے اسباب ووسائل کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس میں کسی سازش کے احتمال کو راہ نہیں ملتی ، یہ تیغ بے کراں ہے واضح آسمانی فیصلہ کے بغیر حق کے مقابلہ میں باطل کی یہ خندقیں بھی نہیں ۔

دنیا میں حق و باطل کا معرکہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے ، غلط کاروں کے لیے اصل سزا کا محل آخرت ہے۔ دنیا میں کبھی سزا ملتی ہے اور کبھی نہیں بھی ملتی ۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون ۔﴾

(آل عمران: ۵۵)

لیکن جب کوئی فرد یا گروہ کسی دینی مقابلہ میں آکر باطل پر اڑے اور حق اس کے لیے آسمانی فیصلہ طلب کرے اور پھر بھی وہ اپنی ازپر کھڑا رہے تو اس پر اسی دنیا میں عذاب الٰہی اترتا ہے ، یہ مباہلہ ہے جو حق و باطل میں آخری درجے میں ہوتا ہے ۔

(۱) پہلا درجہ مباحثہ کا ہے جس میں دوسرے فریق پر علمی حجت پوری کی جاتی ہے ۔

(۲) دوسرا درجہ دعوت کا ہے جس میں دوسرے فریق کو مشترکہ طور پر بددعا کرنے کی دعوت دی جاتی ہے ۔

(۳) جب وہ اپنی اڑ پر کھڑا رہے تو پھر مل کر جھوٹے کے لئے بددعا کی جاتی ہے اس پر آسمانی عذاب مانگا جاتا ہے اور سب اس پر آمین کہتے ہیں۔

نجران کے نصاریٰ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ نے ان پر علمی حجت پوری کی اور پھر بھی وہ حق قبول کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے تو آپ ﷺ نے حکم الٰہی سے انہیں مباہلہ کی دعوت دی اور بطور نمونہ آپ ﷺ کے بچے آپ ﷺ کے ساتھ تھے، عیسائیوں نے اس دعوت پر ہاں نہ کی اگر وہ دعوت مباہلہ منظور کر لیتے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی شرطوں کے مطابق مباہلہ میں آتے اور آپ کی ازواج مطہرات بھی ساتھ ہوتیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ مباہلہ کے لیے آمادہ ہی نہ ہوئے اور نہ آپ ﷺ کو آیت مباہلہ کے مطابق سامنے آنا پڑا اور نہ نصاریٰ نجران پر کوئی عذاب آسمانی اترا۔

اس سے کسی کو انکار نہیں کہ اسلام میں مباہلہ کی ایک حقیقت ہے اور کچھ اس کی شرائط ہیں تاہم یہ بات مسلّم بین الفریقین ہے کہ مباہلہ کی مار انسانی ہاتھوں سے نہیں، خدائی ہاتھوں سے پڑتی ہے اور اس میں اس احتمال کو کوئی راہ نہیں ملتی کہ شاید اس کے پیچھے کوئی انسانی سازش کارفرما ہو، انسانی سازش اور خدائی کاروائی میں بہت فرق ہے۔ مرزا غلام احمد خود اس کے لیے ایک معیار مقرر کرتا ہے اور ایسی ہی سزا حق و باطل میں کھلا فیصلہ کر سکتی ہے۔ مرزا غلام احمد مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں ہیں، آپ پر میری زندگی میں وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔'' [1]

مرزا طاہر بھی اس معیار کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> ''دنیا خوب اچھی طرح دیکھ لے کہ ان آفات میں بندے کی شرارت اور دشمنی اور بغض کا دخل نہیں بلکہ محض خدا کی غیرت اور قدرت کا ہاتھ یہ سب عجائب کام دکھلا رہا

---

[1] مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸

ہے۔ اس رنگ میں اس جھوٹے گروہ کو سزا دے کہ اس سزا میں مباہلہ میں شریک کسی فریق کے مکروفریب کے ہاتھ کا کوئی بھی دخل نہ ہو۔۔۔ ہر وہ آنکھ جو اخلاص سے ساتھ حق کی متلاشی ہے اس پر معاملہ مشتبہ نہ رہے اور ہر اہل بصیرت پر خوب کھل جائے کہ سچائی کس کے ساتھ ہے اور حق کس کی حمایت میں کھڑا ہے۔"[1]

دنیا جانتی ہے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم کی شہادت میں بندوں کی شرارت اور ان کی سازش کا دخل تھا اور یہ بات مسلم ہے کہ وہ تخریب کاری ہی تھی گو اس میں اختلاف ہو کہ کس کی تھی اور کس کی نہیں، آموں کی ٹوکری میں بم رکھنا ہو یا پائلٹ سے کارروائی کرائی گئی ہو، خواہ جہاز کے انجینئر اس میں ملوث ہوں، کوئی صورت بھی ہو، اس میں شبہ نہیں کہ اس میں انسانی ہاتھوں کا دخل تھا۔ اب اسے مباہلہ کی مار کہنا اسی کا کام ہو سکتا ہے جو مرزا طاہر کی ان سطور کو بالکل لغو نہ سمجھتا ہو۔ اب یہ فیصلہ ہمارے قارئین کریں کہ مرزا طاہر اب اپنے بیان میں لغویت کا شکار ہے یا اس بیان میں جسے ضیاء الحق کو وہ اپنے مباہلہ کی مار بتا رہا ہے۔

پولیس امن و امان کی ذمہ دار ہوتی ہے مباہلوں کی نہیں:

جو امن و امان انسانی ہاتھوں سے پامال ہو اس کی ذمہ دار پولیس ہوتی ہے اور جو عذاب زلزلوں، وباؤں، آندھیوں اور سیلاب کی شکل میں آتے ہیں ان کی ذمہ داری پولیس پر نہیں آتی، مباہلہ کی صورت میں جو عذاب اترے حکومت اسے سنبھالنے کی تگ و دو نہیں کرتی نہ اس کے لیے پولیس کو کوئی احکام جاری کیے جاتے ہیں کہ دیکھو کوئی مباہلہ نہ کرنے پائے۔

سو اگر مباہلہ پر حکومت پابندی لگائے تو اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ حکومت کو اس مباہلہ کے پیچھے کسی سازش کا علم ہو گیا ہے اور اس نے اس راہ سے بدامنی روکنے کے لیے داعی کو پکڑ لیا اور اس سے عہد لیا کہ وہ آئندہ کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کرے گا اور اگر وہ واقعی خدا کی طرف سے نہیں، کسی سازش کے تحت یہ ساری آسمانی کارروائی دکھلا رہا ہے کہ وہ بھی اپنا پردہ رکھنے کے لیے حکومت کے اس حکم پر دستخط کر دے گا کہ آئندہ نہ میں کوئی ایسی کارروائی کروں گا اور نہ میری جماعت کا کوئی ذمہ دار اس قسم کی پیش گوئی کرے گا، اس پر پولیس مطمئن ہو جاتی ہے اور

[1] مباہلہ کا کھلا چیلنج ص ۲۵

اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد کو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء میں جی ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے عدالت میں بلایا تھا اور اسے سرزنش کی تھی کہ وہ آئندہ کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کرے، حکومت چاہتی تھی کہ مرزا کی کوئی سازش مولانا محمد حسین بٹالوی کے خلاف کامیاب نہ ہو، سو مرزا غلام احمد نے لکھ دیا۔

میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابو سعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لیے بلاؤں کہ میرے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں، نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لیے بلاؤں گا۔

اس کاروائی کی پوری تفصیل آپ کو ''تریاق القلوب'' طبع قدیم ص ۱۳۰، ۱۳۱، روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۴۳۱۔۴۳۲، اخبار الحکم' قادیان' جلد ۵ ص ۲۹، منظور الٰہی' ص ۲۴۵، پیغام صلح' ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں ملے گی۔

پھر مرزا غلام احمد کے یہ الفاظ بھی سامنے رہیں۔

جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے، میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دوں گا کہ وہ بھی بجائے خود اسی پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کے میں نے دفعہ ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے۔

العبد	گواہ شد
مرزا غلام احمد بقلم خود[1]	خواجہ کمال الدین
	بی۔اے، ایل۔ایل۔بی

دستخط، جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء (منقول از قادیانی مذہب ص ۴۵۵)

اس اقرار نامہ میں یہ لفظ بھی ہیں۔

''آئندہ کسی کی نسبت موت کا الہام شائع نہیں کروں گا جب تک کہ مجسٹریٹ سے اجازت نہ ملے۔''

آپ غور کریں کہ آسمانی دعووں کا حکومت سے کیا تعلق اور انہیں امن و امان کا مسئلہ کس

---

1. مرزا غلام احمد بقلم خود

طرح بتایا جا سکتا ہے۔ مرزا غلام احمد اگر یہ تمام کارروائیاں، جن میں مباہلہ بھی شامل ہے، خدا کے حکم سے کرتا رہا تو اب اس پر انگریز حکومت سے سمجھوتہ کرنے کے کیا معنی!؟ اور یہ سب کام حکومت کے مشورے سے ہو رہے تھے تو آپ ہی سوچئیں کہ مرزائیت اور مباہلے میں کیا اتنا ہی کم فاصلہ ہے جو پولیس کی ایک جست سے مٹ جاتا ہے؟

قادیانیوں کی لاہوری جماعت نے مرزا غلام احمد کے اس اقرار نامہ سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا تھا کہ مرزا غلام احمد نبی نہ تھا، مرزا محمود کا اسے نبی بتانے پر اصرار صحیح نہیں۔ پیغام صلح لاہور نے لکھا۔

میاں صاحب جو آپ کو نبی بتاتے ہیں تو من جملہ اور امور قاطعہ کے آپ کا یہ اقرار نامہ لکھ کر دینا بھی اس کے (نبی ہونے کے) قطعاً خلاف ہے کیونکہ نبی مکلف ہوتا ہے کہ جو کچھ اس پر نازل ہو سب کو سنا دے بحکم الٰہی۔

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔

۱۸۹۹ء میں آپ کو مولوی محمد حسین بٹالوی کے بالمقابل عدالت میں جانا پڑا اور وہاں آپ یہ بھی لکھ کر دے آئے کہ میں آئندہ مولوی محمد حسین کو کاذب اور کافر اور دجال نہیں کہوں گا۔ اسی سال اسی مقدمہ میں آپ نے ایک اور اقرار نامہ بھی لکھ کر دیا جس کے یہ لفظ ہیں۔

> ”میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشا رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص ذلت اٹھائے گا یا مورد عتاب الٰہی ہوگا۔“ [1]

یہاں مرزا کے لفظ ”جتا کر“ پر غور فرمائیں، جتانے کی ضرورت سچے الہامات میں کبھی نہیں ہوتی، یہ جھوٹے الہامات ہیں جن میں بات کچھ ہوتی ہے، جتائی کچھ جاتی ہے اور وقت آنے پر اس کی کمائی کچھ اور ہوتی ہے۔

ہمیں اس وقت مرزا کے الہامات سے بحث نہیں۔ یہاں بات مباہلہ کی چل رہی ہے کوئی مومن اللہ مباہلہ اگر خدا کی طرف سے کرے تو اس میں اسے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر وہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے منع کرنے سے اس سے رک جائے تو

[1] مرزا غلام احمد ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء، پیغام صلح جلد نمبر ۱۵، ۲۹ جنوری ۱۹۲۸ء

یہ اس بات کی قوی شہادت ہے کہ اس پر کوئی وحی نہیں آ رہی وہ اسے صرف جتا رہا ہے اور دوسروں کو ستا رہا ہے۔ مرزا غلام احمد نے یہ اقرار اپنے اور اپنے پیروں کی طرف سے کیا تھا، جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں، اب اگر مرزا طاہر مرزا غلام احمد قادیانی کے اس عہد کو توڑ رہا ہے تو کیا یہ اس بات کی شہادت نہیں کہ مرزا طاہر اپنے دادا کے مذہب سے نکل رہا ہے؟

مرزا محمود نے جب اپنے باپ کے لیے مستقل نبوت ثابت کی تو قادیانیوں کا ایک گروہ کا گروہ قادیان سے نکل گیا مگر افسوس کہ اب مرزا طاہر کے اس کے دادا کا عہد توڑنے سے ناراض ہو کر کوئی قادیانی اس کے خلاف کھڑا ہونے کے لیے تیار نہیں۔

یک طرفہ کاروائی کو مباہلہ کا نام دینا:

مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خلاف یک طرفہ بددعا کی اور اسے مولانا امرتسری کے قبول کرنے پر موقوف نہ رکھا بلکہ صاف لکھ دیا کہ یہ بددعا مولانا کے ہاں لکھنے پر موقوف نہیں معاملہ اب خدا کے ہاتھ میں ہے، مولانا جو چاہیں لکھ دیں۔ مرزا کی بددعا یہ تھی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرے۔ مرزا قادیانی کی یہ بددعا قبول ہوئی اور مولانا امرتسری مرزا کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے۔ ہمیں اس وقت اس قضیہ سے بحث نہیں کہ کیا ہوا؟ ہم صرف یہ جتلانا چاہتے ہیں کہ قادیانیوں نے یک طرفہ بددعا کو مباہلے کا نام دے کر شعائر اسلام میں ایک اور نئی راہ قائم کی ہے، مرزا طاہر کے ایک نمائندے نے جنگ لندن میں یہ بیان دیا ہے۔

> "جہاں تک ایک میدان میں اکٹھے ہو کر مباہلہ کرنے کا تعلق ہے ہم بارہا اعلان کر چکے ہیں کہ مباہلہ دعا کے ذریعہ خدا سے فیصلہ طلبی کا نام ہے اس کے لیے کسی مخصوص مقام پر اجتماع ضروری نہیں۔" [1]

قادیانیوں کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ مباہلہ کے لیے فریقین کی رضامندی ضروری نہیں، یک طرفہ بددعا بھی مباہلہ ہے۔ ان کا یہ کہنا بھی درست نہیں کہ مباہلہ میں ایک دوسرے کے آمنے سامنے آنا بھی ضروری نہیں۔ اسے قادیانیوں کی اپنی شریعت تو کہا جا سکتا ہے، لیکن شریعت محمدی میں مباہلہ کا کوئی ایسا تصور نہیں ہے۔ صدر محمد ضیاء الحق مرحوم نہ کبھی مرزا طاہر سے ملے اور نہ ان کے

---

[1] جنگ ۹ اگست ۹۵ء

سامنے مرزا طاہر نے کوئی دعوت مباہلہ پڑھی۔ بس ایک سازش کے تحت اس کا نام مباہلہ رکھ دیا اور پھر مرحوم کی شہادت کا وہ سانحہ وجود میں آیا جس کے بارے میں آج سو فیصد مسلمان جانتے ہیں کہ یہ جو کچھ ہوا ایک سازش کے تحت ہوا ہے۔ یہ ہرگز کوئی آسمانی کاروائی نہ تھی۔ مگر مرزا طاہر نے ۱۰ جون ۱۹۸۸ء کو جو پمفلٹ شائع کیا اس میں صریح طور پر اسلام کے تصور مباہلہ کا انکار کیا ہے۔

مرزا غلام احمد کے پہلے تینوں جانشین حکیم نورالدین، مرزا بشیرالدین محمود اور مرزا ناصر، مرزا غلام احمد کے اس عہد نامہ کے پابند رہے اور انہوں نے کبھی کسی کو مباہلہ کی دعوت نہ دی مگر مرزا طاہر پہلا قادیانی سربراہ ہے جس نے مرزا غلام احمد کے اس معاہدے کو جو اس نے ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے حضور کیا تھا کھلے طور پر مسترد کر دیا ہے اور مرزا قادیانی کے اس بیان کو کہ وہ آئندہ کبھی علمائے اسلام کو مخاطب نہیں کرے گا، کھلے طور پر رد کر دیا ہے۔

اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ مرزا طاہر نے اس اپنے مرزا قادیانی کے بیانات اور تصریحات کا کتنا خون کیا ہے۔ یہ بات قادیانیوں کے لیے قابل غور ہے۔ تاہم اس سے انکار نہیں کہ مرزا قادیانی کی اس تصریح کے باوجود مرزا طاہر نے علمائے اسلام کو مخاطب کر کے خود اپنی موت کو دعوت دی ہے۔ مرزا قادیانی جو لکھ چکا ہے اسکو ملاحظہ کر لیں۔

الیوم قضینا ما کان علینا من التبلیغات ۔۔۔ وعزمنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التوضیحات ۔۔۔ وهذه منا خاتمة المخاطبات۔[1]

''آج ہم نے وہ سب ذمہ داریاں پوری کر دیں جو ہمارے ذمہ تھیں اور ہم نے عزم کر لیا ہے کہ اب ہم ان وضاحتوں کے بعد کبھی علماء کو مخاطب نہ کریں گے۔ ہماری طرف سے یہ تحریر ان سے آخری مخاطبت ہے۔''

آج جبکہ علماء اسلام مرزا طاہر کو پھر ایک بار میدان میں آنے کے لیے للکار رہے ہیں، اسے میدان مباہلہ میں آنے کی ہمت ہی نہیں ہو رہی۔ لاہوری قادیانی کہتے ہیں۔ کہ یہ دادا کی بددعا کا اثر ہے کہ اس ناخلف پوتے نے اسکا عہد کیوں توڑا۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ دونوں ہی جھوٹے ہیں، دادا ہو یا پوتا، لاہوری ہوں یا قادیانی، یہ فیصلہ وہ خود کریں کہ ان میں کون بڑا جھوٹا ہے اور

---

[1] انجام آتھم ص ۲۸۲، روحانی خزائن ص ۲۸۲ ج ۱۱

کون جھوٹا۔ روزنامہ جنگ لندن کی ۱۳ اگست کی اشاعت میں مرزا طاہر کا بیان شائع ہوا کہ جنرل ضیاء میرے مباہلہ کا شکار ہوا ہے اور میں نے ۱۰ جون ۸۸ء کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کی تقدیر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی، تمہارا نام ونشان مٹا دے گی اور دنیا تمہیں ذلت و رسوائی سے یاد کرے گی۔

مثل مشہور ہے کہ ہر فرعونے را موسیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کو ۳۲ سال پہلے ۱۹۶۳ء میں یہ عزت بخشی تھی کہ آپ کو ملک کی چار دینی جماعتوں نے مرزا بشیر الدین محمود سے مباہلہ کرنے کے لیے اپنا امیر مقرر کیا اور آپ نے مرزا محمود کو مباہلہ میں آنے کی دعوت دی مگر مرزا محمود نے کہا کہ میرے والد نے ہمیں مباہلہ میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ اس لئے میں میدان میں نہیں آتا اور پھر مولانا چنیوٹی نے دریائے چناب کے پلوں کے درمیان مرزا محمود کے لئے دعائے مباہلہ پڑھی اور مرزا محمود اپنے باپ سے جا ملے، پھر مولانا موصوف نے مرزا ناصر کو مباہلہ کی دعوت دی، اس نے بھی مباہلہ سے انکار کر دیا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے ہمیں اس سے منع کیا ہے (کاش کہ وہ یہ بھی کہہ دیتا کہ انگریز ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بھی ہمیں اس سے روکا ہے) مولانا موصوف نے پھر مرزا ناصر کے لیے بھی دعائے مباہلہ پڑھی اور وہ بھی اپنے باپ سے جا ملا۔ عرف عام میں تو یہ یکطرفہ بددعا ہے جو مولانا موصوف ہر سال ۲۶ فروری کو وہاں دعوت مباہلہ (بعرف خاص) کی تجدید کرتے ہیں۔ اب مرزا طاہر نے جونہی ۱۳ اگست کو یہ بے معنی بات کہی کہ صدر ضیاء الحق مرحوم میرے مباہلے کا شکار ہوا ہے تو مولانا موصوف نے پھر سے مرزا طاہر کو ہائیڈ پارک لندن میں آنے اور آمنے سامنے ہو کر مباہلہ کرنے کی دعوت دی اور آپ وقت مقررہ پر ہائیڈ پارک لندن تشریف لے گئے۔ آگے کیا ہوا؟ اسے آپ مولانا چنیوٹی کی اس تحریر میں ملاحظہ کریں جو اگلے صفحات میں دی گئی ہے۔

قادیانیوں کا یہ اعتراض کہ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب اس مباہلہ میں ہائیڈ پارک نہیں آئے، کچھ وزن نہیں رکھتا اس لیے کہ مباہلہ کے لئے مولانا چنیوٹی صاحب آپ کی جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بھی نمائندہ ہیں اور آپ عرصہ ۳۲ سال سے اسی نمائندہ کی حیثیت سے پوری قوم کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔

قادیانی سربراہ مرزا طاہر کی مباہلہ کی تازہ بوکھلاہٹ

اور ۱۹۹۵ء میں پھر سے مباہلہ سے فرار

یورپ کی فضاؤں میں قادیانیوں کی ذلت ورسوائی کا

دلچسپ اور عبرتناک نظارہ

سفیر ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی مدظلہ العالی

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ـ الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی

من لا نبی بعدہ علیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ـ اما بعد

قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر کی بائی کڑھی میں آٹھ سال بعد پھر ابال آیا اور اس نے اپنے سالانہ جلسہ منعقدہ ٹل فورڈ لندن ۳۰ جولائی ۱۹۹۵ء کو درج ذیل بیان دیا، جسے روزنامہ جنگ لندن کی ۲ اگست کی اشاعت سے نقل کیا جاتا ہے۔

مرزا طاہر احمد نے مخالفین احمدیت کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ ان میں بیشتر خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آچکے ہیں۔ انہوں نے اپنے ۱۰ جون ۱۹۸۸ء کے بیان میں مباہلہ کے چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے کہا کئی دشمنان میرے مباہلہ کا شکار ہو چکے ہیں۔ سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا ان کے انجام سے کون واقف نہیں، میں نے ضیاء الحق کو خبردار کرتے ہوئے کہا تھا: خدا کی قسم جب ہمارا مولا ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہ کر سکے گا، خدا کی تقدیر تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی، تمہارے نام ونشان مٹا دیئے جائیں گے اور تمہیں دنیا ذلت و رسوائی سے یاد کرے گی۔ افسوس کہ اس نے اس وارننگ کا کوئی نوٹس نہیں لیا اور اپنی ظالمانہ پالیسی نہ بدلی۔ اب جو حادثہ ہوا اس میں ضیاء الحق کے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ہوا میں بکھر گئے اور صرف مصنوعی دانتوں کا ایک ڈھانچہ دستیاب ہوا جو دفن کیا گیا۔ اس طرح ایک شان کے ساتھ یہ پیشگوئی پوری ہوئی..... الخ

مرزا کا بیان اس کی روایتی کذب بیانی اور دھوکا دہی کا عظیم شاہکار ہے۔ جس میں اس نے اپنے دادا کے طریقے پر عمل کرتے ہوئے کئی ایک مغالطے دے کر اور صریح کذب بیانی سے کام لے کر اپنے سادہ لوح قادیانیوں کو مطمئن کرنے کی پھر ایک ناکام کوشش کی ہے۔ مرزا طاہر کا یہ کہنا کہ ضیاء الحق میرے مباہلے کا شکار ہوا ہے اور پھر اپنے ۱۰ جون کے بیان میں مباہلہ کے الفاظ کو قسمیہ بیان کرنا سیاہ جھوٹ ہے۔ مرزا طاہر نے اپنے جس بیان کا حوالہ دیا ہے اس کا پمفلٹ بنام ''مباہلہ کا کھلا چیلنج'' ہمارے پاس موجود ہے۔ مرزا طاہر سانحہ بہاولپور واقع ہونے کے بعد محض زیب داستان کے طور پر اپنے پیروکاروں کو اپنی ولایت بتا کر ان کو بدھو بنا رہا ہے۔ اس غلط بیانی سے اس نے اپنے دادا مرزا غلام احمد کی راہ پر چلتے ہوئے اس کی بھی ایک پرانی یاد تازہ کر دی ہے۔

پنڈت لیکھرام کے بارے میں مرزا کی پیش گوئی:

پشاور کا رہنے والا ایک ہندو آریہ پنڈت لیکھرام جس سے مرزا قادیانی مناظرے کرتا تھا، جب مناظروں میں کچھ نہ بنا تو اس نے اپنی ذلت و خفت مٹانے کے لیے اس کے متعلق ایک پیش گوئی کر دی جو اس کی مشہور کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' کے آخر میں پوری تفصیل سے درج ہے۔

اس میں مرزا قادیانی نے لکھا کہ آج رات مجھ پر جو (کھلا) وہ یہ ہے کہ پنڈت لیکھرام چھ سال میں خرق عادت عذاب سے ہلاک ہوگا جو اپنے اندر ایک خاص ہیبت رکھتی ہوگی اس میں کسی انسان کے ہاتھ کا دخل نہیں ہوگا۔ اگر وہ ایسے خرق عادت عذاب سے ہلاک نہ ہو تو پھر سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں، میرے لئے سولی تیار رکھو وغیرہ۔ اور پھر خرق عادت عذاب کی تشریح اپنی کتاب ''حقیقت الوحی'' میں یہ کی کہ خرق عادت عذاب وہ ہوتا ہے جس کی دنیا میں نظیر نہ پائی جائے۔ جب وہ اس پیش گوئی کے تقریباً چھ ماہ بعد ایک سازش کے تحت چھری سے قتل کرا دیا گیا تو اس کے بعد مرزا نے اپنی کتاب نزول مسیح میں اس کی لاش کی تصویر دے کر جس کے ارد گرد ہندو پنڈت بیٹھے ہوئے ہیں، تصویر کے حاشیہ پر لکھا کہ یہ وہی ہندو آریہ ہے جس کے

متعلق میں نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ چھری سے ہلاک ہوگا۔مرزا غلام احمد کے یہ الفاظ کہ وہ چھری سے ہلاک ہوگا اس کی اصل پیش گوئی میں قطعاً نہیں ہے مرزا نے یہ لفظ لیکھرام کے قتل ہو جانے کے بعد اپنی پیش گوئی میں بڑھا دیے تاکہ پیش گوئی صحیح ثابت کی جا سکے۔

ہم نے قادیانیوں سے بار ہا سوال کیا ہے کہ لیکھرام کے قتل ہونے سے قبل جو مرزا نے پیش گوئی کی تھی اس میں چھری کا لفظ کہاں ہے؟ اس میں تو خرق عادت کا لفظ ہے، قادیانی اس کے جواب سے عاجز ہیں، قادیانی رہنماؤں کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ ایک گول مول سی پیش گوئی کر لیتے ہیں، پھر جب کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو دور دراز کی ایک گول مول سی پیش گوئی کر لیتے ہیں پھر جب کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو دور از کار تاویلیں کر کے اس پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اسی طرح مرزا قادیانی کا ایک الہام ہے۔

"کلب یموت علی کلب"

کہ ایک کتا کتے پر مرے گا۔

اس کی کوئی تشریح مرزا نے نہیں کی، جب سابق وزیراعظم بھٹو کو پھانسی دی گئی تو جھٹ اس الہام کو بھٹو پر چسپاں کر دیا گیا کہ کلب کے ابجد کے حساب سے ۵۲ عدد ہیں اور بھٹو پر پوری ہو گئی، اسی طرح ضیاء الحق مرحوم کا حادثہ ہو جانے کے بعد مرزا طاہر نے کہہ دیا کہ میں نے ضیاء الحق سے یہ اور یہ کہا تھا ہم مرزا طاہر کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ یہ الفاظ اپنے پمفلٹ میں دکھائے اگر وہ نہ دکھا سکے تو قادیانیوں کو چاہیے کہ اس پر "لعنة الله علی الکاذبین" کہیں۔

اسی طرح مرزا طاہر کا یہ کہنا کہ افسوس اس نے ... الخ۔یہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔نہ اس حادثہ سے پہلے اس طرح ایک شان کی پیش گوئی تھی اور نہ وہ پوری ہوئی اسی طرح یہ بھی جھوٹ ہے کہ صرف مصنوعی دانتوں کا ڈھانچہ دستیاب ہوا تھا جو دفن کیا گیا ،ضیاء الحق کے دانت اصلی تھے مصنوعی نہ تھے اور یہ بھی جھوٹ ہے کہ صرف دانتوں کا ڈھانچہ دفن کیا گیا تھا ہم مرزا طاہر کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی موکد بعذاب قسم اٹھا کر کہے کہ ضیاء الحق کی قبر میں صرف اس کے مصنوعی دانت دفن ہوئے ہیں اور بدن کا کوئی حصہ ان کے ساتھ وہاں دفن نہیں ہوا۔لیکن ہمیں

یقین ہے کہ مرزا طاہر بھی ان باتوں پر قسم نہیں اٹھائیگا، پس سب کہیں۔ "لعنة اللّٰه علی الکاذبین"

مرزا طاہر کا جھوٹ:

مرزا طاہر نے راقم کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

"پہلے تو یہ مولوی مختلف حیلے اور بہانے تلاش کرتے ہوئے مباہلہ سے فرار حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا' آخر کار پکڑا گیا۔"

ہمیں مرزا طاہر کے اس جھوٹ پر اتنا افسوس نہیں جتنا اس جھوٹ کے سننے والوں پر افسوس ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک جھوٹ کا مقابلہ ہو رہا ہے کہ کون کتنا بڑا جھوٹا ہے، معلوم نہیں کہ مرزا طاہر اس میں کامیاب ہوا یا اس کے قادیانی سامعین؟! لاہوری قادیانی کہتے ہیں کہ اس مقابلے میں مرزا طاہر کذب الکاذبین تسلیم کیا جا چکا ہے۔

قادیانی سربراہ اگر اپنے اس بیان میں جھوٹا نہیں تو وہ بتائے کہ میدان مباہلہ سے کون فرار حاصل کر رہا ہے اور کون مختلف حیلے بہانے کر کے میدان مباہلہ میں آنے کی ہمت نہیں پاتا، مرزا طاہر بتائے کہ اس کے باپ مرزا محمود اس کے بھائی مرزا ناصر نے اس راقم کے مباہلہ کا چیلنج قبول کرنے کی ہمت کی تھی؟ کون نہیں جانتا کہ دریائے چناب کے دو پلوں کے درمیان واقع جگہ (وادی عزیز شریف) پر قادیانی رہنما مرزا محمود کی ہر قسم کی شرائط پوری کرتے ہوئے یہ راقم مقررہ تاریخ (۲۶ فروری ۱۹۶۳ء یکم شوال بعد نماز عید الفطر) کو وہاں پر پہنچ گیا تھا لیکن تمہارے باپ مرزا محمود یا اس کے کسی نمائندے کو وہاں آنے کی ہمت نہ ہو سکی، اس کھلی فتح کی یاد میں پھر ہر سال اسی جگہ پر دعوت مباہلہ کی تجدید کی جاتی رہی ہے، مرزا طاہر کا باپ اسی ذلت و نکبت کی مار لیے اس دنیا سے رخصت ہوا۔

رہی بات مرزا طاہر کی تو اسے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اس کے برطانیہ آنے پر اسے راقم نے نہ صرف میدان مناظرہ میں آنے کا چیلنج دیا بلکہ اسے مباہلہ کی بھی کھلے عام دعوت دی، لیکن دنیا نے دیکھا کہ اسے نہ مناظرہ کی ہمت ہوئی اور نہ مباہلہ کی، اس سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس

راقم کے رو برو ہو کر اپنے دادا کو سچا دکھا سکے کیونکہ اسے پتہ ہے کہ وہ اور اس کا باپ دادا سب ہی جھوٹے ہیں اور جھوٹا میدان مباہلہ میں آنے کی ہمت نہیں کرتا اور اگر آ جائے تو پھر قہر الٰہی سے بچ نہیں پاتا، مولانا ظفر علی خان صاحب مرحوم نے قادیانیوں کے مباہلہ سے فرار کو اس طرح بیان کیا ہے:

وہ بھاگتے ہیں اس طرح مباہلہ کے نام سے
فرار کفر ہو جس طرح بیت الحرام سے

مرزا طاہر کا ایک اور جھوٹ:

مرزا طاہر کا یہ کہنا کہ راقم نے کہا تھا کہ مرزائیت ایک سال میں ختم ہو جائے گی، جھوٹ ہے۔ راقم کی تقریر کی وہ ٹیپ آج بھی موجود ہے جس میں یہ الفاظ جسے مرزا طاہر نے راقم کی طرف منسوب کیے ہیں قطعاً نہیں ہیں۔ یہ ساری شرارت اور جھوٹ جھوٹے سربراہ کے جھوٹے مرید (نامہ نگار ربوہ) کا ہے جس نے اپنی طرف سے یہ بیان شائع کیا اور اسے راقم کی طرف منسوب کر دیا۔ راقم کے احتجاج پر روزنامہ جنگ لاہور نے باقاعدہ وہ ٹیپ سنی اور پھر اس پر معذرت شائع کی، مرزا طاہر کو اخبار کے وہ تراشے تو یاد رہ گئے، لیکن جنگ لاہور (کے ربوہ کے نامہ نگار) کی (اس غلط بیانی پر) معذرت کیوں یاد نہ رہی، ان شواہد کی روشنی میں مرزا طاہر کا یہ کہنا کہ راقم نے کہا تھا کہ مرزائیت ایک سال میں ختم ہو جائیگی، جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا مرزا طاہر اس بات پر بھی مؤکد بعذاب قسم اٹھانے کے لیے تیار ہے؟

کیا مرزائیت نہیں مٹی؟

پھر کیا مرزا طاہر اس پر بھی قسم اٹھانے کے لیے تیار ہے کہ مرزائیت اسلام کے نام پر دنیا میں کہیں نہیں مٹی؟ ذرا اسلامی ممالک سعودی عرب، مصر، شام، عرب امارات، لیبیا، ایران میں قادیانی اسلام کے نام پر تو جا کر دکھا دیں اور اپنے ان کفریہ عقائد کو اسلام کے نام منسوب کرنے کی ہمت تو کریں خود ہی پتہ چل جائے گا کہ مرزائیت مٹی یا نہیں۔ کیا مرزا طاہر کو یہ یاد نہیں کہ اس نے اپنے سرپرست امریکہ کی وساطت سے خادم الحرمین شاہ فہد حفظہ اللہ تعالیٰ سے سعودی عرب

میں داخل ہونے کی درخواست کی تھی اور اس کی یہ درخواست ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دی گئی۔ رابطہ عالم اسلامی کے فیصلے کے بعد قادیانیت اسلام کے نام سے اسلامی ممالک میں مٹی یا نہیں؟ پھر پاکستان میں بھی احمدیت اسلام کے نام سے مٹ گئی یا نہیں۔ کیا قادیانی وہاں مسلمانوں کی سی اذان دے سکتے ہیں؟ اسلامی شعائر استعمال کر سکتے ہیں؟ ان سب کے باوجود مرزا طاہر کہتا ہے کہ منظور چنیوٹی اگر زندہ رہا تو اس کو ایک ملک بھی ایسا دکھائی نہیں دے گا جس میں احمدیت مرگئی ہو۔ اس راقم کو الحمد للہ کئی اسلامی ممالک نظر آ رہے ہیں جن میں احمدیت مرچکی ہے اور ان میں اسلام کے نام سے مٹ چکی ہے۔ اگر یہ بات مرزا طاہر یا اس کے نمائندوں کو معلوم نہ ہو تو اس میں کسی کا کیا قصور۔

مرزا طاہر کی غلط بیانی:

مرزا طاہر کہتا ہے کہ اس جھوٹے مولوی منظور احمد چنیوٹی نے پینترا بدلا اور یہ اعلان کیا کہ انہوں نے ۱۵ ستمبر ۱۹۸۹ تک صرف مرزا طاہر کے ختم ہونے کی بات کی تھی، ساری قادیانیت جماعت کے لیے نہیں۔ مرزا طاہر نے کہا کہ اس مولوی کے دعویٰ کے مطابق تو میں ۱۵ ستمبر تک مر چکا ہوں اس طرح اس کا دوسرا اعلان بھی جھوٹا نکلا۔

مرزا طاہر کا یہ بیان بھی جھوٹ کا پلندہ ہے، مرزا طاہر نے سب کچھ جاننے کے باوجود ایک جھوٹی خبر پر اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کی، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

اس وقت راقم نے جو کچھ کہا تھا یہ راقم آج بھی اس پر قائم ہے اور علی الاعلان کہتا ہے کہ مرزا طاہر میں اگر ذرہ بھی غیرت ہے تو وہ میرے ساتھ شرعی حکم کے مطابق مباہلہ کرے تو وہ سال کے اندر یقیناً خدا کی گرفت میں آئے گا ان شاء اللہ۔ اور جھوٹوں پر جو خدا کا عذاب آتا ہے وہ اس سے نہیں بچ سکے گا۔ ہے کوئی قادیانی جو مرزا طاہر کو غیرت دلا کر راقم کے سامنے لے آئے؟

مباہلہ کیا ہے؟

یہ راقم اس کی بار بار وضاحت کر چکا ہے کہ قرآن کریم کی رو سے شرعی مباہلہ یہ ہے کہ ایک میدان میں فریقین اکٹھے ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم (آل عمران: ٦١)

دونوں اپنا اپنا عقیدہ بیان کر کے اللہ کے حضور دعا کریں جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے عیسائیوں کو کہا تھا کہ آئیں میدان میں ہم اپنے بیٹے لے کر آتے ہیں تم اپنے بیچے لے کر آؤ، ہم اپنی عورتیں لے کر آتے ہیں تم اپنی عورتیں لاؤ، اور ہم خود بنفس نفیس میدان مباہلہ میں آتے ہیں تم بھی آؤ، پھر ہم دونوں گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر لعنت کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم خداوندی کے مطابق نمونہ کے طور پر اپنے اہل وعیال کو لے کر تیار ہو چکے تھے لیکن عیسائیوں کو اس مباہلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی اس لیے فریقین میں مباہلہ نہ ہو سکا۔ گھر بیٹھے دعا کرنے کا نام شریعت میں مباہلہ نہیں ہے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کرنے کے لیے امرتسر کی عیدگاہ میں آسکتا ہے تو مرزا طاہر کیوں نہیں۔ یک طرفہ بددعا کو مباہلہ قرار دینا مرزا طاہر کی کھلی جہالت ہے اور اپنے لیے میدان مباہلہ سے فرار حاصل کرنے کا ایک بہانہ ہے۔

مرزا طاہر کی پیش گوئی کا انجام:

مرزا طاہر نے اس راقم کے بارے میں ایک پیش گوئی کی تھی کہ منظور احمد چنیوٹی ۱۵ ستمبر ۱۹۸۹ء تک خدا کی پکڑ میں آ جائے گا یعنی ذلت کی موت مرے گا لیکن مرزا طاہر نے خود اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ آج اگست ۹۵ء ہے اور راقم الحمدللہ زندہ سلامت ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ مرزا طاہر نے جس سال اس راقم کی موت کی بشارت اپنے مریدوں کو دی تھی اس سال اللہ نے راقم کو بے شمار انعامات سے نوازا اور وہ سال قادیانی رہنما کے لیے انتہائی رنج وغم اور کرب والم کا سال رہا، کئی قادیانی اس راقم کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے حتیٰ کہ مرزا کا ایک معتمد خصوصی اور عربی اکیڈمی کا ڈائریکٹر عربی رسالہ "التقویٰ" کا مدیر اعلیٰ حسن محمود عودہ فلسطینی (پیدائشی قادیانی) بھی الحمدللہ اس راقم کے سامنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر چکا اور اس کے بعد اس نے اپنی زندگی کا مقصد رد قادیانیت ٹھہرالیا اور آج بھی التقویٰ کے ذریعہ قادیانیت کا بھرم کھول رہا ہے۔ مرزا طاہر نے اپنے معتمد خصوصی کے قبول اسلام پر جس بوکھلاہٹ کا مظاہرہ کیا تھا اس کی

تفصیل سے خود قادیانی عوام بے خبر نہ ہوں گے۔ غور کیجئے کہ مرزا طاہر کا یہ اعلان کہ "دیکھو آنے گی اور تم دیکھو گے کہ منظور چنیوٹی پر خدا کا عذاب آئیگا۔ جو جھوٹا مباہلہ کرنے والوں پر آتا ہے اسے اس عذاب سے کوئی نہیں بچ سکتا، اس کا یہ اعلان اور پیش گوئی جھوٹی نکلی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزا طاہر کی اس پیش گوئی کا انجام کیا نکلا! اور آج تک مرزا طاہر پر یہ ذلت کی مار کچھ اس طرح پڑ رہی ہے کہ:

ضربت علیهم الذلة والمسكنة

کا مشاہدہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ اب قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ مرزا طاہر جیتے جی مرا یا نہیں؟ اور مرزائیت کئی اسلامی ممالک میں مٹی یا نہیں؟ کس کو اللہ نے عزت عطا فرمائی اور کس پر ذلت کی مار پڑی؟

مرزا طاہر کی تازہ بوکھلاہٹ کا جواب:

مرزا طاہر کا بیان جنگ لندن میں ۳ اگست کو شائع ہوا۔ راقم نے اسی وقت اس کا جواب جنگ لندن کو روانہ کر دیا جو ۱۳ اگست کی اشاعت میں شائع ہوا جنہیں نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔

مانچسٹر (نمائندہ جنگ) مرزا طاہر میرے ساتھ مباہلہ کریں اور پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں۔ جنرل ضیاء الحق مرزا طاہر کے مباہلہ کا شکار نہیں، بلکہ ایک سازش کا شکار ہوئے تھے۔ ختم نبوت کے عالمی رہنما سابق ممبر پنجاب اسمبلی مولانا منظور احمد چنیوٹی نے مرزا طاہر کے حالیہ بیان کو واقعات وحقائق کے خلاف اس کی بوکھلاہٹ قرار دیتے ہوئے انہیں پھر چیلنج کیا ہے کہ وہ حق و باطل کے تصفیہ کے لیے قرآنی شرائط کے مطابق ایک میدان میں اپنے ساتھیوں اور خاندان کے ہمراہ آئیں اور میرے ساتھ مباہلہ کریں۔ میں نے اس کے باپ مرزا بشیر الدین کو بھی دعوت مباہلہ دی تھی۔۔۔ لیکن مرزا بشیر الدین محمود یا اس کا نمائندہ میدان مباہلہ میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔۔۔ اس کے مرنے کے بعد جب اس کا بیٹا مرزا ناصر احمد اس کا جانشین ہوا تو اسے بھی اسی طرح دعوت مباہلہ دی تھی۔ وہ بھی مرتے دم تک سامنے آکر مباہلہ کی جرأت نہ کر سکا۔ پھر قادیانی جماعت کا موجودہ سربراہ مرزا طاہر جانشین مقرر ہوا تو اسے بھی مباہلہ کی دعوت دی اسے

بھی دعوت مباہلہ قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی، جب وہ ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد ۱۹۸۴ء میں اپنی جماعت کو بے یارومددگار چھوڑ کر انگلستان منتقل ہو گیا تو راقم نے یہاں آ کر بھی اس کا تعاقب کیا اور ۱۹۸۵ء میں ویمبلے ہال لندن میں ہزاروں سامعین کی موجودگی میں اسے پھر سے مباہلہ کی دعوت دی۔ مرزا طاہر نے جب اپنا پمفلٹ راقم کے نام بھیجا، میں نے فوراً اس کا رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعہ جواب دیا کہ مجھے خوشی ہوئی کہ آپ نے میری دعوت مباہلہ کو اتنی مدت کے بعد قبول کیا، اب جگہ اور وقت کا بھی آپ تعین کر دیں۔ اگر آپ پاکستان نہیں آ سکتے تو میں انگلینڈ آنے کو تیار ہوں۔ ربوہ ختم نبوت کانفرنس پر میں نے اپنے خط کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر مرزا طاہر میرے ساتھ باقاعدہ ایک میدان میں آ کر شرعی مباہلہ کرے تو خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھے گا کہ ایک سال کے اندر اس پر خدا کا کیسا عذاب نازل ہوتا ہے، ان شاء اللہ منظور احمد چنیوٹی زندہ رہے گا اور مرزا طاہر خدا کی گرفت میں آ جائے گا۔۔۔ راقم اب بھی اپنے بیان پر قائم ہے اور مرزا طاہر کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ ریجنٹ پارک کے مرکز اسلامی میں آ کر قرآنی شرائط کے مطابق میرے ساتھ مباہلہ کرے اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھے۔

مرزا طاہر کی مرزا قادیانی کے بیان سے کھلی بغاوت:

قادیانی سربراہوں کی عادت ہے کہ وہ اپنی سازشوں کو اپنی پیش گوئی کی آڑ میں چھپاتے ہیں اور جب وہ سازش کامیاب ہو جائے تو جھٹ سے اسے پیش گوئی اور مباہلہ کا انجام کہہ دیتے ہیں، مرزا طاہر کا بھی یہی حال ہے اس نے جون ۱۹۸۸ء میں مباہلہ کا کھلا چیلنج نامی پمفلٹ شائع کر دیا جسے بعد میں پیش گوئی کا رنگ دے دیا حالانکہ یہ نہ مباہلہ تھا نہ پیش گوئی، بلکہ یہ یکطرفہ دعا تھی۔ اسے مباہلہ کا نام دینا مرزا طاہر کی نہ صرف کھلی بددیانتی ہے بلکہ اپنے دادا مرزا غلام احمد قادیانی کے حکم کی صریح خلاف ورزی اور کھلی بغاوت ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو جی ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی عدالت میں مولوی محمد حسین بٹالوی کو ایک توبہ نامہ لکھ کر دیا تھا کہ میں آئندہ محمد حسین بٹالوی یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کی دعوت نہیں دوں گا اور میں اپنے متبعین اور پیروکاروں کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ جن باتوں کا اوپر میں نے اقرار کیا

ہے وہ بھی ان کی پابندی کریں۔

مرزا قادیانی کے اس بیان کی رو سے تو مرزا طاہر کسی کو بھی دعوت مباہلہ دینے کا مجاز نہیں اگر وہ دعوت مباہلہ دیتا ہے تو پھر وہ مرزا قادیانی کا سچا پیروکار نہیں، قادیانی عوام خود فیصلہ کرلیں کہ مرزا طاہر مرزا غلام احمد کا پیروکار ہے یا اس کا باغی؟ جو قدم قدم پر مرزا قادیانی کے بنائے ہوئے اصولوں کو پامال کر رہا ہے۔

ضیاء الحق کا نام زندہ ہے مٹا نہیں

جب جنرل محمد ضیاء الحق کو شہید کرنے کی عالمی سازش تیار ہوگئی، جس میں مرزا طاہر بھی برابر کا شریک ہے تو اس نے اس سازش کو مباہلہ اور پیش گوئی کے پردہ میں چھپا کر اعلان کردیا، اور جب وہ سازش کامیاب ہوگئی تو مرزا طاہر نے اسے اپنی صداقت کی دلیل بنالی اور دعویٰ کیا کہ یہ اس کے اعلان مباہلہ کا نتیجہ ہے۔ اس وقت راقم نے جواب کہا تھا کہ یہ جھوٹ ہے اس لیے کہ ضیاء الحق مرحوم نے مرزا طاہر کے بیان اور پمفلٹ کو ذرہ بھر کوئی اہمیت نہ دی تھی، نہ ہی اس کا جواب دیا تھا اور نہ میدان مباہلہ میں آنے کی کوئی بات ہوئی تھی اور نہ ہی وہ الفاظ جواب مرزا طاہر کہہ رہا ہے اپنے پمفلٹ میں لکھے ہیں۔ اس کے باوجود مرزا طاہر کا یہ اعلان کہ اس کا نام و نشان مٹ گیا ہے، کھلا جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے۔

اب تک اس کا نام ہر جگہ زندہ جاوید ہے، آج بھی اس کا نام ادب و احترام سے لیا جاتا ہے۔ دنیا کے کئی اسلامی ملکوں میں اس کے چاہنے والے اس کا نام لینے والے اس کے لیے دعائیں کرنے والوں کی بھی کمی نہیں، کون نہیں جانتا کہ ضیاء الحق کے بیٹے جناب اعجاز الحق کی اسمبلی میں آمد اسی شہید کی صدائے بازگشت ہے ورنہ موصوف کا اسمبلی میں آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

شہداء لوگ مر نہیں سکتے وہ فقط راستہ بدلتے ہیں، ان کے نقش قدم سے صدیوں تک منزلوں کے چراغ جلتے ہیں۔ اگر اس کا نام مٹنا ہے تو پھر یہ مٹنا مرزا طاہر ہی نہیں، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروؤں کے لیے بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا اس لیے کہ مرزا قادیانی کے کفریات کے نتیجے

میں عالم اسلام کی اعلیٰ عدالتوں اور حکومتوں نے مرزا قادیانی کا نام کچھ اس طرح مٹایا کہ آج انہیں اپنا وجود سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے۔ حق یہ ہے کہ ضیاء الحق کا نام اب بھی زندہ ہے اور اس کا نافذ کردہ آرڈیننس آج بھی قادیانیوں کے سروں پر ایک لٹکتی تلوار ہے۔ مرزا طاہر کا اس عالمی سازش کو مباہلہ کا نتیجہ قرار دینا غلط بیانی اور جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

لندن کے تاریخی پارک میں مرزا طاہر کا انتظار

روزنامہ جنگ لندن میں پہلے راقم نے مرزا طاہر کو ''ریجنٹ پارک'' کے اسلامک سنٹر میں مباہلہ کے لیے آنے کی دعوت دی لیکن اسے وہاں آنے کی ہمت نہ ہو سکی تھی، اسے اندیشہ تھا کہ یہاں عرب ممالک کے علماء اسے قابو کر لیں گے اور اس کا جواب دینا بھاری پڑ جائے گا اور سب دیکھ لیں گے کہ اس پر ذلت ونکبت کی مار کس طرح پڑی ہے۔ چنانچہ ہم نے اسے ایک کھلے میدان میں بلایا تاکہ وہ اب کسی قسم کا کوئی بہانہ نہ کر سکے۔ اعلان کے مطابق راقم علماء کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ وہاں پہنچ گیا، راقم کے ہمراہ مناظر اسلام ڈاکٹر علامہ خالد محمود مدظلہ، فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالحفیظ مکی مدظلہ، حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ، مولانا میاں محمد اجمل قادری، مولانا قاری عبدالحئی عابد، حافظ طاہر محمود اشرفی، بلجیم کی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر حاجی عبدالحمید، برطانیہ کے علماء میں سے مولانا قاری محمد طیب عباسی، مولانا قاری محمد عمران جہانگیری، مولانا امداد الحسن، قاری عبدالرشید، مولانا سید اسعد اللہ طارق کے علاوہ جناب بھائی محمد اقبال سکرانی اور دیگر ممتاز لوگ بھی تھے۔ روزنامہ جنگ لندن کی ۱۲ اگست کی اشاعت میں اس کی تفصیل شائع ہوئی جو درج ذیل ہے۔

مرزا طاہر نے ہائیڈ پارک میں نہ آ کر قادیانیت کے جھوٹ پر مہر ثبت کر دی ہے، مرزا طاہر جہاں چاہے مباہلہ کے لیے آجائے ہم اس کا ہر جگہ اور تاریخ پر مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں، عالم اسلام قادیانیت کے عزائم کو بے نقاب کرتے رہے گا۔ مرزا طاہر نے ہمیشہ راہ فرار اختیار کی ہے یہ بات مولانا منظور احمد چنیوٹی نے ہائیڈ پارک میں گزشتہ روز دوپہر ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک دعوت مباہلہ کے وقت مرزا طاہر کا انتظار کرتے ہوئے کہی۔ اس موقع پر برطانیہ کے سینکڑوں

مسلمان اور علماء بھی موجود تھے۔ انہوں نے کہا مرزا طاہر نے مباہلہ کا چیلنج نہ قبول کر کے اور ہائیڈ پارک میں نہ آ کر قادیانیت کے جھوٹ کو واضح کر دیا ہے۔ اب اگر مرزا طاہر میں جرأت ہے تو وہ خود تاریخ اور مقام کا اعلان کرے۔ انہوں نے کہا کہ جب بھی مرزا طاہر دعوت مباہلہ قبول کر کے میدان میں آئے گا خدا کے عذاب کا شکار ہو جائیگا اس موقع پر برطانیہ کے مسلمانوں نے مولانا منظور احمد چنیوٹی سے قادیانیت کے بارے میں مختلف سوالات کیے اور عالم اسلام کی صورت حال پر تبادلہ خیال کیا۔ ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک متعدد علماء نے قادیانیت کے مسئلہ پر مسلمانوں کو آگاہ کیا۔۔۔ مباہلہ کے اختتام پر دعا کرتے ہوئے مولانا منظور احمد چنیوٹی نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ تو نے حق کو فتح دی اور باطل کو ذلیل کر دیا اور کہا کہ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مرزا طاہر اور اس کی ذریت کو ہدایت کی توفیق دے۔

راقم نے آج سے ۳۲ سال قبل مرزا طاہر کے باپ بشیر الدین کو پاکستان میں دعوت مباہلہ دی تھی اس وقت کئی قادیانی یہ کہتے تھے کہ مزہ تو تب آئے جب چنیوٹی برطانیہ میں مباہلہ کی دعوت دے کر دکھائے۔ آج وہ قادیانی دوست زندہ ہوں تو دیکھ لیں کہ انگریزوں کے اس خود کاشتہ پودے کو اسی کے کشت اقتدار میں کس طرح لا پچھاڑا ہے اور مرزا قادیانی کا پوتا مرزا بشیر الدین کا بیٹا قادیانیوں کا بہادر سپاہی کس طرح اس راقم کے سامنے آنے سے خوف کھا رہا ہے اور اسے اتنی بھی ہمت نہیں ہوتی کہ اپنے دادا کو سچا ثابت کرنے کے لیے اپنے گھر سے نکل سکے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

راقم آج پھر سے اپنے اس چیلنج کو دہراتا ہے کہ مرزا طاہر جب بھی چاہے اور جہاں چاہے راقم کے ساتھ آمنے سامنے ہو کر مباہلہ کرے اور تاریخ اور جگہ کا تعین کر کے راقم کو اطلاع کرے، راقم احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے مباہلہ کرنے پر تیار ہے۔ مرزا طاہر جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ اپنی شکست اور بزدلی پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ قادیانیوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے سربراہ کو اس خدائی فیصلے کے لیے میدان مباہلہ میں لے آئیں اور ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ ان کی لاکھ درخواست اور اصرار کے باوجود مرزا طاہر کبھی اس کے لیے آمادہ نہ ہو گا اگر انہیں یقین نہ ہو تو اپنے سربراہ ہی سے دریافت کر لیں کہ وہ اس راقم کے آمنے سامنے ہونے کیلئے کب تیار ہے؟

اگر مرزا طاہر اس راقم کے سامنے آنے کے لیے کسی بھی قیمت پر تیار نہ ہو تو پھر قادیانیوں کو چاہیے کہ اپنے غلط اور کفریہ عقیدہ پر پھر ایک مرتبہ غور کریں انہیں خود پتہ چل جائے گا کہ اس میں سوائے ظلمتوں اور نجاستوں کے اور کچھ نہیں ہے اور اس کا انجام جہنم کی آگ ہے جہاں سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہوگا۔

فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة اعدت للكافرين

اللہ تعالیٰ ناواقف قادیانیوں کو قادیانیت کا سیاہ اور بھیانک چہرہ دکھا کر انہیں اسلام کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

وما علينا الا البلاغ المبين

وہ بھاگتے ہیں اس طرح مباہلہ کے نام سے
فرار کفر جس طرح ہو بیت الحرام سے [1]

☆☆☆

---

[1] مولانا ظفر علی خان

مولانا منظور احمد چنیوٹی نے مرزا طاہر احمد کو پھر مباہلہ کا چیلنج کر دیا

مانچسٹر (نمائندہ جنگ) مرزا طاہر ریجنٹ پارک کی مرکزی مسجد میں آ کر میرے ساتھ مباہلہ کریں اور پھر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھیں جنرل ضیاء الحق مرزا طاہر کے مباہلہ کا شکار نہیں بلکہ ایک سازش کا شکار ہوئے تھے کیونکہ مباہلہ تو ہوا ہی نہیں۔ ختم نبوت کے عالمی رہنما مولانا منظور احمد چنیوٹی سابق ممبر پنجاب اسمبلی نے مرزا طاہر کے حالیہ بیان کو واقعات وحقائق کے خلاف اس کی بوکھلاہٹ قرار دیتے ہوئے انہیں پھر چیلنج کیا ہے کہ وہ حق وباطل کے تصفیہ کے لئے قرآنی شرائط کے مطابق ایک میدان میں اپنے ساتھیوں اور خاندان کے ہمراہ آئیں اور میرے ساتھ مباہلہ کریں میں نے جنوری ۱۹۵۶ء میں اس کے باپ مرزا بشیر الدین محمود کو مباہلہ کی دعوت دی تھی کافی مراسلت اور مؤکد کے بعد انہوں نے مجھ سے سند نمائندگی طلب کی تھی میں نے صرف ایک نہیں بلکہ ملک کی چار مشہور جماعتوں جمعیت علمائے اسلام، جمعیت اشاعت التوحید والسنہ، تنظیم اہلسنت اور مجلس تحفظ ختم نبوت کل پاکستان کے سربراہوں کی طرف سے چار عدد سندات نمائندگی پیش کر دیں۔

پھر دریائے چناب کے دو پلوں کے درمیان جگہ چنی (وادی عزیز شریف) مقرر کی اور عید کا دن مقرر کیا گیا لیکن پھر دنیا نے یہ نظارہ دیکھا کہ راقم اپنے رفقاء کے ہمراہ مقررہ جگہ پر وقت مقررہ پر پہنچ گیا اور عصر کی نماز تک وہاں انتظار کرتا رہا لیکن مرزا بشیر الدین محمود یا کوئی نمائندہ میدان میں پہنچنے کی جرأت نہ کر سکا۔ مسلمانوں نے ہزاروں کی تعداد میں اس فتح عظیم پر دریا سے لیکر شہر چنیوٹ کی شاہی مسجد تک جلوس کی شکل میں مجھے پہنچایا اور شکرانے کے نفل ادا کئے اسکے بعد جب تک وہ زندہ رہے ہر سال میں اپنی دعوت مباہلہ کو دہراتا رہا لیکن وہ ذلت ورسوائی کی موت سے دوچار ہو کر اس دنیا سے گزر گئے اور مباہلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور اسکے مرنے کے بعد جب ان کا بیٹا مرزا ناصر احمد جانشین مقرر ہوا تو اسے بھی اسی طرح مباہلہ کی دعوت دی وہ بھی مرتے دم تک سامنے آ کر مباہلہ کرنے کی جرأت نہ کر سکا پھر قادیانی جماعت کا موجودہ

سربراہ مرزا طاہر احمد جانشین مقرر ہوا تو انہیں مباہلہ کی دعوت دی انہیں بھی دعوت مباہلہ قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

جب وہ ضیاء الحق شہید کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد ۱۹۸۴ء میں اپنی جماعت کو بے یارو مددگار چھوڑ کر انگلستان منتقل ہو گئے تو راقم نے یہاں بھی آ کر تعاقب کیا اور ۱۹۸۵ء میں ویمبلے ہال لندن میں ہزاروں سامعین کی موجودگی میں اسے مباہلہ کی دعوت دی لیکن اسے قبول کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن جب عالمی سازش کے تحت جنرل ضیاء الحق مرحوم کے خلاف ایک پلان تیار کر لیا تو جون ۱۹۸۸ء میں ایک پمفلٹ کے ذریعہ ضیاء الحق مرحوم اور دیگر کئی ایک علماء کو مباہلہ کا چیلنج کر دیا ہم نے اسی وقت کہا کہ یہ مباہلہ نہیں بلکہ مباہلہ کی آڑ میں ضیاء الحق وغیرہ کو ہلاک کرنے کے لئے ایک خطرہ کا الارم ہے کیونکہ مباہلہ تو شرعاً اس کا نام ہے کہ دونوں فریق ایک میدان میں اکٹھے ہوں اور پھر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر دعا کریں کہ اے اللہ ہم میں سے تیری نگاہ میں جو جھوٹا اور کذاب ہے اسے دوسرے کی زندگی میں ایک یا ایک سال کی مدت میں ہلاک کر۔

گھر بیٹھ کر یکطرفہ دعا کا نام مباہلہ نہیں ضیاء الحق مرحوم نے تو مرزا طاہر کے مضمون کو کوئی اہمیت نہ دی لیکن دیگر علماء جنہیں اس نے اپنا پمفلٹ مباہلہ بھیجا تھا اس میں سے کئی ایک نے اس کی دعوت قبول کرتے ہوئے اسے چیلنج کیا چنانچہ مرزا طاہر نے راقم کے نام بھی خصوصیت سے وہ پمفلٹ بھجوایا میں نے فوراً اس کا رجسٹری لیٹر کے ذریعہ جواب دیا کہ مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے میری دعوت مباہلہ کو اتنی مدت کے بعد قبول کیا اب جگہ اور وقت کا بھی آپ تعین کر دیں کہ اگر آپ پاکستان نہیں آ سکتے تو میں انگلینڈ آنے کو تیار ہوں ربوہ ختم نبوت کانفرنس پر میں نے اپنے خط کا ذکر کیا اور کہا کہ اگر مرزا طاہر میرے ساتھ باقاعدہ ایک میدان میں آ کر شرعی مباہلہ کرے تو قدرت خدا کا تماشہ دیکھے کہ ایک سال کے اندر اس پر خدا کا کیسا عذاب نازل ہوتا ہے ان شاء اللہ راقم زندہ رہے گا اور مرزا طاہر خدا کی گرفت میں آ جائے گا لیکن ربوہ کے جھوٹے نامہ نگار نے اپنے پاس سے خبر لگا دی کہ مولانا چنیوٹی نے کہا ہے کہ احمدیت کا نام ونشان ایک سال میں مٹ جائے گا چنانچہ جب ٹیپ ریکارڈ سے اصل تقریر سنی گئی تو ادارہ جنگ نے اس پر معذرت شائع

کی۔ راقم اب بھی اپنے بیان پر قائم ہے اور مرزا طاہر کو چیلنج کرتا ہے کہ وہ مرکزِ اسلامی میں آکر میرے ساتھ مباہلہ کرے اور قدرتِ خدا کا تماشہ دیکھے۔[1]

علماء آج ہائیڈ پارک میں مرزا طاہر احمد کا انتظار کریں گے:

مولانا چنیوٹی، مولانا ضیاء القاسمی، عبدالحفیظ مکی، علامہ خالد محمود اور دیگر علماء ۱۲ سے ۲ بجے تک سپیکر کارنر پر موجود ہوں گے۔

لندن (پ ر) متعدد مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں نے قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر کو مباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے آج دوپہر بارہ بجے سے دو بجے تک ہائیڈ پارک سپیکر کارنر میں مرزا طاہر کا انتظار کرنے کا اعلان کیا ہے۔ حافظ محمد طاہر محمود اشرفی نے مباہلہ کی تفصیلات کا اعلان کرتے ہوئے کہا ہے کہ آج پانچ اگست دوپہر ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک عالم اسلام کے ممتاز قائدین ختم نبوت کے باغی مرزا طاہر کا ہائیڈ پارک میں انتظار کریں گے۔ اگر مرزا طاہر میں جرأت ہے تو وہ مباہلہ کے لئے ہائیڈ پارک میں آجائے انہوں نے کہا کہ ہائیڈ پارک میں عالم اسلام کے قائدین مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا ضیاء القاسمی، الشیخ مکی عبدالحفیظ المکی، علامہ خالد محمود، مولانا امداد الحسن نعمانی، مولانا قاری طیب عباسی، مولانا امداد اللہ القاسمی سمیت مختلف تحریکوں کے سربراہ آئیں گے۔ حافظ اشرفی نے کہا کہ مسلمانان برطانیہ بھرپور دینی جذبہ سے ہائیڈ پارک کے سپیکر کارنر پہنچیں گے لیکن ہم مرزا طاہر کو گارنٹی دیتے ہیں کہ خدائی عذاب کے علاوہ ان کو کوئی شخص نقصان نہیں پہنچائے گا وہ اپنے باڈی گارڈز سمیت آئے ہم نہیں آئیں گے۔[2]

مرزا طاہر احمد میں جرأت ہے تو وہ مولانا چنیوٹی کی دعوت مباہلہ قبول کریں

مولانا منظور احمد چنیوٹی کے ہمراہ متعدد ممتاز علماء بھی مباہلے کے مقام پر موجود ہوتے تھے۔

مانچسٹر (نمائندہ جنگ) مرزا طاہر احمد میں اگر جرأت اور ہمت ہے تو وہ مولانا منظور احمد

---

[1] ۳ اگست ۱۹۹۵ء مانچسٹر
[2] جنگ لندن ۵ اگست ۱۹۹۵ء

چنیوٹی کی دعوت مباہلہ قبول کر کے اپنے خاندان سمیت میدان میں آ کر مباہلہ کریں۔ میرا دعویٰ ہے کہ مرزا طاہر احمد زہر کا پیالہ تو پی سکتے ہیں مگر مولانا منظور احمد چنیوٹی سے مباہلہ نہیں کریں گے یہ بات مولانا ضیاء القاسمی نے یولٹن میں علماء کے مختلف وفود سے باتیں کرتے ہوئے کہی' مولانا ضیا القاسمی نے کہا کہ مرزا طاہر احمد اور قادیانی جماعت کئی بار مولانا چنیوٹی سے شکست کھا چکے ہیں۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی اس وقت پوری دنیا میں قادیانیوں کے مقابلہ کے لئے سیسہ پلائی دیوار ہیں' دنیا بھر کی مذہبی' دینی جماعتوں اور شخصیات کی انہیں تائید حاصل ہے اور وہ قادیانی جماعت کی پوری تاریخ اور ان کے دجل و فریب سے پوری طرح واقف ہیں اس لئے قادیانی خلافت کے محلات میں ان کا خوف اور دبدبہ قائم ہے یہی وجہ ہے کہ گزشتہ دنوں انہیں پوری دنیا میں قادیانیت کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء کے ایک اجلاس میں کونیز مقرر کیا گیا ہے وہ مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عالمی سطح پر ایک تنظیم قائم کر رہے ہیں جس میں تمام مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث شریک ہوں گے۔ مولانا ضیاء القاسمی نے کہا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ پوری دنیا کے مسلمان متحد ہو کر قادیانیت کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔ مولانا ضیاء القاسمی نے کہا کہ مولانا چنیوٹی جس وقت اور جہاں مرزا طاہر سے مباہلہ کرنے کے لئے جائیں گے اپنے رفقاء مولانا الشیخ عبدالحفیظ مکی، مولانا امداد الحسن نعمانی، مولانا قاری طیب عباسی، مولانا امداد اللہ قاسمی، مولانا قاری عبدالحئی، مولانا طاہر اشرفی، مولانا موسیٰ قاسمی، مولانا داؤد مفتاحی، حافظ محمد اقبال رنگونی، مولانا بلال، مولانا محمد حسن، حافظ عبدالحمید، حافظ عبدالواحد، مولانا قاری بہار اللہ، مولانا شفیق الرحمن، مولانا سعید الرحمن تنویر، مولانا منیر قاسم، مولانا اکرم اور مولانا حسن کے ساتھ وہاں پہنچ جاؤں گا۔

امام کعبہ کی طرف سے مسلمانوں کی عظیم فتح پر مبارک باد

مرزا طاہر احمد کا مباہلے سے فرار مسلمانوں کی فتح عظیم ہے:

برمنگھم (پ ر) مولانا عبدالحفیظ مکی کی قیادت میں مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا ضیاء القاسمی' صاحب زادہ امداد الحسن نعمانی، مولانا قاری محمد طیب عباسی نے امام کعبہ محمد بن عبداللہ سبیل سے لینڈ پارک ہوٹل لندن میں ملاقات کی۔ امام کعبہ نے کہا کہ مولانا چنیوٹی کے مقابلے میں

مرزا طاہر احمد کا ہائیڈ پارک کارنر میں مباہلے میں نہ آنا مسلمانوں کی فتح عظیم ہے امام کعبہ نے کہا کہ یورپ کی سرزمین پر یہ پہلا موقعہ ہے کہ جس میں قادیانی امت کے سربراہ نے راہ فرار اختیار کی۔ انہوں نے کہا کہ آج کا دن مسلمانوں کے لئے زبردست خوشی کا دن ہے انہوں نے کہا کہ اسلامی رو سے مباہلے کا معنی ہی یہی ہے کہ دونوں فریق ایک میدان میں جمع ہوں گھر بیٹھ کر دعا کرنا مباہلہ نہیں کہا جاتا بلکہ یہ میدان مباہلے سے کھلا فرار ہے۔ امام کعبہ نے کہا کہ مولانا عبدالحفیظ مکی مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا ضیاء القاسمی اور دیگر علمائے کرام نے مرزا طاہر احمد کے چیلنج کو قبول کر کے پوری دنیا کے مسلمانوں کی نمائندگی کی ہے انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا کر جدید خطوط پر کام کرنا چاہیے۔ [1]

جمعیت علمائے اسلام برطانیہ کی طرف سے مسلمانوں کو اور مولانا چنیوٹی کو مبارکباد

برمنگھم (پ ر) جمعیت علماء برطانیہ کے مرکزی رہنماؤں مولانا ڈاکٹر اختر رسول غوری، مولانا قاری تصور الحق، مولانا محمد عرفان غوری، مولانا عبدالواحد، مولانا سید سلیم شاہ گیلانی، مولانا قاری حق نواز حقانی اور مولانا محمد قاسم نے مشترکہ بیان میں مولانا منظور احمد چنیوٹی اور ان کے ساتھی علماء کرام کو مرزا طاہر قادیانی کے مقابلہ کیلئے سامنے آنے پر مبارکباد پیش کی۔ جمعیت کے رہنماؤں نے کہا کہ پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے میں بھی مولانا چنیوٹی کا نمایاں اور موثر کردار کسی سے مخفی نہیں جمعیت علماء برطانیہ کے رہنماؤں نے کہا کہ وہ مولانا چنیوٹی کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں انجام دی جانے والی خدمات کے دلی طور پر معترف ہیں اور اس سلسلہ میں ان پر مکمل اعتماد کرتے ہیں اور انہیں جس طرح کا تعاون مقصود ہوگا جمعیت کے رہنماؤں اور کارکنوں کو وہ سر میدان پائیں گے۔ [2]

---

[1] برمنگھم ۱۵ اگست ۱۹۹۵ء

[2] برمنگھم ۱۶ اگست ۱۹۹۵ء

مقدمہ کتاب
"شانِ خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم"
و
تذکرہ مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی سید الاولین والآخرین و خاتم النبیین والمرسلین سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد و علی آلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔ اما بعد!

سلسلہ نبوت سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور تاجدار انبیاء سید الاولین والآخرین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر آ کر ختم ہو گیا۔ اسلام میں ختم نبوت کا عقیدہ وہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے کہ جس پر پورے دین کی حفاظت اور بقا کا انحصار ہے۔

اگر یہ عقیدہ محفوظ ہے تو پورا دین محفوظ ہے اگر یہ عقیدہ محفوظ اور سلامت نہ رہے تو دین محفوظ نہیں رہتا، حضور اکرم فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی نبی کا آنا تسلیم کر لیا جائے تو وہ اگر چاہے تو پورا دین ہی بدل دے جیسا کہ بہاء اللہ ایرانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے دین اسلام پورے کا پورا منسوخ کر کے ایک نیا دین ایجاد کیا جس کا نام بجائے ''دین اسلام'' کے ''دین بہائی'' رکھا قرآن کریم کو منسوخ قرار دیکر اسکی جگہ ''کتاب اقدس'' بنائی۔

پوری شریعت اسلامی کو مسخ اور منسوخ کر کے نئی شریعت ایجاد کی حتی کہ انبیاء علیہم السلام کا متفقہ قبلہ جو مکہ مکرمہ میں ہے کو تبدیل کر کے نیا قبلہ ''عکہ'' میں بنایا جو اسرائیل حیفا میں ہے۔ دین اسلام کی کوئی ایک چیز بھی باقی نہ رہی اور اگر پورا دین نہ بدلے تو دین کے جو احکام چاہے بدل دے اور جو چاہے قائم رکھے، جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جس نے ''جہاد'' کے فریضہ کو منسوخ کر کے حرام قرار دے دیا جس کے بارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

الجهاد ماض الی یوم القیامة

''کہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔''

اس کے علاوہ بھی دین اسلام کے کئی احکام و عقائد کو بدل دیا۔ اس سے واضح ہوا کہ ''دین

اسلام کی حفاظت اور بقا عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت میں ہی مضمر ہے اور اس کی حفاظت پورے دین کی حفاظت ہے اسی لئے اس عظیم اور اساسی عقیدہ کی حفاظت کیلئے خلیفہ بلافصل امیرالمومنین سیدنا عبداللہ ابن ابی قحافہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جھوٹے نبی مسیلمہ کذاب کے خلاف جو جنگ لڑی اسکی مثال نہیں ملتی، اس جنگ میں بارہ صد کے قریب جلیل القدر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں سینکڑوں صحابہ کرام حفاظ اور قراء کے علاوہ بدری صحابہ کرام بھی شامل تھے۔ (انہی حفاظ صحابہ کرام کی شہادت کے بعد قرآن کریم کی تدوین کی ضرورت محسوس کر کے اسے مدون کیا گیا) اس جنگ میں بائیس ہزار مرتدین قتل ہوئے۔

اس طرح جھوٹی نبوت کا خاتمہ کر کے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ فرما کر امت مسلمہ پر اس عقیدہ کی اہمیت کو واضح فرماتے ہوئے قیامت تک آنے والے مسلمان حکمرانوں کیلئے ایک روشن مثال قائم فرمادی اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ 23 سالہ زمانہ رسالت میں کل 259 مسلمان بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں شہید ہوئے جبکہ کل کفار جو واصل جہنم ہوئے انکی تعداد 759 ہے یعنی پورے دور رسالت میں ایک ہزار اٹھارہ آدمی قتل یا شہید ہوئے جبکہ ختم نبوت کی حفاظت کی خاطر مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی اس ایک جنگ میں 1200 صحابہ کرام شہید اور 22000 مرتدین قتل ہوئے۔ خلیفہ اول کا یہ اتنا عظیم کارنامہ ہے کہ جس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے انسان نے فرمایا تھا کہ آپ میری زندگی کی ساری نیکیاں لے لیں اور مجھے اپنی زندگی کی راتوں میں سے ایک رات (غار والی راتوں میں سے ایک) اور دنوں میں سے ایک دن جب آپ ختم نبوت کی حفاظت کی جنگ لڑ رہے تھے دے دیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے محتاط امام کا فتویٰ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت سے جو معجزہ یا دلیل طلب کرے وہ اس سے بھی کافر ہو جائیگا اس پر ایمان لانا تو دور کی بات ہے کیونکہ دلیل طلب کرنا بھی شک کی علامت ہے۔ دلیل وہاں ہوتی ہے جہاں کچھ گنجائش ہو جسطرح کسی خدائی کا دعویٰ کرنے والے سے دلیل طلب کرنا کفر ہے اسی طرح حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی بھی مدعی نبوت سے دلیل طلب کرنا بھی کفر ہے۔ اس

فتویٰ سے بھی عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

ختم نبوت کے موضوع پر علماء اسلام کی مستقل کتب موجود ہیں جن میں سے سب سے مفصل اور جامع کتاب مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ختم نبوت کامل'' ہے اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں ختم نبوت کے موضوع پر قرآن کریم سے پوری ایک سو (100) آیات پیش کی گئی، دوسرے حصہ میں دوسو (200) سے زائد احادیث نبویہ سے اس عقیدہ کو ثابت کیا ہے جبکہ تیسرے حصہ میں چودہ سو سال کے علماء، مفسرین، محدثین، فقہا اور اولیاء امت کی عبارات پیش کر کے اجماع امت ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب بہت ہی اہم اور مفید عوام وخواص ہے۔

زیر نظر کتاب ''شان ختم النبیین'' جسکا نام بندہ نے تجویز کیا ہے اور وجہ تسمیہ مرزائیوں کے ایک اشکال کا جواب ہے جو اس رسالہ کا موضوع خاص ہے۔ قادیانی / مرزائی عامۃ الناس کو یہ دھوکہ دیتے ہیں کہ آپ کی شان تب دوبالا ہوتی ہے جب کہ دوسرے انبیاء کرام کی طرح آپ کی امت میں نبوت کا سلسلہ جاری رہے۔ یعنی دوسرے انبیاء کی امتوں میں سے تو نبی ہوں اور افضل الانبیاء کی امت میں یہ نعمت کسی کو نہ ملے تو آپ کی شان کے خلاف ہے کیونکہ نبوت اللہ کی نعمتوں میں سے بہت بڑی عطا ہے۔ حضرت استاذ مکرم رحمۃ اللہ نے اپنے اس مضمون میں عقلی اور نقلی دلائل سے ان کے اس وسوسہ اور شبہ کا ازالہ فرما کر واضح کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ (المائدہ: ۳)

تو گویا کمالات نبوت آپ پر تمام کردیے گئے ہیں۔ اب آپ کے بعد آپ سے کسی افضل کا آنا تو ناممکن ہے کیونکہ آپ سے افضل و برتر کوئی ہو نہیں سکتا اور کامل کی آمد کے بعد ناقص کا فائدہ نہیں۔ نیز جو کام انبیاء سابقین کرتے تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی کی رو سے اب علماء امت اسلامیہ کے ذمہ لگادیے گئے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

چنانچہ یہی آپ کی شان رفیع ہے کہ جو انبیاء کی ساری جماعت میں کسی کو نصیب نہیں

ہوئی۔

میرے شفیق و مربی استاذ حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ واسعۃ استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند و جامعہ اسلامیہ ڈابھیل و دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سندھ کی مشہور کتاب ''ترجمان السنۃ'' جلد ۱ میں ختم نبوت کا ایک مستقل باب ہے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ برادرم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت فیوضہم نے اپنی مؤلفہ کتاب ''احتساب قادیانیت جلد چہارم'' میں انہوں نے اکابر علماء دیوبند میں سے رئیس المحدثین امام العصر حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی، رئیس المتکلمین شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور محدث کبیر ولی کامل میرے شفیق استاذ حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین ملت کے رد قادیانیت کے موضوع پر نایاب اور انتہائی اہم اور قیمتی رسائل شائع کیے ہیں مولانا موصوف کی یہ عظیم دینی خدمت ہے اور یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے کہ ان اساطین امت کے نایاب اور قیمتی تحفوں اور یادگار تحریرات کو ایک جلد میں جمع کر کے زندہ جاوید بنا دیا ہے مولانا موصوف کا امت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان ہے جو رہتی دنیا تک یاد رہے گا اللہ تعالیٰ مولانا اللہ وسایا کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرماویں اور دارین میں اسکا بہترین اجر اور صلہ نصیب فرماویں۔

احتساب قادیانیت کی اس چوتھی جلد میں انہوں نے استاذ محترم کی کتاب ''ترجمان السنۃ'' سے ختم نبوت کے موضوع پر پورا باب نقل کیا ہے اور اسکے ساتھ حضرت استاذ محترم مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کے رد قادیانیت کے سلسلہ میں سات عدد رسائل جو بالکل نایاب تھے جن میں قادیانیوں کے سوالات و شبہات کو عقلی و نقلی دلائل سے ''هباءً منثورا'' کر دیا ہے، شامل فرما دیے ہیں یہ رسائل انتہائی اہم اور قیمتی ہیں جو آپ کو اکٹھے اس جلد چہارم میں مل سکتے ہیں انکے نام درج ذیل ہیں:

۱) سیدنا مہدی علیہ الرضوان ۲) دجال اکبر
۳) نور ایمان ۴) الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح
۵) جواب الحقی فی آیت التوفی ۶) انجاز الوفی فی لفظ التوفی

۷) آوازِ حق

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ قیمتی رسائل اب ایسے نایاب تھے کہ انکے نام سے بھی کوئی عالم واقف نہیں۔ بندہ ناچیز حضرت کا براہ راست شاگرد رہا ہے اور اس فقیر کیلئے حضرت کی بڑی شفقتیں اور دعائیں تھیں لیکن مجھ جیسا ان کا نالائق اور عاشق شاگرد بھی ان تمام رسائل سے واقف نہ تھا۔ مولانا اللہ وسایا صاحب کا ان نایاب رسائل کو شائع کرنا امت اسلامیہ پر عموماً اور مجھ ناچیز پر خصوصاً بہت بڑا احسان ہے۔

فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء فی الدارین

میرے عزیز اور پیارے شاگرد مولوی افتخار حسین بٹ حال متعلم جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے ذریعہ مجھ ناچیز کو احتساب قادیانیت کی یہ چوتھی جلد ملی انہوں نے الحمدللہ پوری کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد خواہش ظاہر کی کہ اس جلد میں حضرت استاذ مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کا "ختم نبوت" کے موضوع پر جو قیمتی مضمون ہے اسے عام مسلمانوں کے مفاد کیلئے ایک علیحدہ رسالہ کی صورت میں شائع کیا جائے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ مسلمان اس سے استفادہ کرسکیں اور مجھے کہا آپ اس پر مقدمہ لکھدیں کہاں یہ نالائق اور جاہل شاگرد اور کہاں استاذ کا مقام "ایــــن الثریٰ و این الثریا" مجھ جیسا جاہل تو انکی پوری بات سمجھنے کی بھی استعداد نہیں رکھتا چہ جائیکہ اس پر میں مقدمہ لکھوں یا تبصرہ کروں، ہاں صاحب مضمون اپنے استاذ محترم کے تعارف میں چند کلمات اپنی سعادت کیلئے تحریر کرتا ہوں اس مختصر مضمون میں حضرت کا پورا تعارف بھی ناممکن ہے بس ان کے حالات زندگی میں سے چند احوال و واقعات قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مختصر تعارف:

حضرت استاذ محترم مولانا محمد بدر عالم مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ میرٹھ کے سادات خاندان کے چشم و چراغ تھے انکے بھائی اور دیگر رشتہ دار بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز تھے مولانا کے چھوٹے بھائی ریٹائرڈ ایس ایس پی تھے جبکہ آپ کے والد محترم بھی ایک پارسا اور نیک پولیس

آفیسر تھے۔ حضرت سے اللہ تعالیٰ نے دین کی عظیم خدمت لینا تھی اس لئے آپ کو دینی تعلیم کیلئے چن لیا۔ آپ سہارن پور مظاہر العلوم میں پڑھتے رہے اور تمام مروجہ علوم سے فراغت حاصل کی۔ مظاہر العلوم کے صدر مدرس شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری شاگرد رشید حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ مجاز حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اکتساب فیض کیا۔ بندہ نے بھی حضرت کامل پوری سے ترمذی اور بخاری جلد اول پڑھی ہے۔ اس ایک اعتبار سے یہ ناچیز حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کا استاذ بھائی بھی بنتا ہے اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، صاحب بذل المجہود شرح ابوداؤد سے بھی فیض یافتہ تھے' پھر آپ برصغیر کے مرکز علم وہدایت ازہر ہند دارالعلوم دیوبند میں رئیس المحدثین صدر المدرسین آیت من آیات اللہ علامۃ العصر حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جنکے سامنے مفکر اسلام ڈاکٹر علامہ اقبال جیسے فلسفی بھی زانوئے ادب طے کرتے اور ان سے علم فلسفہ اور دیگر علوم کی گتھیاں سلجھاتے اور اپنے اشکال حل کراتے تھے جن کے متعلق شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فرمایا کرتے تھے کہ:

''سید انور شاہ چلتی پھرتی لائبریری ہیں۔''

مولانا عثمانی بھی آپ سے اپنے علمی اشکال حل کراتے تھے اور جن کے بارے میں حکیم الامت فرماتے تھے کہ

''اسلام کی صداقت کی ایک دلیل انور شاہ جیسے عالم کا مسلمان ہونا بھی ہے۔''

ایسی نابغہ روزگار شخصیت کی خدمت میں حاضر ہو کر زانوئے تلمذ طے کر کے اکتساب فیض کیا۔ حضرت استاذ محترم مسلسل دس سال حضرت شاہ صاحب کے بخاری کے درس میں شریک ہو کر فیوض و برکات سمیٹتے رہے اور پھر آپ نے اس علمی فیض کو ''فیض الباری'' شرح صحیح بخاری کے نام سے پانچ جلدوں میں جمع فرمایا۔ آج بخاری شریف پڑھانے والے اساتذہ کرام میں شاید ہی کوئی ایسا استاد ہو جو اس سے مستفید نہ ہوتا ہو۔

حضرت نے درس میں ایک دفعہ سنایا کہ جب میں دارالعلوم دیوبند میں مسلم شریف پڑھایا کرتا تھا تو حضرت شاہ صاحب کے بخاری کے درس میں سماع کرتا تھا۔ ایک دفعہ بعض طالب

انھوں نے حضرت مہتمم صاحب کو درخواست دی کہ یہ کیسے استاذ صاحب ہیں کہ ادھر ہمیں مسلم شریف پڑھاتے ہیں اور ادھر ہمارے ساتھ بخاری شریف کے درس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ مہتمم صاحب نے استاذ محترم مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ سے اسکا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ان طلباء سے کہہ دیں کہ اگر مسلم شریف کا سبق پڑھنا ہے تو پڑھیں، میں مسلم شریف پڑھانا تو چھوڑ سکتا ہوں مگر اپنے شیخ کا بخاری شریف کا درس نہیں چھوڑ سکتا۔ سبحان اللہ!

کس قدر اپنے استاذ اور شیخ سے عقیدت و عشق تھا۔

بعض ناگزیر حالات کے باعث جب حضرت شاہ صاحب کو دارالعلوم دیو بند چھوڑنا پڑا تو آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل صوبہ گجرات تشریف لے آئے تو حضرت استاذ مکرم رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دارالعلوم صاحب کے اصرار کے باوجود دیو بند میں تدریس حدیث چھوڑ کر اپنے شیخ مکرم کے ہمراہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے آئے۔ حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جن علماء کو قادیانیوں کے خلاف مناظرہ کرنے کیلئے تیار کیا تھا ان میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلوی صاحب، مولانا مرتضی حسن چاند پوری صاحب، استاذ مولانا محمد چراغ صاحب گوجرانوالہ اور ان تمام حضرات میں سرفہرست اور بے بدل مناظر حضرت استاذ مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ حضرت استاذ صاحب نے مرزائیوں کے نامور ترین مناظرین ''جلال الدین شمس اور عمر احمدی'' وغیرہ سے کئی کامیاب مناظرے کر کے انہیں اس میدان میں ذلیل ورسوا کیا۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آپ قادیانیوں کے سامنے میرا نام لیں کہ ہم انکے شاگرد ہیں تو قادیانی ان شاء اللہ نام سن کر ہی بھاگ جائیں گے۔ اب تحدیث نعمت کے طور پر یہ فقیر بھی کہتا ہے کہ اسی طرح اس فقیر ناچیز کا نام لیکر اگر کوئی کہہ دے کہ میں چنیوٹی کا شاگرد ہوں تو ان شاء اللہ قادیانی ہر میدان میں مقابلہ کرنے سے بھاگ جائیں گے۔ حضرت کی تحریر کردہ اردو زبان میں مشہور شرح حدیث ''ترجمان السنۃ'' چار جلدوں پر مشتمل ہے جن میں ایمانیات کے مسائل بیان کیے گئے ہیں عبادات وغیرہ کے مسائل کا اس میں ذکر نہیں البتہ جھوٹے مدعیان نبوت، نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی و دجال اشراط ساعت یعنی قیامت کی نشانیوں میں

سے ہیں اور ان کا تعلق عقیدہ قیامت سے ہے لہٰذا آپ نے ان مسائل کو کتاب الایمان کی بحث میں ذکر کیا ہے۔ آپ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عنوان مقرر فرماتے ہیں پھر اس کے تحت حدیث درج فرما کر اسکا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ فرماتے ہیں پھر نیچے اسکی تشریح فٹ نوٹ پر درج کرتے ہیں اور عقلی ونقلی دونوں طریق سے اس کے مضمون کو واضح فرماتے ہیں، چنانچہ آپ نے جلد نمبر ا میں ختم نبوت پر ایک مستقل باب تحریر کیا ہے اسی طرح جلد نمبر ۳ میں ''نزول المسیح علیہ السلام'' پر بھی ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے۔ پھر اسے علیحدہ کتابی شکل میں شائع کرایا اور اس کے بعد اس کا انگریزی ترجمہ کرا کر اپنی گرہ سے چھپوا کر انگریزی خوان طبقہ میں پھیلایا اسی طرح چوتھی جلد میں حضرت امام مہدی اور دجال کے ظہور کا ایک مستقل باب ''الامام المہدی'' تحریر فرمایا۔

حضرت کے پیش نظر جدید انگریزی خوان اور استدلالی طبقہ ہے اس لئے آپ کی زیادہ تر کوشش ہوتی ہے کہ تشریح ایسے جدید انداز میں کی جائے جو انکے ذہنوں کو اپیل کرے۔ ختم نبوت کے موضوع پر آپ کا جو رسالہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں حضرت استاذ مکرم رحمۃ اللہ نے قرآن کریم کی آیت

ماکان محمد ابا احد۔۔۔۔۔۔الخ (الاحزاب: ۴۰)

میں قرآنی لفظ ''خاتم النبیین'' کی تشریح احادیث کی روشنی میں کی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان ترجمان قرآن سے مختلف پیرایوں میں تشریح فرمائی ہے۔ یہ کل ۱۵۶ احادیث ہیں۔ حدیث شریف کی توضیح وتشریح کرتے ہوئے آپ قادیانی شبہات کو دور فرماتے اور انکے دجل وفریب کے پردے کو بھی چاک کرتے جاتے ہیں۔ حضرت کے پیش نظر اس وقت قرآنی آیات سے عقیدہ ختم نبوت کو واضح کرنا نہیں اگرچہ احادیث کی تشریح میں ضمناً بعض آیات قرآنی کا بھی ذکر آیا ہے۔ احادیث اور انکی تشریح یہاں بیان کرنے کے بعد آپ نے آپکی شان ''خاتم النبیین'' کی وضاحت فرماتے ہوئے تقریباً پندرہ صفحات پر مشتمل ایک انتہائی قیمتی مضمون خلاصہ اور نچوڑ کے طور پر تحریر کیا ہے۔ جس میں آپ کی ختم نبوت کی شان کو عقلی طور پر اپنے خاص انداز میں واضح فرمایا ہے جو کہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور پورے مضمون کی جان ہے جس سے تمام

قادیانی شبہات دور ہوتے ہیں۔

حضرت استاذ مکرم سے پہلی ملاقات:

تقسیم ملک کے بعد جب ایشیاء کی عظیم اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیو بند از ہر ہند ہندوستان میں رہ گئی تو شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان میں دارالعلوم دیوبند کی طرز پر یہاں کے مسلمانوں کیلئے ایک دارالعلوم بنانے کا پروگرام بنایا جسکے لیے آپ نے جلیل القدر اساتذہ اور محدثین کا انتخاب فرمایا اس دارالعلوم کیلیے موزوں جگہ کی تلاش و جستجو جاری تھی کہ آپ داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کے انتقال فرمانے کے بعد خدا اللہ یار سندھ کے ایک نیک دل زمیندار "حاجی سومار صاحب" نے شہر سے متصل ایک مربع زمین جسمیں ان کا باغ تھا مجوزہ دارالعلوم کی عمارت کیلئے اور چالیس مربع زرعی اراضی دارالعلوم کے اخراجات کیلیے ہبہ فرمادی اللہ تعالیٰ انکے اس عظیم صدقہ جاریہ کو قبول فرمادیں اور انکی جزائے خیر دارین میں نصیب فرمادیں۔

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مجوزہ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے، زمین کے حصول کے بعد انہوں نے دارالعلوم کے قیام کا اعلان کر دیا جسکے لئے رئیس المدرسین جامع المعقول والمنقول شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ جو مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں عرصہ تیس سال تک صدر مدرس رہ چکے تھے کو حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ خود صدر مدرس مقرر فرما گئے تھے۔ دیگر اساتذہ بھی حضرت شیخ الاسلام نے خود ہی مقرر فرمائے تھے جن میں حضرت مفتی اشفاق الرحمٰن محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت استاذ محترم علامہ محمد یوسف بنوری یہ چار جلیل القدر محدثین دورہ حدیث پڑھانے کیلئے مقرر ہوئے۔ ان میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ڈابھیل صوبہ گجرات بھارت میں شیخ الحدیث اور صدر مدرس تھے وہ ابھی وہیں موجود تھے باقی تینوں بزرگ کراچی میں جمع تھے۔ مدرسہ کا اعلان اگرچہ تاخیر سے ہوا لیکن پہلے سال ہم اکیس طلباء دورہ حدیث میں شریک ہوئے۔ ۱۹

طلباء تو خیر المدارس ملتان کو خیر باد کہہ کر وہاں پہنچے تھے جن میں راقم بھی اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ تھا، جبکہ ایک طالب علم ریاستی عبدالمجید اور ایک سندھی طالب علم درمحمد، یہ صرف دو طالب علم خیر المدارس کے طلباء کے علاوہ تھے ہم پانچ طلباء تو اسباق شروع ہونے سے قبل شوال کے آخر یا ذیقعدہ کے شروع میں ہی پہنچ گئے بقیہ طلباء اسباق شروع ہو جانے کے بعد ان اکابر حضرات کی شہرت کے پیش نظر آہستہ آہستہ آتے رہے اور تعداد (۲۱) ہوگئی۔ ایک دن اعلان ہوا کہ آج کراچی سے حضرات اساتذہ کرام تشریف لا رہے ہیں ہم لوگ استقبال کیلئے اسٹیشن پر پہنچے تو مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ شیخ کامل پوری، حضرت مفتی اشفاق الرحمٰن استاذ مکرم حضرت مولانا بدر عالم، مولانا محمد مالک کاندھلوی اور مولانا عبدالعزیز کامل پوری رحمہم اللہ علیہم یہ پانچ حضرات بھی تشریف لائے۔ سوائے حضرت کامل پوری رحمۃ اللہ کے باقی تمام حضرات کی پہلی مرتبہ زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ مولانا محمد مالک تو بالکل نوجوان اور سب سے کم عمر تھے۔ ابھی دارالعلوم کی تعمیر نہیں ہوئی تھی اور ہم حاجی سومار صاحب کے گھر رہتے تھے اساتذہ کرام کی رہائش کیلئے علیحدہ گھروں کا انتظام ہوگیا۔ داخلہ کیلئے رسمی سا امتحان ہوا۔ پہلے دن ہم صرف سات طالبعلم شریک دورہ ہوئے۔ حضرت کامل پوری رحمۃ اللہ صدر مدرس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے، حضرت مفتی اشفاق الرحمٰن مفتی دارالعلوم اور حضرت استاذ محترم مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ ناظم تعلیمات مقرر ہوئے۔ مہتمم صاحب تو کراچی رہتے تھے اور کبھی کبھی تشریف لاتے، دارالعلوم کا پورا انتظام حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ کے ذمہ تھا۔

ہمارے اسباق کی تقسیم کچھ اسطرح سے ہوئی کہ ترمذی شریف اور بخاری جلد اول حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمۃ اللہ کے پاس، بخاری جلد ثانی اور موطا امام مالک حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی کے پاس، مسلم جلد ثانی مفتی اشفاق الرحمٰن صاحب کے پاس، ابوداؤد اور مسلم جلد اول حضرت بنوری رحمۃ اللہ کے لئے رکھی گئی۔ انکی انتظار تھی ان کے آنے پر اسباق شروع ہوگئے۔ ایک مرتبہ حضرت کامل پوری رحمۃ اللہ نے بندہ حقیر کو خود سنایا کہ جب اسباق تقسیم ہونے لگے تو میں نے مولانا بدر عالم سے کہا کہ ترمذی میں پڑھاؤں گا اور بخاری شریف آپ پڑھائیں۔ حضرت کامل پوری صاحب چونکہ صدر مدرس بھی تھے اور حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ کے استاذ

بھی ہو تو حضرت فرمانے لگے کہ نہیں یہ دونوں کتابیں آپ پڑھائیں۔ حضرت کامل پوری رحمۃ اللہ فرماویں کہ نہیں بخاری آپ پڑھائیں کیونکہ میرا خیال ہے کہ بخاری آپ مجھ سے اچھی پڑھائیں گے جبکہ ترمذی میں آپ سے اچھی پڑھا سکتا ہوں۔ چونکہ حضرت کامل پوری رحمۃ اللہ نے تمیں سال مسلسل مظاہر العلوم میں ترمذی شریف کا درس دیا تھا جبکہ مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ بخاری کیلئے اس لئے اچھے تھے کہ انہوں نے مسلسل دس سال علامۃ العصر حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کے ہاں بخاری شریف کے درس میں شریک رہے۔ پھر حضرت کی ان تقاریر کو پانچ جلدوں میں "فیض الباری شرح صحیح البخاری" کے نام سے کتابی شکل میں جمع فرما کر شائع کر چکے تھے۔ جب دونوں طرف سے اصرار بڑھا تو حضرت کامل پوری رحمۃ اللہ نے فیصلہ دیا کہ اچھا ایک جلد آپ پڑھائیں اور ایک جلد میں پڑھاؤں گا! چنانچہ بخاری شریف دو عظیم اساتذہ میں تقسیم ہوئی ورنہ عام طور پر تو بخاری صدر مدرس کے ہی ذمہ ہوتی ہے۔ یہ ان حضرات کا خلوص اور للّٰہیت تھی استاذ اپنے شاگرد کو کیا مقام دے رہا ہے اور شاگرد استاذ کا کتنا اکرام کر رہا ہے۔ سرگزشت بہت طویل ہوگئی کیونکہ اساتذہ کی حکایات بتانے میں ایک عجیب سی روحانی خوشی اور لذت محسوس ہوتی ہے۔"۔۔۔۔۔ بود حکایت دراز تر گفتم"

ذکر خیر کر رہا تھا صاحب کتاب اپنے شفیق استاذ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ کا کہ ہماری پہلی ملاقات اور انکی زیارت ۱۹۴۹ء میں جب وہ کراچی سے ٹنڈو اللہ یار تشریف لائے تو اسٹیشن پر ہوئی۔ حضرت کی شخصیت کے بارے میں کیا بیان کروں، آپکا جسم نہایت متناسب، دراز و بلند قد، سرخ و سفید خوبصورت رنگ، نورانی چہرا، چہرے پر تحقی اور چمکتی ہوئی سفید خوبصورت داڑھی، سفید صاف ستھرا لباس، میرٹھی پاجامہ، دیسی کرتا اس پر کریم رنگ کی صدری، سر پر سفید کپڑے کی گول ٹوپی، پاؤں میں سلیم شاہی نفیس جوتا، نفیس شخصیت نفیس لباس، با اصول، باکردار، باوقار، طلباء کیلئے غمگسار، ملنے والوں کیلئے خوش گفتار شخصیت کے مالک تھے۔

تقریباً دس ماہ ہم حضرت کے زیر تعلیم و زیر تربیت رہے حضرت جتنی توجہ تعلیم کی طرف دیتے اتنی ہی ہماری تربیت اور کردار سازی کی طرف توجہ فرماتے تھے۔

اکاون، باون سال قبل کے جو واقعات جو نصائح جو ہدایات وقتاً فوقتاً ارشاد فرماتے اور

سامنے آتے رہے الحمدللہ وہ آج تک ذہن میں محفوظ ہیں ان میں سے چند ایک ذکر کرتا ہوں جس سے آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر کسی حد تک روشنی پڑ سکے گی۔

مسئلہ تملیک میں احتیاط:

پہلے سال میں جب دورہ حدیث اور موقوف علیہ کے تک بھگ 25 طلباء تھے ہندوستانی باورچی گھر سے بھی بہتر کھانا تیار کرتا پورے ہفتہ میں ایک ٹائم ٹیبل کے مطابق گوشت، سبزی اور مختلف دالیں پکائی جاتی تھیں ایک پاؤ آٹا سے پانچ چپاتیاں تیار کی جاتی تھیں۔ ایک جگہ پر باوقار طریقہ سے بٹھا کر وہ ملازم کھانا کھلاتے تھے۔ کچھ عرصہ تو یہ سلسلہ چلتا رہا پھر حضرت کو خیال آیا کہ اس طرح طلباء کی تملیک نہیں ہوتی سب کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا ہے حسب خواہش وطلب ہر ایک کھا لیتا ہے اسلئے زکوٰۃ میں جو تملیک شرط ہے وہ پوری نہیں ہوتی۔ لہذا حضرت نے حکم دیا کہ ہر ایک طالبعلم کا کھانا اسکے کمرہ میں پہنچایا جائے کیونکہ حضرت طلباء کے وقار کے خلاف سمجھتے تھے کہ طالب علموں نے برتن اٹھائے ہوئے ہوں اور لائن میں لگ کر کھانا لینے کیلئے کھڑے ہوں۔ اس لئے آپ نے پہلے اکٹھے بٹھا کر کھانا کھلانے کا انتظام کیا لیکن جب خیال آیا کہ اس طرح ہر طالب علم کی تملیک صحیح طور پر نہیں ہوتی جو مال زکوٰۃ کیلئے شرط ہے تو نئے ملازم رکھے، نئے برتن خریدے چنانچہ علیحدہ برتن میں سالن اور چپاتیاں رکھ کر ہر طالب علم کے کمرے میں پہنچانے کا بندوبست فرمایا۔

طلباء کا وقار وعزت نفس:

آپ طلباء کے وقار کا بہت خیال رکھتے فرماتے آپ علماء ہیں کپڑے اگر نئے نہ ہوں لیکن صاف ستھرے دھلے ہوئے ہوں، اگر کوئی کپڑا پھٹ جائے تو اسے اسی طرح نہ پہنو ایک دھجی کا دھاگہ لگے گا اسے فوراً مرمت کرو۔ ایک دن کوئی ہنسی کی بات سنائی خود بھی تبسم فرمارہے تھے طلباء بھی خوش ہورہے اور ہنس رہے تھے کہ ہمارا ایک ساتھی بڑی آواز سے کھل کھلا کر ہنسا تو فوراً حضرت کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمانے لگے:

"ارے مولوی صاحب کیسے گنواروں کی طرح ہنس رہے ہو مولویوں سا ہنسو"

بس سب پر سکتہ طاری ہو گیا۔

شستہ مذاق:

سبق کے دوران طلباء سے دل لگی اور شستہ مذاق بھی فرماتے۔ جب کوئی بات اچھی طرح سمجھ آتے تو فرماتے "سمجھنم" پھر فرماتے "فولو سمجھنا" یعنی اردو میں عربی کا صیغہ حاضر اور متکلم بناتے۔ بعض اوقات بڑی اہم بات بیان کر رہے ہوتے تو فرماتے "فلکھوہ" یعنی اسے لکھ لو۔

ایک مرتبہ اپنے بارے میں فرمانے لگے جب میں پڑھنے لگا تو "کنت انا" اور ہاتھ کا نیچے اشارہ کیا یعنی میں اتنا چھوٹا تھا، جب میں نے میٹرک کیا تو "کنت انا" پھر ہاتھ کا اشارہ ذرا اوپر کیا یعنی اتنا بڑا تھا، اور جب میں فارغ ہوا تو "نا داڑھی والا مونچھ" اور اپنی داڑھی اور مونچھوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر میری طرف اشارہ کیا اور فرمایا "هكذا" یعنی اسطرح، کیونکہ اس وقت میری عمر تقریباً ۱۵ سال تھی اور ابھی داڑھی و مونچھ نہیں آئی تھی۔ حضرت کی بھی علوم سے فراغت کے وقت عمر ۱۹ سال تھی۔ اور داڑھی و مونچھ نہیں آئی تھی۔ گرمی کے دنوں میں حضرت کے ہاں نماز ظہر کے بعد بخاری شریف کا درس ہوتا تھا، دوران سبق جب کوئی طالب علم اونگھنے لگتے تو فوراً اسکی طرف اشارہ کر کے فرماتے دیکھو وہ سونا بنا رہا ہے۔ ایک مرتبہ مجھے بھی دوران سبق نیند کا غلبہ ہونے لگا تو حضرت نے حسب سابق فرمایا کہ دیکھو چنیوٹی سونا بنا رہا ہے۔ میں حضرت کی تقریر لکھا کرتا تھا میں نے متنبہ ہوتے ہی قلم تو ہاتھ میں تھی ہی کچھ لکھنا شروع کر دیا تا کہ معلوم ہو کہ میں سو نہیں رہا تھا۔ بھلا وہ استاد اور میں ایک نادان شاگرد، انہیں کیسے جل دے سکتا تھا۔ فوراً فرمانے لگے ابھی حیوان ناکم تھا ابھی حیوان کاتب بن گیا ہے۔ آپ کی اس قسم کی شستہ مذاق آج تک نہیں بھولتی۔

طلباء کے ساتھ ہمدردی:

دورہ کے دوران ہمارا ایک ساتھی مولوی طیب ہزاروی اچانک بیمار ہو گیا اور اسے ہسپتال داخل کرنا پڑا جب حضرت کو پتہ چلا تو فوراً ہسپتال پہنچے اور ساری رات اسکی تیمارداری میں جاگتے ہوئے وہیں گزاری۔ صبح سویرے سواری کا بندوبست کر کے خود حیدر آباد سندھ ہسپتال لے گئے۔

یہ خدمت آپ کسی طالب علم یا ملازم کے ذمہ بھی لگا سکتے تھے مگر ایسا نہیں کیا۔ فرماتے تھے یہ مسافر ہیں اور مہمان رسول ہیں ان کا اکرام کرنا چاہیے۔ ایک دفعہ راقم آثم بیمار ہوا، حضرت کو پتہ چلا تو کمرے میں عیادت کے لئے تشریف لائے مگر میں سخت بخار کی حالت میں کمبل اوڑھے حضرت کامل پوری کے ہاں بخاری شریف کی سبق پڑھنے گیا ہوا تھا مجھے کمرہ میں نہ پا کر حضرت سمجھ گئے کہ میں سبق کیلئے گیا ہوا ہوں۔ سبق ختم ہوا تھوڑی دیر بعد بندہ آ کر اپنی چارپائی پر لیٹا ہی تھا کہ دیکھا حضرت دروازے سے داخل ہو رہے ہیں۔ حضرت میں پھرتی اور چستی بہت تھی میرے چارپائی سے اٹھنے تک آپ چارپائی کے نزدیک پہنچ گئے میں فوراً چارپائی سے نیچے اترا سرہانے رومال پڑا تھا جلدی میں اٹھا کر سر پر باندھنے کی بجائے کندھے پر رکھ دیا اور حضرت سے مصافحہ کرنے لگا۔ اس دوران آپ نے میرے سر کی طرف دیکھا سر ننگا تھا مجھے اپنی حماقت کا احساس تو ہو گیا کہ یہی رومال اگر باندھ نہ سکا تھا تو جس طرح سے کندھے پر رکھ دیا تھا اسی طرح سر پر ہی رکھ لیتا مگر جلدی اور ادب کے ملے جلے اثرات کے باعث فوراً رومال سر پر نہ رکھ سکا، جونہی مصافحہ ختم ہوا میں رومال سر پر باندھنے لگا تو حضرت فرمانے لگے اگر پہلے سر ڈھانپ لیتے تو میں کہتا کہ میرا شاگرد کتنا مہذب ہے۔ پھر فرمایا۔

میں پہلے بھی عیادت کیلئے آیا تھا آپ موجود نہ تھے۔ میں نے عرض کیا حضرت بخاری شریف کے ''سبک'' پر گیا ہوا تھا۔ اسی وقت فرمایا کہ

ارے ''سبک'' کیا ہوتا ہے! ابھی تک آپ کی پنجابیت نہیں گئی۔ (کیونکہ ہمارے نزدیک 'ک' اور 'ق' کی ادائیگی میں کوئی خاص فرق نہیں کیا جاتا) ''سبق'' قلقلہ کے ساتھ بڑا قاف ادا کر کے فرمایا کہ ایسے کہتے ہیں۔ سبحان اللہ کھڑے کھڑے عیادت فرما رہے ہیں، علمی اصلاح فرما رہے اور ساتھ اخلاقی درس بھی دے رہے ہیں۔ ایسے عظیم محدث اور شیخ وقت کا ایک حقیر طالب علم کے معمولی بخار پر دو مرتبہ عیادت کیلئے خود کمرے میں تشریف لانا (جبکہ ہمارا کمرہ آپ کی نشست سے کافی مسافت پر تھا) ان کی اعلیٰ ظرفی، منکسر المزاجی اور طلباء کی ہمدردی کی ایک شاندار مثال ہے۔ آجکل ایسا شفیق و ہمدرد استاذ واقعی نادر و نایاب ہوگا۔

درس مساوات کا عملی نمونہ:

دارالعلوم کی عمارت چونکہ شہر سے باہر جنگل میں تھی اور حضرت کا قیام بھی دارالعلوم کے گیٹ کے قریب ایک کمرہ میں تھا جس میں باپ بیٹا دونوں رہتے تھے۔ ایک مرتبہ رات کو چور آئے اور دیوار میں نقب لگا کر کچھ سامان چوری کر کے لے گئے۔ حضرت نے اگلے دن طلباء کو اکٹھا کیا غالباً چوبیس یا پچیس طلباء تھے۔ آپ نے دو دو طالب علموں کی جوڑی بنادی کہ ہر رات دو طالب علم باری باری پہرہ دیا کریں۔ طالب علموں کے ساتھ آپ نے اپنی اور اپنے بیٹے آفتاب احمد کی بھی باری بنادی ہم نے بڑی کوشش کی کہ حضرت آپ اور آفتاب آرام کریں ہم باری باری پہرہ دیں گے۔ فرمایا ہرگز نہیں ہم باپ بیٹا بھی یہیں رہتے ہیں جیسے آپ طلباء کی باری ہوگی ہماری بھی باری ہوگی۔ دسویں بارھویں دن باری آتی تھی آپ بھی اپنی باری میں رات کو علم کا لاٹھی لیکر رات بھر پہرہ دیتے تھے۔ اتنا بڑا استاذ، شیخ وقت، رئیس المحدثین اور سن رسیدہ، سفید ریش، اور طالب علموں کے ساتھ رات بھر جاگ کر پہرہ دے رہے ہیں۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غزوہ خندق کی سنت جو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے ہمراہ کھودی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی سنت جو آپ نے اپنے غلام کے ساتھ سفر میں باری باری سواری کی پر عمل کر کے مساوات کا عملی نمونہ پیش فرما کر اس سنت کو زندہ کیا۔

حدیث کا ادب و احترام اور حکام وقت سے استغناء:

جب تک دارالعلوم کی درسگاہیں اور رہائش گاہیں تعمیر نہیں ہوئی تھیں ہم کئی مہینوں تک کتابیں سر پہ اٹھا کر اساتذہ کی رہائش گاہوں پہ جا کر اسباق پڑھا کرتے تھے اور جب درسگاہیں اور رہائش گاہیں تیار ہوگئیں تو ہم طلباء شہر سے باہر دارالعلوم منتقل ہو گئے اور اب اساتذہ کرام دارالعلوم تشریف لاتے اور دارالحدیث میں سبق پڑھاتے۔ لیکن آج بھی جب میں وہ وقت یاد کرتا ہوں تو خدا کی قسم جو مزا کتابیں سروں پہ اٹھائے اساتذہ کی رہائش گاہوں پہ جا کر پڑھنے میں آتا تھا وہ مزا، وہ کیف جب اساتذہ مدرسہ میں پڑھانے کیلئے تشریف لاتے تھے نہیں آتا تھا۔
بخاری جلد دوم کا سبق ظہر کے بعد حضرت مولانا بدر عالم رحمۃ اللہ کے مکان پر ہوتا تھا، شہر

میں ہسپتال کے سامنے آپ کا مکان تھا۔ حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مہتمم تھے۔ آپ کے حکمران طبقہ سے اچھے خاصے تعلقات تھے۔ ایک دن انہوں نے اطلاع دی کہ آج وزیر داخلہ کھوڑو صاحب تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے (حضرت استاذ میرٹھی رحمۃ اللہ کے) درس میں شریک ہو نگے۔ استاذ جی نے اپنی نشست کے ساتھ ایک مصلے "جائے نماز" بچھا دیا اور ہم سے فرمایا کہ مولانا احتشام الحق صاحب کے ہمراہ جب وزیر داخلہ صاحب آئیں اور آپ چونکہ حدیث شریف کا درس پڑھ رہے ہوں گے کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے میں صرف مولانا احتشام الحق صاحب کو ہاتھ کا اشارہ کروں گا کہ وہ مصلے پر تشریف رکھیں کیونکہ وہ عالم ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا احتشام الحق صاحب جب وزیر داخلہ کھوڑو صاحب (بمعہ اپنے سرکاری عملہ و پروٹوکول) کے ہمراہ استاذ جی کے درس میں آئے تو حضرت نے ہاتھ کا اشارہ مولانا احتشام الحق صاحب کی طرف کیا اور وہ مصلے پر بیٹھ گئے ان کے پیچھے کھوڑو صاحب بیٹھ گئے اور دیگر عملہ کمرے کے باہر بیٹھ گیا۔ حضرت نے حسب سابق اپنا سبق جاری رکھا اور کسی سے کوئی کلام نہ کی۔ وہ حضرات تھوڑی دیر بیٹھے سنتے رہے اور پھر چپکے سے اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت استاذ جی نے نہ تو ان کے آنے پر کوئی کلام کی اور نہ جانے پر۔ آج ہم اپنا معمول دیکھیں کہ اگر کوئی معمولی سا آفیسر ہمارے پاس آ جائے تو تمام طلباء کیا اساتذہ تک بھی دست بستہ غلاموں کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں۔

آپ دیکھیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب مشرقی و مغربی پاکستان اکٹھا تھا اور اس کا وزیر داخلہ حضرت استاذ صاحب کے پاس درس میں آتا ہے تو آپ کے نزدیک اس سرکاری عہدہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہ آپ کا حکومت کے لوگوں سے استغناء للّٰہیت ، اپنے شعبہ تدریس سے سچی لگن کا جذبہ تھا اور ہمارے لئے ایک تربیت کا طریقہ بھی تھا کہ علمائے حق کے سامنے حکومتی ، سرکاری و دنیاوی حکام کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہی اہل اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

دو نصیحتیں:

دوران درس آپ بہت نصائح فرمایا کرتے تھے خصوصاً حالات حاضرہ کے مطابق ضروری اور اہم پیش آمدہ مسائل کی نشاندہی فرماتے ۔ فراغت کے بعد فتنوں سے واسطہ پڑنے والا تھا انکے متعلق ضروری معلومات اور ہدایات فرماتے ۔ آپ کی بیش قیمت نصائح میں سے صرف دو افادہ عام کیلئے ذکر کرتا ہوں ۔

(۱) ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر آپ کے پاس کوئی بڑا آدمی کوٹھی والا آجائے کہ میرے بچوں کو کوٹھی پہ آکر قرآن مجید پڑھادیں تو ضرور چلے جاؤ ۔ امام مالک نہ بنناکہ یہ علم اور عالم کے وقار کے خلاف ہے ۔ ہارون رشید کی درخواست پر جیسا امام مالک نے فرمایا تھا کہ اگر آپ کا لڑکا پڑھنا چاہتا ہے تو یہاں آکر دوسرے طلباء کے ہمراہ پڑھے اسکی کوئی امتیازی حیثیت بھی نہیں ہوئی ۔ فرمایا کہ یہ امام مالک کا زمانہ نہیں ہے انہوں نے اپنے وقت اور حالات کے مطابق صحیح کیا ، اب تو یہ بھی غنیمت جانو کہ کوئی قرآن کریم سے اتنی بھی محبت یا دلچسپی رکھتا ہے کہ وہ گھر میں بچوں کو پڑھانے کی خواہش رکھتا ہے اب زمانہ ٹی وی ، ریڈیو کا ہے آج کا مسلمان گھروں میں بھی بچوں کو قرآن کی تعلیم دلانے کی ضرورت نہیں سمجھتا ۔

(۲) جب ہم دورہ حدیث پڑھکر فارغ ہونے والے تھے تو فرمایا کہ اب آپ گھروں کو واپس جائیں گے میری نصیحت ہے کہ جو دینی علوم حاصل کئے ہیں جم کر پڑھانے کی کوشش کرنا اور تنخواہ لیکر پڑھانا کہیں شیطان یہ دھوکہ نہ دے کہ دین پڑھانے پر اجرت لینا جائز نہیں ۔ دین تو مفت پڑھائیں گے اور پیٹ پالنے کیلئے کوئی دنیاوی دھندہ کریں گے ۔ یہ شیطانی وسوسہ ہے دین سے ہٹانے کا ، وہ براہ راست تو دین کے کام سے نہیں ہٹا سکتا وہ دین کے رنگ میں دین سے دور کریگا ۔ جب آپ اپنے بچوں کیلئے کوئی دنیاوی شغل شروع کریں گے تو آہستہ آہستہ اسی میں پھنس جائیں گے اور دین پڑھانا چھوٹ جائیگا ۔ فرمایا کہ حضرت شیخ الہند صاحب رحمۃ اللہ بھی تنخواہ لیتے تھے ، حضرت سید انور شاہ صاحب بھی تنخواہ لیتے تھے اور روتے بھی تھے ۔ ہم بھی تنخواہ لیتے ہیں اب آپ سے بھی کہتے ہیں کہ تنخواہ ضرور لیں اور اچھی تنخواہ لیں تاکہ مطمئن ہو کر دین کی

خدمت کرسکیں۔ اب وہ زمانہ آرہا ہے کہ تنخواہ لیکر بھی کوئی دین پڑھانے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ اب ہم حضرت کی بات کو حرف بحرف سچ دیکھ رہے ہیں کہ جنہوں نے ایک جذبہ کے ساتھ دین کی تعلیم مفت دینے کا پروگرام شروع کیا اور گذر اوقات کیلئے کوئی اور دنیاوی دھندا اختیار کیا آخر الامر وہ دین پڑھنے سے محروم ہوگئے اور آج جو علماء فارغ ہوتے ہیں ان میں تدریس والے بہت کم ہی نکلتے ہیں، جو تنخواہ لیں اور دین پڑھائیں۔ حضرت کی اس نصیحت کو پچیس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے۔ آج انکی ان حکیمانہ باتوں کی زمانہ تصدیق کر رہا ہے۔

مدینہ منورہ ہجرت:

حضرت ایک سچے عاشق رسول تھے کبھی کبھی ہم طلباء کی دعوت کرتے اور فرماتے کہ دعا کریں آپ مہمانان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپکی دعا قبول ہوگی کہ اب مدینہ جاؤں تو پھر واپس نہ آؤں۔ اللہ تعالیٰ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی موت اور جنت البقیع میں جگہ نصیب فرمائے۔ پہلے کئی مرتبہ ارادہ کیا ہے لیکن پورا نہیں ہوا۔ اب عزم بالجزم ہے اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔ ہمارے سالانہ امتحانات شروع تھے کہ حضرت ہم سے جدا ہوگئے اور اپنے اصلی وطن مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ پاکستان میں ہم حضرت کے حدیث میں آخری شاگرد ہیں پھر آپ گئے تو ایسے گئے کہ زندگی کے آخری ایام تک مدینہ منورہ کو نہیں چھوڑا۔ جب تک صحت رہی اپنی کتاب ''ترجمان السنۃ'' کی تالیف کا کام جاری رکھا پھر بیمار پڑے اور کئی سال تک صاحب فراش رہے۔ مجال ہے جو کبھی زبان پر ادنیٰ سا حرف شکایت بھی لائے ہوں۔ صبح کے ساتھ آپکی دواؤں کی خوراک ہوتی تھی۔ جب کسی نے پوچھا حضرت کیسی طبیعت ہے؟ فرماتے الحمد للہ بہت اچھی ہے۔ استاذ العلماء حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزاروی جو غالباً حضرت کے بھی استاذ تھے حج پر تشریف لائے اور آپکی عیادت کیلئے آپ کے گھر تشریف لے گئے، حضرت کو دیکھا تو فرمایا مولانا آپ کے چہرہ سے تو کسی قسم کی بیماری کا اختراع نہیں ہوتا۔ الحمد للہ مرحوم ہر دم چہرہ ہشاش بشاش رہتا تھا۔

حضرت استاذ جی سے آخری ملاقات:

1950ء کے ابتدائی ایام اور شعبان ۱۳۷۰ھ کا مہینہ تھا' سالانہ امتحانات ہو رہے تھے۔ جب آپ نے مدینہ شریف ہجرت فرمائی۔ آپ سے خط و کتابت رہتی تھی۔ ادھر بندہ نے امتحانات سے فراغت کے بعد مدرسہ تحفظ ختم نبوت ملتان میں فاتح قادیان استاذ مکرم حضرت مولانا محمد حیات صاحب رحمۃ اللہ سے ''رد قادیانیت'' کے سلسلہ میں تربیتی کورس مکمل کیا اور اس فتنہ کے خلاف کام شروع کر دیا۔ ان کا مرکز ''ربوہ'' حال ''چناب نگر'' ہمارے پڑوس میں تھا۔

چنانچہ مرزیوں سے تحریری و تقریری مقابلہ شروع ہو گیا۔ مناظرے، مباہلے وغیرہ کی رپورٹیں حضرت تک پہنچتی رہتی تھیں۔ بندہ بھی کوئی پمفلٹ یا اشتہار چھاپتا تو حضرت کی خدمت میں ضرور روانہ کر دیتا۔ حضرت نے ایک دفعہ ''تجرید امام بخاری'' اور ایک دفعہ ''مختصر تحفہ اثنا عشریہ'' عربی والا بھی بھیجا کیونکہ ہمارے ہاں دونوں فتنوں کے بڑے مراکز تھے اور دونوں کے خلاف جہاد جاری تھا۔ بندہ نے 1964 میں پہلے حج کی سعادت حاصل کی حج سے فراغت کے بعد جب مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلی حاضری ہوئی تو پہلے ہی دن حضرت کی رہائش گاہ معلوم کر کے عصر کے بعد حاضر خدمت ہوا۔ حضرت کا گھر باب المجیدی کے باہر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب تھا جو اب مسجد نبوی کی توسیع میں مسجد کا حصہ بن گیا ہے۔ حضرت چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے بندہ جاتے ہی حضرت پر جھک کر آپکی پیشانی اور منہ چومنے لگا اور کافی دیر یہ سعادت حاصل کرتا رہا۔ 14 سال کا طویل عرصہ جدائی میں گزر گیا تھا، حضرت بار بار فرماتے بھائی بتاؤ تو سہی کون ہو ساری محبت نکال رہے ہو، (حضرت مجھے اس وجہ سے پہچان نہ سکے جب آپ ہم سے جدا ہوئے تو میں آپکے بقول ''لا داڑھی ولا مونچھ'' تھا اور اب چودہ سال بعد آپ سے ملاقات ہوئی تو خوب داڑھی ہو گئی تھی) جب بندہ عالم وارفتگی کی اس حالت سے باہر آیا اپنی اداسی کسی حد تک مٹائی تو اٹھا اور کہا کہ حضرت آپکا خادم ''چنیوٹی'' ہوں۔ بس میرا یہ نام بتانا تھا کہ حضرت نے کمال شفقت سے دوبارہ خود مجھے اپنے سینہ مبارک سے لگا لیا اور خوب پیار کیے، ڈھیروں دعائیں دیں اور فرمایا کہ ہاں بھئی تمہارا حق بنتا ہے۔ آپ کی خبریں مجھے ملتی رہتی ہیں

اور میں تمہارے لئے دعائیں کرتا رہتا ہوں۔ پھر تو برابر روزانہ حاضری کا معمول بن گیا۔ عصر کی نماز کے بعد زائرین حاضر ہوتے کمرہ بھر جاتا حضرت کا پوتا حافظ محمد اشرف قرآن کریم کی چند آیات تلاوت کرتا اور حضرت بیٹھے لیٹے انکی تفسیر وتشریح فرماتے اور بندہ اپنی کاپی میں نوٹ کرتا جاتا۔ بعد از بیان حضرت کے اکلوتے بیٹے برادرم مولانا آفتاب احمد صاحب (جو دورہ میں بندہ کے ہم جماعت تھے میرے سوا کسی طالب علم کو حضرت کے صاحبزادہ سے اسباق کے تکرار کی اجازت نہ تھی) حاضرین درس کی چائے وغیرہ سے تواضع فرماتے اور پھر تمام حاضرین حضرت کے ساتھ مصافحہ کر کے رخصت ہو جاتے۔ بندہ مغرب کی اذان تک وہیں حضرت کی خدمت میں رہتا حضرت نے اس ناچیز سے فرمایا ہوا تھا کہ آپ کیلئے وقت کی کوئی پابندی نہیں آپ جب چاہیں آجائیں لہذا بندہ دن کے مختلف اوقات میں بھی حضرت کی زیارت کے لئے جاتا تھا۔

درس قرآن کے دوران حضرت کوئی نہ کوئی بات قادیانیوں کے متعلق ضرور لاتے یا کسی کے کسی اشکال یا شبہ کا جواب ارشاد فرماتے۔ جب سب حاضرین چلے جاتے تو ناچیز سے فرماتے "چھوٹی فلاں بات تمہارے لئے گھسیٹ کر بیان میں لایا تھا" ایک مرتبہ ارشاد ہوا کہ چھوٹی اس وقت انشراح صدر ہے قادیانیوں کے متعلق اگر کوئی سوال یا اشکال ہو تو پوچھ لو۔ حضرت کے فرمانے پر قادیانیوں سے متعلق اپنے دو ایک اشکال پیش کئے آپ نے فوراً اس کے کی جواب دیکر ان کو رفع کیا۔ ایک دفعہ عصر کے بیان میں ایک قادیانی آ گیا جس کا بعد میں پتہ چلا کہ وہ قادیانی تھا بیان کے بعد اس نے حضرت قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کی عبارت کے متعلق اور ایک دو اور سوال کئے حضرت نے جوابات دیے اور وہ چلا گیا اگلے روز وہ ایک موٹا سا لفافہ حضرت کے نام لایا اور خادم کو دیکر چلا گیا۔ عصر کے بعد جب بندہ حسب معمول حاضر ہوا تو بیان کے بعد وہ لفافہ مجھے دیا گیا اور آپ نے فرمایا اسے پڑھو کہیں کیا لکھا ہے۔ میں نے وہ لفافہ لیا اس میں کچھ تو اسکے ہاتھ کے لکھے ہوئے پرچے تھے اور کچھ مطبوعہ مواد تھا۔ جس پچیس کے قریب اوراق تھے۔

اس نے لکھا کہ میرے چند سوالات تھے میں بڑے بڑے علماء سے مل چکا ہوں مولانا احتشام الحق، مولانا مودودی وغیرہ کئی نام لکھے ہوئے تھے لیکن میری کسی نے تسلی تشفی نہیں کی۔

آپ کا نام بہت سنا تھا اور کل آپ کے پاس حاضر ہوا آپ نے بھی کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا میرے یہ سوالات ہیں آپ اگر چاہیں تو عدن کے پتہ پر مجھے ان کے جوابات عنایت فرمادیں۔

اوراق پڑھنے کے بعد ہم نے اس خبیث مرتد کو بہت تلاش کیا کہ اسکا علاج کریں لیکن وہ وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ حضرت کو میں نے خلاصہ بتایا کہ وفات مسیح کے وہی گھسے پٹے سوالات ہیں جنکے جوابات بیسیوں دفعہ دیے جاچکے ہیں۔ اگلے روز جب حاضری ہوئی تو حضرت نے دو تین صفحے کا ایک جواب عنایت فرمایا اور کہا کہ رات کو لیٹے لیٹے یہ جواب لکھا ہے تم بھی پڑھ لو ایسا جواب لکھا ہے کہ سر سے پاؤں تک جل جائے گا میں نے جب وہ جواب پڑھا تو جسارت کرتے ہوئے عرض کی حضرت یہ جواب آپ کی شان کے مطابق نہیں اگر اجازت ہو تو میں اس کو مختصر کر کے جواب لکھ دوں، آپ نے اجازت فرمائی تو میں نے مختصر سا جواب لکھ کر حضرت کو سنایا تو حضرت بہت ہی خوش ہوئے، دعا دی اور وہ خط اسکے عدن کے پتے پر سپرد ڈاک کر دیا۔

جب راقم حج سے آخری بحری جہاز سفینہ حجاج پر پاکستان کیلئے روانہ ہوا تو عدن میں جہاز کے قیام کے دوران بندہ جہاز سے دو ساتھیوں کے ہمراہ اتر گیا اور اس خبیث قادیانی کے دیے گئے پتے پر عدن میں اس کو تلاش کیا لیکن وہ متعلقہ پتہ پر نہ ملا۔ شاید وہ کوئی قادیانی مبلغ تھا لیکن نہ مل سکا۔ اس ساری تفصیل لکھنے کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ آپ مرض الوفات میں ہیں جبکہ اٹھ بیٹھ نہ سکتے تھے خوراک بھی کوئی نہ تھی صرف چمچ کے ذریعے دوائی اندر جاتی تھی لیکن قادیانی فتنہ کیخلاف اتنی نفرت تھی اور اس فتنہ کے متعلق آپ کتنے متفکر تھے۔ اس سے اگلے سال آپکی رحلت ہوگئی۔

منکر نزول مسیح کے فتوی پر حضرت کے دستخط:

1964ء میں استاذ مکرم حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ مجمع البحوث الاسلامیہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کیلئے تشریف لے جارہے تھے تو بندہ نے جامعہ ازھر کے ریکٹر شیخ محمود شلتوت کا فتوی حیات مسیح علیہ السلام جس میں قادیانیوں کی تائید ہوتی تھی اور قادیانیوں نے اسے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر

تقسیم کیا تھا کہ جامعہ ازہر مصر کے شیخ نے بھی قادیانی دجال کی تائید کردی ہے، عام لوگ مصر کے شیخ کا نام دیکھ کر مرعوب ہوجاتے، بندہ نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ کو قادیانیوں کا شائع کردہ شیخ شلتوت کا فتویٰ دیا کہ آپ وہاں کے مفتی یا شیوخ سے اسکی تردید حاصل کریں۔ حسن اتفاق کہ اللہ تعالیٰ نے اس سال راقم کو بھی پہلی مرتبہ حج کی سعادت نصیب فرمائی، مکہ مکرمہ حضرت بنوری رحمۃ اللہ اور انکے رفقاء سے ملاقات ہوئی تو حضرت بنوری نے فرمایا کہ بہتر ہے کہ آپ علماء حرمین شریفین سے اس پر فتویٰ حاصل کریں۔ ہمارے ہاں مصر کے علماء کی نسبت علماء حرمین شریفین کا فتویٰ زیادہ معتبر اور موثر ہے۔

چنانچہ راقم نے حضرت کے حکم پر ایک سوال مرتب کر کے حضرت استاذ جی کو دکھایا آپ نے پسند فرمایا اور وہ سوال مشائخ کی خدمت میں پیش کردیا۔ حج کا موسم تھا مفتی اکبر شیخ عبدالعزیز بن باز رحمۃ اللہ علیہ نائب رئیس جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ بھی مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے انکی خدمت میں بھی سوال پیش کردیا دیگر تمام مشائخ نے فرمایا کہ شیخ بن باز فتویٰ دیں گے تو ہم انکی تائید کر دیں گے، فتویٰ انہی سے حاصل کرنا ہوگا۔ کیونکہ حکومت کیطرف سے وہی مفتی اعظم ہیں۔ شیخ بن باز نے فرمایا کہ مدینہ منورہ جا کر جواب تحریر کردوں گا۔ بندہ جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو شیخ سے حسب وعدہ جواب کا تقاضا کیا تو شیخ کل پر ٹالتے رہے کبھی انکے گھر حاضر ہو کر یاد دہانی کراتا اور کبھی یونیورسٹی جا کر مطالبہ دہراتا۔ استاذ محترم سے بھی ذکر کرتا اور دعا کراتا خود دعائیں کرتا۔ حضرت مرحوم بھی کسی حد تک مایوس ہوچکے تھے کہ آپ کو جواب ملنا مشکل معلوم ہوتا ہے اسکی کچھ وجوہ تھیں۔

جب شیخ بن باز تنگ پڑ گئے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ پاکستان واپس چلے جائیں میں اس کا جواب آپ کو پاکستان کے پتہ پر بھیج دوں گا۔ بندہ نے جواباً عرض کیا کہ میں تو اپنا جہاز بھی چھوڑ چکا ہوں جواب حاصل کئے بغیر ہرگز نہ جاؤں گا۔ آخر ڈیڑھ ماہ کی طویل تگ ودو اور شدید انتظار کے بعد راقم اپنے مقصد میں کامیاب ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

ڈیڑھ ماہ صرف اسی فتویٰ کے حصول کیلئے مدینہ منورہ قیام رہا اور اس دوران حضرت کے صحبت فیض سے جی بھر کر استفادہ حاصل کیا اور حضرت کی شفقتوں، نوازشوں سے مالا مال ہوتا

رہا۔ شیخ بن باز نے مفصل جواب عنایت فرمایا اور اسمیں تحریر فرمایا کہ نزول مسیح کا عقیدہ قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اسکا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے اگر توبہ نہ کرے تو واجب القتل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس جراتمندانہ جواب پر بہت بہت اجر عطا فرمائیں۔ جب فتویٰ مل گیا تو سب سے پہلے حضرت استاذ رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خوشخبری سنائی تو حضرت نے فرمایا پڑھکر سناؤ۔ جب سارا فتویٰ سن لیا تو حضرت نے میرے ساتھ ساتھ شیخ بن باز کو بھی دعاؤں سے نوازا اور بہت ہی خوشی کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ لاؤ اس پر میں بھی دستخط کردوں۔ میں اگرچہ مفتی نہیں لیکن قادیانی دجال کے خلاف کفر کے فتویٰ کی فہرست میں میں چاہتا ہوں کہ میرا نام بھی شامل ہو جائے۔

میرے خیال میں حضرت کی زندگی میں کسی فتویٰ پر انکے یہ آخری دستخط ہیں جو چارپائی پر لیٹے لیٹے کردیے۔ اور بندہ ناچیز کی اپنے شفیق استاذ شیخ اور مربی سے دنیا میں آخری ملاقات ہے جو چودہ سال بعد نصیب ہوئی اس سے اگلے سال یعنی ۵ رجب ۱۳۸۵ھ مطابق 29 اکتوبر 1965ء جمعہ کی شب یہ "بدر کامل" ایک عالم کو اپنے فیوضات اور ضیا پاشیوں سے منور کرتے ہوئے دار فانی سے رخصت ہو کر عالم آخرت میں تسنیم بحق ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ نے انکی آخری تمنا اور مراد جسکی خاطر آپ نے ہجرت فرمائی تھی کو پورا کر دیا، وفات سے چند روز قبل جنت البقیع میں اپنی قبر کی جگہ امہات المومنین کے قدموں میں دیکھی تھی زہے قسمت کہ وہیں اپنی ماؤں کے قدموں میں آپ کو جگہ نصیب ہوئی۔ وفات کے چار سال بعد جب دوسری مرتبہ مجھے حج کی سعادت نصیب ہوئی تو برادرم آفتاب کی معیت میں آپ کی قبر مبارک پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت کا ایک بہت پرانا رسالہ " مسك الختام في ختم نبوت خير الانام " بھی اسی موضوع پر نہایت مفید رسالہ ہے۔ جسمیں مذکورہ مضمون کے علاوہ بھی بہت اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اس قدیم رسالہ کو بھی حضرت کے اس مضمون کے ساتھ مزید فائدہ کیلئے شامل کیا جارہا ہے۔

حضرت کی زندگی کی چند جھلکیاں ذکر کی ہیں، اپنے محبوب کا ذکر بڑا پیارا ہوتا ہے کسی شاعر

نے کیا خوب کہا ہے:

اعدذکر نعمان لنا، فان ذکرہ هوالمسك ما کررته یتضوع۔

''یعنی ہمارے پیارے نعمان (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) کا بار بار ذکر کرو جتنی بار بھی آپ کا ذکر خیر دہراؤ گے اتنی ہی خوشبو مہکے گی۔''

مزید حالات زندگی ترجمان السنہ کی چوتھی جلد جو آپ کی رحلت کے بعد شائع ہوئی اسکی ابتداء میں صاحبزادہ آفتاب دام اقبالہ نے بیان فرمائے ہیں۔ شائقین حضرات مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ حضرت کو راقم سے بڑی خصوصی محبت تھی آپ بہت ہی شفقت فرمایا کرتے تھے اور راقم بھی آپکا ایک ادنیٰ عاشق تھا جب راقم نے مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوکیرہ ضلع سرگودھا میں ۱۹۵۲ء میں تدریس شروع کی تو دوران اسباق اس کثرت سے آپ کا ذکر مبارک ہوتا کہ طالب علموں نے میرا نام ہی بدر عالم رکھ دیا تھا۔ اور بندہ نے بھی اپنے آخری بیٹے کا نام حضرت کے نام پر محمد بدر عالم رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکو بھی اپنے ہم نام شیخ سے نسبت عطا فرمادیں تو اس کے کرم سے کوئی بعید نہیں۔ آخر میں اپنے محبوب استاذ اور شیخ کے ذکر خیر کو انہی اشعار پر ختم کرتا ہوں جو آپکی آخری آرزو تھی جسکی خاطر مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، فرماتے ہیں۔

ہاں جنت بقیع میری بھی ہو جگہ
اسکی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں عمر کے تھی
ہو جائے گر نصیب غلامی غلام کو

اللھم اغفرہ وارحمه واکرم نزله ووسع مدخله وبرد مضجعه واجعل قبره روضة من ریاض الجنة واجعل الجنة مثواہ ومأواہ برحمتك یا ارحم الرّٰحمین یا رب العالمین۔

حضرت کا ادنیٰ خادم
راقم: منظور احمد چنیوٹی

۲۳ ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ